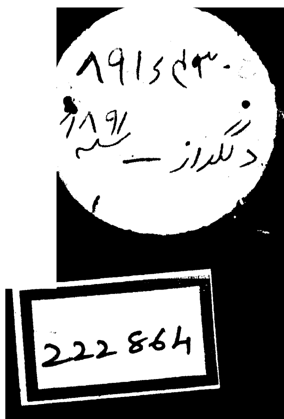

222864

UnEven Page Numbers Within The Book Only

دلگداز کی مکمل جلد

بابت سنہ ۱۸۹۸ء

جسمین باستثنائے ناول سنہ ۹۸ کے بارہ پرچے مرتب کر دیے گئے ہین

مکرر سنہ ۱۹۰۱ء مین

باہتمام محمد نثار حسین نثار مہتمم پیام یار

قومی پریس لکھنؤ مین چھپی

قیمت فی جلد ـ عہ

۲ سو جلد

آپ کا کتب خانہ کیا اِن کتابون سے خالی ہے!

اگر خالی ہو تو جلد ہی بہت جلد ہی منگوا لیجیے۔ ملک کی تعلیم اور ترقی کا ثبوت بس انھین کتابون سے آپ کو ملیگا
ہماری ملک کا سرمایۂ نازہی کتابین ہین۔ آپ حضرات سے درخواست ہے کہ اِن کتابون کو اگر نہ دیکھا ہو تو ضرور دیکھیے
اور چھوٹتے ہی منگوا لیین۔

ملک العزیز اور ورجنا صلیبی لڑائیان۔ اسلامی جوش حسن و عشق۔ قصتین جیتی جاگتی تصویرین قیمت

منصور اور موہنا۔ مذہبی جوش انسوت قومی غیرت اِسے بس منگوا لیجیے۔ قیمت ۔ ۔

آنریبل سر سید احمد خان بہادر کے لکچر یہ وہی لکچر ہین جنھون نے ایک فوری جوش کے ساتھ مسلمانون کے دل مین ترقی کی تبدیلی پیدا کردی ہے۔ سید صاحب کے تمام لکچر جو اِس وقت تک ہو چکے ہین سب ایک مجموعی جلد شایع کردیے گئے ہین۔ قیمت ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

مولانا حافظ نذیر احمد صاحب کے لکچر۔ جو مذاق اور لیاقت دونون رنگون مین اُردو انشا پردازی کا اعلیٰ نمونہ

مسلمانون کی گذشتہ تعلیم مسلمانون کی اگلی علمی قومیت کا دلچسپ خواب۔ بلا جلد ۔ مجلد ۔

صبح امید۔ مولوی شبلی صاحب کی پرجوش مثنوی۔ قوم کا مرثیہ ۔ ۔ ۔

صبح خندان۔ منشی امیر اللہ صاحب تسلیم کی پہلی دلچسپ اور مقبول مثنوی۔ ۔ ۔

مثنوی نغمہ راز۔ ایک عاشقانہ مثنوی مع شب وصل اور شب غم نتیجۂ طبع جناب شرر۔

گلزار داغ و آفتاب داغ یعنی حضرت داغ دہلوی کے دیوان جنکو عام ملک سے مقبولیت کا سرٹفکیٹ مل چکا۔
قیمت دیوان اول ۔ ۔ دوم ۔ ۔

نظم دردمند۔ یعنے دیوان یاس بالکل تیر او نشتر۔ قیمت عمدہ کاغذ ۔ غیر معمولی کاغذ ۔

دیوان صغیر۔ ایک نامور سخن سنج کا کلام ہجر و وصل کی دلکش تصویرین۔ قیمت ۔ ۔

افادات۔ اُردو کی شاعری کا بہت بڑا عروضی اور اوستاد۔ قیمت ۔ ۔ ۔

مسیحاے عالم حفظ صحت کی ضروری باتین۔ یا ایک تجربہ کار حکیم اور لائق ڈاکٹر۔ قیمت ۔

ضرب المثل۔ اُردو و ہندی مثلون کا خزانہ ۔ ۔ ۔

سراج غم۔ شہادت حسنین علیہ السلام کے حالات بلاکم و کاست۔ قیمت ۔

خیالات نادرہ۔ تصوف کا آئینہ۔ قیمت ۔ ۔ ۔

ردّ وہابیہ۔ وہابیون کے اعتراضات کی تردید دربارۂ عرس و میلاد و روشنی مقابر حضرات و اولیاء اللہ۔ و تقسیم طعام وغیرہ۔ و نیز درباب تعزیہ داری وغیرہ۔ بدلائل قرآن و احادیث سے۔ مولانا مولوی انور علی صاحب رحمانی۔ قیمت ۔ ۔ ۔

درخواستین باجازت ویلیو پے ایبل آئین فوراً تعمیل ہوگی +

المشتہر
محمد نثار حسین نثار مہتمم پیام یار و قومی پریس
لکھنؤ۔ چوک



صاحبو! زمانے نے پلٹا کھایا - امیدین زندہ ہوگئین - آرزؤن مین ایک جدت پیدا ہوگئی - دلگداز نے آپکی توجہ سے ایک سال پورا کرکے دوسرے برس مین قدم رکھا - اس قسم کے تغیرات اگرچہ ابتدا مین ایک قسم کی حسرت یاد دلادیا کرتے ہین مگر آخر مین کسی نہ کسی قدر مسرت کا بھی موقع مل جاتا ہے - ۱۸۸۷ء کو رخصت کرتے وقت ہمارا دل بہت بھر آیا تھا - اُس وقت جو ہمنے زبان سے نکالا تھا خدا جانے کس قدر ضبط کرکے اور کتنا بڑا پتھر کلیجے پر رکھ کے - جو کچھ کہا تھا ایسے پُر درد لہجے مین کہا تھا کہ سننے والون کی آنکھون مین بھی آنسو بھر آئے ہونگے - اب وہ پُر غم قصہ تو تمام ہوا - اس بات کی خوشی ہے کہ ایک نئے مہمان کا خیر مقدم ادا کرنے کے لیے الفاظ ڈھونڈھ رہے ہین - یہ قدرت کا بھیجا ہوا مہمان ہمارے سامنے کھڑا ہے - چونکہ نیا نیا آیا ہے اس لیے دنیا کو ایک غیر مانوس نظر سے دیکھ رہا ہے - ایک نیا کام اس کے سر پڑا ہے - اور کھڑا سوچ رہا ہے کہ کارخانۂ قدرت مین کیا دخل دے - دنیا والون کے ساتھ کیا سلوک کرے - اور ہم سے کس طرح پیش آئے - یہ وقت بہت غنیمت ہے - ایسے مین جسطرح ہوسکے اِسے اپنی طرف متوجہ کرلین - ایک نیا کارخانہ دیکھ کر گھبرا اُٹھا ہے اس کے مانوس بنانے کی کوشش کرین - ہماری قسمت ایک مدت تک کے لیے اسکے ہاتھ مین دیدی گئی ہے - بُرا ہو یا بھلا جیسا ہو - اب تو پورے بارہ مہینے تک ہمین اسی کے ساتھ نباہنا ہے - ہمین اسکا بہت خیال رکھنا چاہیے کہ یہ بدمزہ نہو جائے - خدانخواستہ بگڑ گیا تو [illegible] ہوگی -

صاحبو! آپ جانتے بھی ہو کہ یہ کون ہے ؟ زمانے کا نام اکثر سُنا ہوگا ۔ اور جہاں زمانے کا نام سُنا ہوگا وہاں اُسکی بیوفائیون کا شکوہ بھی سُنا ہوگا ۔ خوب اچھی طرح معلوم ہوگا کہ زمانے سے زیادہ بیوفا کوئی نہین ۔ جب پایا ہوگا مزاجِ یار کی طرح برہم ہی پایا ہوگا ۔ دنیا مین کون ہے جس کو اس کے ہاتھون سے صدمہ نہین پہونچا ہے سب اس کے ستائے ہوئے ہین ۔ مٹی ہوئی اور پامال قومین خاک ادبار مین پڑی ہوئی اِسے کوس رہی ہین تو ترقی یافتہ لوگون کی پیٹھ پر اسکے کوڑے اُن دنون کے نشان بنے ہوئے ہین جب وہ ذلت کی حالت مین تھین اور یہ بیرحمی سے اپنا ایذارسان کوڑا اُن کی پیٹھ پر پھٹکا اکرتا تھا ۔ اگرچہ موجودہ ترقیون نے وہ مصیبتین بھلا دی ہین مگر کبھی کبھی بادِ مخالف کے چلنے سے مدتون کی چوٹ کی طرح وہ نشان اُبھر آتے ہین اور یہی آسودہ حال اور بامراد لوگ بیتاب ہو ہو کے گھبرانے لگتے ہین ۔ ایسا کوئی نہین جس کا دامن زمانے کے ہاتھ سے بے کھنچے نکل گیا ہو ۔ ذی علم ۔ پرہیزگار ۔ قوی ہیکل اور کامیاب آریہ لوگ جنھون نے پہلے پہل فتح مندی کا جھنڈا مشرقی دنیا کے دلفریب سبزہ زار مین گاڑ دیا تھا ۔ جن کے حملے پہاڑون کو ہلا دیتے تھے ۔ جن کی ترقیانہ رفتار تیز رو دریاؤن کے حوصلے پست کر دیتی تھی ۔ جنکی دھاک دنیا بھر مین بیٹھی ہوئی تھی ۔ جنکے سامنے کوئی بہادری کا لفظ زبان پر نہین لا سکتا تھا ۔ جن کا نام تواریخ مین سب کے پہلے لکھا گیا ۔ اور جو اگلی دنیا کے بہت پُرانے اور بہت نامور ہیرو تھے آج دیکھو سر جھکائے بیکس و بےبس ۔ کس قدر ناامید و مایوس ۔ کیسے افسردہ و پاشکستہ بیٹھے ہین ۔ انھین کس نے اِس حال کو پہنچایا ؟ ۔ زمانے نے ۔

اگلی دولت و حشمت کے یادگار ۔ پُرانے باہمت اور باوقار ۔ عالی ہمت ۔ بلند حوصلہ ۔ تاجدار اور نامور پارسی جنھین مذہبی رسوم بدل کے اور قومی آئین اُٹھا کے ہندوستان کے جنوب و مغربی کونے مین پناہ ملی تھی ۔ جنھین وطن کے در و دیوار سے رخصت ہو کر غریب الوطنی کی مصیبت سر پر اُٹھانا پڑی تھی ۔ جن کا آوازہ کبھی چار دانگ عالم مین بلند تھا ۔ جو کسی زمانے مین ساری مشرقی دنیا کے حکمران تھے ۔ جنکی بہادری دنیا مین ضرب المثل تھی ۔ جن کی تلوار سے

روئے زمین کی آبادی کانپ اُٹھتی تھی۔ جن کے بہادروں کے نام قصے کہانیوں میں ہمیشہ سُنے گئے اور سُنے جائیں گے۔ دیکھو وہی لوگ آج کس ادنےٰ حالت پر ہیں۔ اُنکی تعداد کس قدر کم ہے۔ اُن کی زندگی کس بیوقعتی سے گذر رہی ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ اُنھیں اِس حالت پر پہونچانے والا کون ہے۔ تو سوا اس کے کیا کہا جائے گا کہ "زمانہ"

اولوالعزم۔ سادہ دل۔ بہادر۔ مقدّس۔ فتح مند اور بامراد مسلمان جنکی تلوار دس دس لاکھ کی جماعت میں چمکتی تھی اور اپنا کام کرجاتی تھی۔ جن کے قدم چاروں طرف ممالک کو فتح کرتے بڑھتے چلے جاتے تھے۔ جن کا پاؤں ترقی کی رفتار میں زمانے سے آگے نکل جاتا تھا۔ جو اشاعت دین اپنا فرض اور تہذیب عالم اپنا کام سمجھتے تھے۔ سپہ گری جن کا جوہر تھا۔ مرنا جنکا کھیل تھا۔ علوم و فنون میں سب پر سبقت لے گئے تھے وہی مسلمان آج کس درجہ پریشان حال۔ شکستہ دل۔ فسردہ صورت نظر آتے ہیں۔ اِس لیے کہ زمانے سے اُنھوں نے بگاڑ دی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود ہی بگڑ گئے۔

زمانہ ہر حال میں ہم پر حکمران ہے۔ ترقی کے وقت انسان میں غرور آجاتا ہے۔ اور اپنے زعم میں زمانے کی حکومت سے غافل ہوجاتا ہے۔ اِسی غرور نے سیکڑوں کو تباہ و برباد کردیا اور خدا جانے کتنوں کو تباہ کرے گا۔ اِسی لیے کہتے ہیں کہ ہمیں ۱۹۰۸ء کی طرف سے غافل نہ ہونا چاہیے۔ ہم خواہ موافق رہیں یا مخالف مگر اسکے اختیار میں ہیں۔ جب یہ سنتے ہیں کہ اِسکی فرمانبرداری ہمیں ضرور کرنا پڑے گی تو موافق ہی کیوں نہ رہیں۔ جس سے بس نہ چلے اُس کی مخالفت میں سوا نقصان کے کوئی فائدہ نہیں۔

یہ بھی اوروں کے سمجھانے کے لیے لکھدیا ورنہ ہم تو دل و جان سے ۱۹۰۸ء کا استقبال کرتے ہیں۔ اِس کا ساتھی ۱۹۰۷ء بھی ہم سے اچھی طرح پیش آیا۔ اور امید ہے کہ یہ بھی ہم پر مہربان ہی رہیگا۔

قدرت اِس موقع پر ایک نہایت عمدہ نصیحت کر رہی ہے مگر افسوس بہت کم ایسے ہیں جو سُنتے ہوں۔ اے رفتار زمانہ کا اندازہ کرنے والو! نیچر زبان حال سے کہہ رہا ہے کہ "وقت کی قدر کرو" یہ ایک قیمتی ہدیہ تمھیں دیا گیا ہے۔ اِسے لو۔

اور اپنے کام مین لاؤ - ایسا نہو کہ جس طرح ۱۸۸۶ سے تم نے کچھ نفع نہیں اُٹھایا اُسی طرح اسے بھی ضایع کر دو، حقیقت مین وقت نہایت قیمتی چیز ہے -

اب اس سے زیادہ کیا ہو گا کہ یہی ایک چیز ہے جو کھو کے نہین ملتی - مگر افسوس تو اسی بات کا کہ ۱۸۸۶ پورا گذر گیا اور ہم نے کوئی ایسی بات نہین کی جو کسی ۔۔۔ ذرا بھی قابل یادگار ہوتی - جب گذشتہ ۱۸۸۶ یون آناً فاناً ہماری نظر سے غائب ہو گیا اور ہم بیکار بیٹھے رہے تو ۱۸۸۷ کی نسبت کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ ہم کچھ کر لین گے -

افسوس! ہزار افسوس! نشہء غفلت مین ڈوبے ہوئے تھے - ادبار کی نیند سوار تھی - بچون کی طرح بیفکر یون کے کھلونے کھیل رہے تھے - پریوشون کی طرح مست خواب ناز تھے - خیال بھی نہ گذرا - معلوم بھی نہ ہوا - خبر بھی نہ ہوی - کھٹکا بھی نہ ہوا - تیسوین ڈسمبر کی رات کو آرام سے سوئے صبح کو اُٹھے - وہی معمولی سمان نظر آیا - کوئی نئی بات بھی نہ تھی کہ وحشت دل یاد دلا دیتی - اپنے اُسی معمولی طریقے سے مونھ ہاتھ دھو کے کاروبار مین مصروف ہوئے - ایک دوست کو خط لکھنے کے لیے کاغذ اُٹھایا - پیشانی پر تاریخ لکھی - تاریخ اور مہینہ تو روزانہ ترتیب کی وجہ سے صحیح لکھ لیا مگر سنہ وہی ۱۸۸۶ - ایک صاحب نے دور سے دیکھ کر فرمایا ۱۸۸۷ لکھیے" متعجب ہو کے پوچھا "۱۸۸۶ کیا ہوا؟" وہ صاحب مسکرا کر بولے "وہ گیا - اب کہان!" اِس جملے نے ہم نہین سمجھ سکتے کہ دل پر کیا اثر کیا - دل پر ایک چوٹ سی لگی - یقین جانیے آنسو ٹپک پڑے -

صاحبو - ہمین اس پر رونا نہین آیا کہ ۱۸۸۶ء بے ملے رخصت ہو گیا - آپ سے سچ کہتے ہین ہم ۱۸۸۶ پر نہین روئے - اصل مین ہم اپنے حال پر روئے -

کوئی پوچھ بیٹھے کہ "گذشتہ ایک سال کی مدت مین جو ۱۸۸۶ کی زیر نگرانی گذری ہم نے کیا کیا؟"، تو جواب نہ بن پڑے گا - اس سوال کے جواب مین ہماری طرف سے ایک سراپا ذلت سکوت ہو گا جو ہمارے ساتھ ساری قوم کو شرمندہ کر دے گا - افسوس قوم بھر مین ایک بھی ایسا نہین نظر آتا جو ٹالنے ہی کے طور پر سہی اس سوال کا جواب دے سکے "کیا کیا؟" ہا ہا کس قدر آسان سوال ہے - کیسا سہل معلوم ہوتا ہے - مگر یہ دو لفظ

ہماری قوم پر ایک بار ہین کہ کسی طرح نہین ٹلتے - اِس پہاڑ کے ٹلنے کی کچھ بھی امید نہین
ہین گذشتہ مین شاید کوئی قوی ہمت فخرِ قوم اُولوالعزم ایسا اُٹھ کھڑا ہو جس کی قابل فخر
کارروائی دیکھ کر یک ساری دنیا کے اسلام کی زبان سے برجستہ یہ کلمہ نکل جا سکے
کہ کیا ... تو یہ بوجھ ہمارے سر سے ٹل سکتا ہی - اور یون تو بالکل ناامیدی ہے -
... ہم اس بار مین دبتے ہی جائین گے -
زیادہ افسوس اِس بات کا ہے کہ بظاہر اسباب ہم سے شہ کے خاتمے پر بھی جب یہی
سوال کیا جائے گا تو اِسی طرح پھر ندامت سے سر جھکانا اور اِسی طرح شرمندگی کے بوجھ
مین اور دبنا پڑے گا - دیکھیے ہم کب تک یون ہی نادم رہتے ہین - اے خدا تو جلد
ہماری مدد کر کہ کوئی عالی ہمت افتخار قوم اپنے مضبوط ارادے سے اُٹھے اور یہ
بوجھ ہمارے سر سے ٹالے -

گذشتہ اہل اسلام کی علمی ترقی

صاحبو! یہ تھوڑے تعجب کی بات نہین کہ یہی مسلمان جنکی غفلت شعاری - جنکی بے تعلیمی -
جنکی جہالت ان دنون ہمارے لیے باعث حسرت اور اور قومون کے لیے ذریعۂ عبرت
ہو رہی ہے کسی زمانے مین بڑے ذوق و شوق سے پڑھتے تھے - پڑھتے نہ تھے
بلکہ زمانے کو ترقی کا ایک ایسا نمونہ دکھاتے تھے جسکو دیکھکر ایک عالم کو حیرت ہوئی
جاتی تھی - اُن کا طریقۂ تعلیم کچھ ایسا عمدہ اور شائستہ تھا کہ ساری قومین اُنکی شاگردی
اپنا فخر سمجھتی تھین اور طرز تعلیم مین ہر قدم پر اُن کی پیروی کرتی تھین - آج اگر اُن حالات
کو ہم ذرا تفصیل کے ساتھ بیان کرین تو کسی کو یقین بھی نہ آئے - حقیقت مین لوگون کو
یقین نہین آتا - مگر گذشتہ زمانہ جو اپنے نامورون کے دلچسپ و دردپرور تذکرے
ایک عمدہ یادگار کے طور پر پرانی تواریخ کے صفحون مین احتیاط سے رکھوا گیا ہی وہ آج
ایک درد کے ساتھ یاد آتا ہے اور ہم سے دل شکستہ حسرت زدون کو بےچین کر دیتا ہے -
خصوصاً پورے بغداد کے قدیم گرے پڑے کھنڈرون پر یہ کارنامے زیادہ تفصیل کے ساتھ
اور زیادہ درد انگیز لہجے مین قدامت کے موثر قلم سے لکھے ہوئے ہین - یہ شکستہ قدیم
عمارتین حسرتناک کتابون کا کام دے رہی ہین - اور موجودہ نسل اسلام کو اُن

لوگون کو جو اپنی گذشتہ حالت یاد کرکے دل مین ایک درد پیدا کرنا چاہتے ہین خدا جانے کیا کچھ یاد دلا کے تڑپا دیا کرتی ہین۔

اِس سال کی محمڈن ایجوکیشنل کانگرس مین ہمارے لائق اور فاضل دوست مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی پروفیسر محمڈن کالج علیگڈھ نے "مسلمانون کی گذشتہ تعلیم" پر اندازاً پانچ جزکا ایک مضمون کانگرس کے پچھلے اجلاس کے سامنے پیش کیا۔ اِس مین ہمارے دوست کو جس قدر کامیابی حاصل ہوی ہے۔ اور جس شرح وبسط کے ساتھ وہ اسلام کی اگلی تعلیمی حالت کا نمونہ دکھا سکے ہین اُس کا حال ناظرین کو وہ مضمون دیکھکر معلوم ہوسکتا ہی۔ کیونکہ قریب قریب ہر جملہ خدا جانے کس تلاش اور جستجو کے بعد عربی اور انگریزی تاریخون کے ورق اُلٹ کر نکالا گیا ہے۔ مگر ہم اُسکا تھوڑا حصہ جو ہماری گذشتہ ترقیون کا ایک نہایت ہی حیرتناک واقعہ یاد دلائے گا اور نیز ناظرین کو موقع دیگا کہ مولوی محمد شبلی صاحب کی جانفشانیون کی داد دین دلگداز کے ورقون پر اپنے معمولی رنگ مین شائع کرتے ہین۔

مولوی شبلی صاحب نے مدرسۂ نظامیہ بغداد کا حال نہایت ہی وضاحت کے ساتھ ظاہر کیا ہی۔ واقعی بڑی عبرت کا مقام ہی کہ جس قوم مین نظامیہ بغداد کے ایسے مدارس قائم ہون۔ اور جسکی عظمت وشوکت اس پایے کو پہونچ گئی ہو اُسکا دفتر یون اُلٹ جاے۔ مدرسۂ نظامیہ کوئی معمولی مدرسہ نہ تھا۔ یہ اتنا بڑا کالج نہین ایسی عظیم الشان اسلامی یونیورسٹی تھی کہ باوجودیکہ اب اُسکا نشان بھی نہین مگر اُس کے نام مین کچھ ایسا اثر ہے کہ زبان پر آتے ہی دل مین ایک جوش پیدا ہوجاتا ہے۔ اور پھر اُس کے موجود نہونے کا خیال کرکے بے اختیار مُنھ سے آہ نکل جاتی ہی۔

مولوی شبلی صاحب تحریر فرماتے ہین عرب کے سوا اسلامی ممالک مین جتنے خاندان فرمان روا ہوئے اُن سب مین پُرعظمت اور قوی تر آل سلجوق تھے۔ آلپ ارسلان اور ملک شاہ جنکی شہرت وسطوت نے یورپ اور ایشیا دونون پر برابر قبضہ کیا ہے اِسی نامور خاندان کی یادگار رہوئے ہین۔ نظام الملک طوسی جسکے مبارک ہاتھون سے نظامیہ بغداد کی بنیاد پڑی ان دونون مشہور بادشاہون کے دربار مین وزیر اعظم کے عہدے پر ممتاز رہا۔ صرف وزیر نہ تھا بلکہ کل سیاہ وسفید کا مالک تھا۔ اِس نے اِسی فیاضانہ

کام کے لیے خزانۂ شاہی سے چھ لاکھ کی رقم مقرر کی تھی - اور تمام قلمرو مین مکتب اور مدرسے قائم کیے تھے - اپنی کُل جاگیرون کا دسوان حصہ صرف مدرسون کے لیے وقف کر دیا تھا - مگر اُس کے فیاض ہاتھون سے جتنے کام ہوئے اُن سب سے بڑا اور اہم اور قابل یادگار کام نظامیۂ بغداد کی تعمیر تھی - گبن صاحب اپنی تاریخ مین اس مدرسے کی نسبت لکھتے ہین کہ "ایک سلطان کے وزیر نے بغداد مین مدرسہ قائم کرنے کے لیے دو لاکھ دینار* وقف کیے - اور پندرہ ہزار دینار سالانہ اُسکے صرف کے لیے مقرر کیا - مختلف وقتون مین چھ ہزار طلبا ہر درجے کے نتائج علمی سے بہرہ اندوز ہوئے - اُن مین اہل حرفہ کے لڑکے بھی تھے اور اُمرا کے بھی - غریب طالب علمون کے لیے کافی آمدنی مقرر تھی - اور بیش قرار تنخواہون پر مدرس اور محقق معین تھے "

۴۵۷ھ مین اس مدرسے کی تعمیر شروع ہوئی - اور ۱۰ ذیقعدہ ۴۵۹ھ مین ہفتے کے روز بڑی شان و شوکت سے کھولا گیا - اگر مورخین کا یہ بیان صحیح ہے کہ "رسم افتتاح کے وقت سارا بغداد اُمنڈ آیا تھا - اور دارالخلافت کی کل عظمت و قوت نظامیہ کے ہال مین مجتمع تھی" تو قوم کے علمی جوش اور سلسلۂ عمارت کی وسعت کا بھی ہم صحیح اندازہ کر سکتے ہین - علامۂ ابو اسحٰق شیرازی جو ان ممالک مین استاد کل تسلیم کیے جاتے تھے مدرس اعظم منتخب کیے گئے - لیکن اُنھون نے ایک شبہے کی بنا پر اس عہدے کو ناپسند کیا - اسلیے سردست یہ خدمت ابو نصر مصنف شامل کے سپرد ہوئی - اور بیس روز کے بعد علامۂ ابو اسحٰق بڑے اصرار سے اس منصب کے قبول کر لینے پر راضی کیے گئے -

نظامیہ کی عمر مین خدا نے بڑی برکت دی - اور جب تک بغداد کی حکومت قائم رہی اس مدرسے کی فیاضیان بھی دور دراز ملکون تک اپنا اثر پونہچاتی رہین - ہمارے مخدوم سعدی شیرازی اس کے اخیر زمانے کے طالب العلم ہین - امام غزالی - امام طبری مورخ - ابن الخطیب تبریزی شارح حماسہ - ابو الحسن فصیحی شاگرد امام عبدالقاہر جیلانی وغیرہ مدرس اعظم - اور امام احمد غزالی - ابو المعالی قطب الدین شافعی وغیرہ وقتاً فوقتاً نائب مدرس رہ چکے ہین - علما کے لیے ہر زمانے مین نظامیہ کی پروفیسری سے بڑھکر کوئی اعزاز کی بات نہ ہو سکتی تھی - اور دو سو برس کی مدت مین کوئی ایسا شخص اس منصب پر نہ مقرر ہوا جو اپنے زمانے مین یکتائے فن و یگانۂ دہر نہ سمجھا جاتا ہو -

* دینار کم از کم پانچ روپے کا ہوتا ہے -

نظامیہ کے احاطے مین ایک بڑا کتب خانہ بھی تھا جو خود نظام الملک کے عہد مین تیار ہوا تھا۔ علامۂ ابو زکریا تبریزی جو ایک مشہور مصنف اور عالم ہین کتب خانے کے منتظم تھے۔ (آثار البلاد قزوینی۔ ذکر شہر تبریز) ۵۸۹ھ ہجری مین الناصر لدین اللہ خلیفۂ عباسی کے حکم سے ایک اور کتب خانہ نظامیہ کے احاطہ مین تعمیر ہوا۔ اور ہزارون نایاب کتابین شاہی کتب خانے سے اُسکے لیے عنایت ہوئین نظامیہ کی مخصوص فیاضیون مین یہ بات بھی شمار کی گئی ہے کہ اُس نے طلبا کے لیے وظیفے اور تنخواہین مقرر کین جس کا شاید اِس سے پہلے کبھی رواج نہ تھا۔

نظام الملک نے عام مدرسون کے علاوہ نیشاپور۔ ہرات۔ موصل۔ اصفہان۔ مین جو بڑے بڑے کالج قائم کیے تھے وہ بھی نظامیہ کھلاتے تھے۔ اور مدت تک نہایت مشہور و فائق علما اُن کے پروفیسر مقرر ہوتے رہے۔ مثلاً نظامیۂ ہرات کے مدرس ابو سعد محمد بن یحییٰ امام غزالی کے شاگرد تھے۔ نظامیۂ موصل مین ابو حامد محی الدین المتوفی ۵۰۰ھ ہجری نے درس دیا۔ ارجانی المتوفی ۵۴۴ھ ہجری نے نظامیۂ اصفہان مین تحصیل کی۔ لیکن نظامیۂ بغداد گویا یونیورسٹی تھی اور یہ تمام کالج اُس کی شاخین تھین۔

نظام الملک نے شاہی خزانے پر مدارس وغیرہ کا جو بہت بڑا بار ڈالدیا تھا اِس پر ملک شاہ کے دل مین بھی ایک خیال پیدا ہوا۔ اُسنے نظام الملک کو بُلایا اور جس طرح باپ کھلے اُسکی طرف خطاب کیا کرتا تھا اُسی طرح کہا ”پیارے باپ اس قدر زر کثیر سے تو ایک فوج مرتب ہوسکتی ہے۔ آپ جن لوگون پر ایسی فیاضیان کر رہے ہین اُن سے کون ایسا بڑا کام نکل سکتا ہے“ نظام الملک نے کہا ”جان پدر مین تو بوڑھا ہون۔ لیکن تم جو ایک نوجوان ترک ہو اگر بازار مین بیچنے کے لیے کھڑے کیے جاؤ تو امید نہین کہ تیس دینار سے زیادہ تمھاری قیمت اُٹھے۔ اِسپر خدا نے تم کو اتنا بڑا ملک عنایت کیا۔ اُسکا شکریہ یہی ہے؟ تمھاری فوج کے تیر چند قدم پر کام دے سکتے ہین۔ لیکن جو فوج مین تیار کر رہا ہون اُسکی دعاؤن کے تیر آسمان کی سیر سے بھی نہین رُک سکتے“ ملک شاہ بے ساختہ بول اُٹھا ”مرحبا۔ پیارے باپ ایسی فوجین جسقدر ممکن ہون اور تیار کرنا چاہیے“

اس مقام پر یہ غور کرنی کی بات ہے کہ یہ گفتگو در اصل باپ بیٹون مین نہ تھی - بلکہ بادشاہ وزیر یا یون کہا جائے کہ آقا اور خادم مین تھی - موجودہ زمانے مین بھی جب کہ آزادی کی حکومت ہے یہ گفتگو لوگون کو حیرت مین ڈال دیگی - کیا کسی اور قوم کے بادشاہ و وزیر مین اس قسم کی گفتگو سنی گئی ہے؟ نہین - یہ آزادی بھی خاص مسلمانون کا حصہ تھی - خیر اب آگے چلیے -

مسلمانون کی علمی تاریخ مین یہ بات بھی نہایت عجیب اور یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب ماوراء النہر کے علما نظامیہ کے قائم ہونے کے تمام حالات سے مطلع ہوئے تو سب نے ایک مجلس ماتم منعقد کی اور اس بات پر روئے کہ "وہ اب علم علم کے لیے نہین جاہ و ثروت حاصل کرنے کے لیے سکھایا جاے گا" نظامیہ نے اپنے اثر سے ایک عجیب گرمجوشی تمام ملک مین پیدا کر دی - وہ پانچوین صدی مین قائم ہوا اور چھٹی صدی تک اسلامی دنیا کا کوئی گوشہ (بجز اسپین کے) علمی عمارتون سے خالی نہ رہا -

موجودہ زمانے کے اسلام کو اُس دنیاے اسلام سے کچھ نسبت ہی نہین جو نظامیہ کے عروج کے زمانے مین ہندوستان سے اسپین تک آباد تھی - اُس زمانے مین ترقی کی ایک نظیر قوم بھر کے جوش کو اُبھار دینے کے لیے کافی ہوا کرتی تھی - اُس زمانے کے ذوق و شوق ہی کا اثر تھا کہ نظامیہ کے بعد تھوڑے ہی مدت مین شہر شہر اور قصبے قصبے مین مدرسے کھل گئے - بعد والے مدارس مین اگرچہ بہت بڑے بڑے مدرسے جاری ہوئے مگر ہم مدرسہ مستنصریہ کا کچھ حال نقل کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہین جو چند روز بعد خلافت کی طرف سے بغداد ہی مین قائم کیا گیا تھا - خاص بغداد مین نظامیہ کے علاوہ تیس بڑے بڑے کالج تھے جنکی شان و شوکت اور عالیشان عمارت دیکھکر قدرت خدا یاد آتی تھی - مگر مستنصریہ کا دبدبہ اور جلال ایک خاص توجہ چاہتا ہے -

مدرسہ مستنصریہ کے تذکرے کو مولوی شبلی صاحب اس دلچسپ تمہید سے شروع کرتے ہین کہ دولت عباسیہ کی تاریخ مین خلفاے عباسیہ پر یہ بڑا الزام تھا کہ ان تمام علمی عمارتون مین سے ایک بھی کسی عباسی خلیفہ کے نام سے نہ تھی - اور اس بارہ خاص مین دار الخلافہ بغداد بالکل غیر نسلون کا ممنون تھا - خلیفہ المستنصر باللہ نے جو رجب ۶۲۳ھ مین تخت نشین ہوا اس الزام کو اُٹھانا چاہا - اتنی مدت کی غلطی کا کفارہ بھی اُسی مقدار سی ہونا چاہیے تھا

اور انصاف یہ ہے کہ ویسا ہی ہوا۔ باتفاق تسلیم کیا گیا ہی کہ جس عظمت و شان کا یہ مدرسہ بنا اُسکی نظیر سے گذشتہ اور موجودہ دونون زمانے خالی ہین۔ ۶۲۵ھ مین دجلے کے کنارے اُسکی بنیاد کا مبارک پتھر رکھا گیا۔ اور چھ برس کی مدت مین سلسلۂ عمارت پورا تیار ہو گیا۔ عمارت کا ایک حصہ عین دجلے مین تھا۔ (مستنصریہ کے آثار اب بھی موجود ہین۔ ناصرالدین بادشاہ حال ایران نے سفرنامۂ ایشیا مین اُسکی گذشتہ شوکت یاد دلانے والی ٹوٹی پھوٹی عمارت کا ذکر کیا ہے۔) اُسی سال رجب کے مہینے مین جمعرات کے دن بڑی شان و شوکت سے اسکی رسم افتتاح ادا ہوئی جسمین بغداد کے تمام اعیان و افسران فوج و علما و مدرسین و قضاۃ و اہل منصب شریک تھے مستنصر نے تمام اعیان و امراکو خلعت عنایت کیے۔ اور موید الدین علقمی جسکے اہتمام مین عمارت تیار ہوئی تھی اُسکی جاگیر مضاعف کر دی۔ مذاہب اربعہ کے فقہا اور شیخ الحدیث۔ شیخ النحو۔ شیخ الفرائض۔ شیخ الطب درس کے لیے مقرر ہوئے ایک سو ساٹھ اونٹون پر لادکر عمدہ عمدہ کتابین کتب خانۂ شاہی سے اُس مدرسے کے استعمال کے لیے لائی گئین۔ مدرسے ہی کے احاطے مین ایک ہسپتال اور مزملہ بھی تھا۔ (جس سے گرمیون مین پانی ٹھنڈا کرتے ہین) دو سو اڑتالیس مستعد طلبا مدرسہ کھلنے کے ساتھ بورڈنگ مین داخل ہوئے۔ جنکو مکان۔ فرش۔ خوراک۔ روغن۔ کاغذ۔ قلم۔ وغیرہ مدرسے کی طرف سے ملتا تھا۔ اُن کے دسترخوان پر معمولی کھانے کے علاوہ شیرینی اور میوے بھی چُنے جاتے تھے۔ اِس سب کے علاوہ ایک اشرفی ماہوار الگ وظیفے کے طور پر مقرر تھی۔ سیکڑون دیہات اور مواضع مدرسے کے مصارف کے لیے وقف تھے جنکی مجموعی آمدنی ستر ہزار مثقال سونا یعنی آج کل کے حساب سے قریباً ساڑھے چار لاکھ روپیہ سالانہ تھی۔ (علامۂ ذہبی نے تاریخ دول الاسلام میں ان مواضع کی پوری فہرست بھی دی ہے) حنفیون کے مدرس اعظم شیخ عمر ملقب بہ رشید الدین فرغانی تھے۔ جو فقہ۔ اصول۔ حکمت۔ کلام مین بڑے ماہر گنے جاتے تھے۔ پہلے سنجار کے مدرسے مین مدرس تھے۔ پھر مستنصر باللہ نے فرمان بھیجکر بلا لیا تھا۔ مدرسے کے دروازے پر ایک ایوان تھا جسمین ایک نہایت عجیب اور بیش قیمت گھڑی* رکھی تھی۔ جسکو علی بن تغلب بن ابی الضیا بعلبکی ایک مشہور ہیأت دان و منجم نے تیار کیا تھا۔ علی بن تغلب اس صناعی کے زمانے سے ساعاتی کے لقب سے مشہور ہو گیا۔

* غالباً یہ دوسری گھڑی ہی جو دولت عباسیہ مین بنائی گئی۔

عبدالرزاق بن الفوطی جو محقق طوسی کا شاگرد رشید تھا اور دس برس تک مراغہ کی رصدگاہ مین محقق صاحب کے ساتھ خزانۃ الرصد کا مہتمم رہ چکا تھا واقعۂ تتار کے بعد کتب خانے کا افسر مقرر ہوا جہان رہکر اُس نے تاریخ کی ایک کتاب ۵۰ جلدون مین لکھی۔

افسوس موجودہ زمانے مین جہان وہ علمی درسگاہین اور وہ قومی مدارس نہین وہان وہ اگلا اسلام اور اگلے مسلمان بھی نہین رہے۔ نہ وہ ذوق رہا نہ وہ شوق رہا۔ نہ وہ ولولہ رہا اور نہ وہ جوش رہا۔ ورنہ جبس قوم کا یہ عالم ہوکہ بے کسی کے کہے سنے عام فائدہ رسانی کے لیے مدرسے پر مدرسے اور یونیورسٹیون پر یونیورسٹیان کھولتی چلی جاتی ہو جبس کے دولتمند کسی عالم کو اپنے شہر کا دھان دیکھکر صرف اُس کے اٹکا لینے کی غرض سے بڑے بڑے کالج قائم کردیتے ہون اُسی کا یہ عالم ہوجائے کہ آج علمی دولت تو قوم سے کب کی جا چکی اب۔ رہی سہی اسلامی مذہبی عزت بھی چھنی جاتی ہے اور کسی کے کان پر جون نہین رینگتی! قوم کی تباہی اور بربادی کی آوازین ہر طرف سے آرہی ہین اور کوئی نہین سنتا! ہمدردان قوم رو رو کر ایک ایک کے آگے اپنے قومی ادبار کی تصویر کھینچتے ہین اور کسی کے دل پر اثر نہین ہوتا! خیرخواہان اسلام بڑے بڑے رؤسا کو انجمنون اور جلسون مین جمع کرکے بلکہ اکثر ایک ایک کے دروازے پر جاکے اپنی پریشانی اور شکستہ حالی کا اظہار کرتے ہین مگر کوئی ترس نہین کھاتا! حقیقت مین اب مسلمان وہ مسلمان نہین رہے۔ اور قوم وہ قوم نہین رہی۔ اے خدا یہ ہمکو معلوم ہے کہ تو اپنا وعدہ پورا کررہا ہے۔ اور ہم جانتے ہین کہ تو اپنے اس اقرار کا نمونہ دکھا رہا ہے کہ "جب تک کوئی قوم خود اپنے ہاتھون سے اپنے تئین نہین خراب کرتی تو بھی اُسکو خراب نہین کرتا"۔ ہم مانتے ہین کہ یہ خرابی خود ہماری ہی پیدا کی ہوئی ہے۔ مگر اب قومی ناکامی اور ناامیدی ہم سے نہین دیکھی جاتی۔ تو مہربان اور رحمدل ہے۔ تو بگڑے ہوؤن کو بناتا ہے۔ تو ڈوبتون کو سنبھالتا ہے۔ اگر یہ مصیبت زدہ قوم خود اپنے تئین نہین سنبھالتی اور تجھے امتحان ہوگیا کہ اس مین سنبھلنے کی ذاتی قوت ذرا بھی نہین رہی تو تو اپنے معمولی رحم سے کام لے۔ اور بے اسکے کہ یہ ترقی پر آمادہ ہو اسے ترقی کے زینے پر چڑھا دے۔ اور اگر تو مدد کرنے مین اسی بات کا منتظر ہے کہ اس قوم کے عالی ہمت کچھہ بڑھے ہین تو انھین تو بھی بڑھائے۔ تو پنجاب کے برگزیدہ اور عاشق قوم نیک نیت مسلمانون کی طرف

دیکھ جنکی کوششون سے انجمن حمایت اسلام قائم ہوئی ہے - جنھون نے پچھلے اسلامی ٹھنڈے لہو سے پیدا ہونے والے لڑکون کے لیے قومی اسکول کھول دیا - جنھون نے قوم کی سادہ لوح اور بھولی لڑکیون کے لیے مذہبی زنانے مدرسے جاری کر دیے - جنھون نے مذہبی تعلیم کے لیے دنیاوی موجودہ اغراض کا لحاظ کر کے خاص اپنا کورس بنایا - جنھون نے غیر قوم کے پھندے مین پڑ جانے والے لاوارث یتیم بچون کے لیے یتیم خانہ بنایا - اے پاک پروردگار تیری امید پر اُنھون نے اتنا کیا آپ تو اپنے وعدون کے موافق اُن کی اغراض مین مدد دے - اور قوم کے ہر متنفس کے دل مین ڈال دے کہ وہ حمایت الاسلام کی مدد کرین - اُسکی پیروی مین ہر شہر مین اسی قسم کے نمونے دکھائین - حمایت الاسلام کے بنائے ہوئے کورس کو اپنے ہان رواج دین - آمین -

یہ قصیدہ دوسری ایجوکیشنل کانگرس کے پچھلے اجلاس کے خاتمے پر مولوی شبلی صاحب نعمانی پروفیسر محمڈن کالج علیگڈھ نے عجب پرجوش لہجے مین پڑھا تھا - اور حاضرین کے دل پر ایک عجیب اثر ڈال دیا تھا - ہم نہین چاہتے کہ ہمارے ناظرین اس کے مبارک اثر سے محروم رہین -

قصیدۂ عیدیہ کہ در وچیزے از برہمیِ کار اسلامیان وا نمودہ شد

روز عیدست و دگر کارِ جہان گشت بساز
بازشد بر رُخ گیتی درِ امید فراز

دستِ بیدادِ فلک آہمہ کوتاہ شدست
کہ دگر فتنہ نیارد کہ کند پاے دراز

خلق را باز لب از خندہ فراہم ناید
چون گل تازہ کہ غنچہ اش نتوان کردن باز

سخن از مے چہ کنی بادہ چہ خواہی امروز
نشۂ عیش ندارد بہ مے و بادہ نیاز

خواجہ از خانہ برون آئے کہ دیدن دارد
اینہمہ گرمی ہنگامہ و این زینت و ساز

مردمان بین کہ زہر ناحیہ گرد آمدہ اند
ہر یکے در ہنر خویش ز دیگر ممتاز

ہمہ در راہِ طلب گرم نفس چون خورشید
عیدگہ کعبہ و شان دشت نوردان حجاز

مردمان بسکہ ز ہر گوشہ فراز آمدہ اند
نگہ از تنگیِ جا بار نیابد باز

آن یکی جلوه فروش آمده در خانهٔ زین
وان دگر پر زده بر اوج زر بالش ناز

آن یک از تابش خور پرده فروهشته بروی
وان دگر در کنفِ چتر شده جلوه طراز

واعظ آراسته عمامه و از روی شرف
شمله را کرده چو سررشتهٔ امید دراز

زاهد ساده هم از کلبهٔ تنهائی خویش
با کهن خرقهٔ خود رفت برون بهر نماز

با همه شوکت و فر با همه تمکین و شکوه
خلق در عیدگه آمد ز رهِ صدق و نیاز

نفسی چند نشستند دو زانو وانگه
راست چون سرو ستادند پی ذکر و نماز

مفتیِ شهر هم از جا بامامت برخاست
با همه صدق و صفا با همه اخلاص و نیاز

انچه بایست ز ترتیل و سکون در قرأت
همه بر وجه حسن کرد ادا آن ممتاز

پس دگر خطبه بفرمود بآوازِ بلند
خطبهٔ چون سخنِ قامتِ محبوب دراز

شاخ و برگ سخن افزودم و از جا رفتم
خود نگویم که چه انجام پذیرفت آغاز

شور برخاست ز مردم که مبارک بادا
عید و این گرمی هنگامه و این تهنیت و ساز

در سخن بود یکی کز غمِ دنیا رستم
دیگری گفت علی الرغم سپهرِ کجباز

کودک از روی ادب عرض نیایش سازد
پیر گفتی صد و سی سال ترا عمر دراز

پدر از مهر بپاسخ پسرش را گفتی
مرحبا ایدک الله بعزٍّ ممتاز

حیف کاین شور و طرب یکدو نفس بیش نماند
چه کند عید بدر روی که بود صبر گداز

جمع اسلام چو باشد هدفِ تیرِ بلا
خود چو کج باخت بایشان فلکِ عربده ساز

فرق نبود بحقیقت ز محرّم تا عید
آه از فتنه گری های سپهرِ کجباز

خود همان جمع که می داشت بهم تیغ و قلم
خود همان قوم که بوده ست بهر مایه فراز

آنکه در انجمنِ فضل نمیداشت همال
آنکه در بزمگهِ دهر نبودش انباز

آنکه جان در تنِ افسردهٔ معنی بدمید
آنکه برداشته قفل از درِ گنجینهٔ راز

هیئت و هندسه را پایهٔ او گشت بلند
منطق و فلسفه را داده هم او زیب و طراز

نظمِ او بنگر و انگه سخن از سحر مگوی
نثرِ او بین و دگر قصه مخوان از اعجاز

یاد آن رونقِ بازارِ هنر در بغداد
یاد و آن گرمیِ هنگامهٔ فن در شیراز

قرطبه آنکه از و کسبِ هنر کرد فرنگ
وان سلرنو که اطالیه باو داشت نیاز

خود همان جمع که افراخت بعیوق علم
آنکه بر اوجِ فلک سود کلهٔ گوشهٔ ناز

آنکہ پامالِ خرامش چہ صفاہان وچہ قم　　آنکہ تاراج نگاہش چہ عراق وچہ حجاز
آنکہ دیلم بہ جبین داغ سجودش بر داشت　　آنکہ سلجوق بخاکِ در او کرد نماز
روم را لرزہ براندام ز بانگِ غضبش　　ہند را غلغلۂ مقدم او زہرہ گداز
فتح را از پے طاعت خم تیغش محراب　　بخت را بہر پرستش درِ او کعبۂ راز
رُمحِ او بود کہ تاج از سرِ قیصر بربود　　تیغ او بود کہ شد با دل کسریٰ ہمراز
رُمح در چشمِ عدو پاسے ثبات افسردہ　　تیغ در سینۂ بدخواہ بیاسودہ بناز
اینک آن قوم بحالیست کہ نتوان گفتن　　خود بہ بین تا بچہ انجام رسید آن آغاز
دست ہر یک شدہ از دامنِ مطلب کوتاہ　　ہر یکے را بہ ہمین غصہ زبان گشتہ دراز
ہمہ را از ستمِ حادثہ خون گشتہ جگر　　ہمہ را شیوۂ بیچارگی وعجز و نیاز
غم بدان مایہ کہ ہرگز نتوان دید تہی　　دیدہ از اشکِ دل از غصہ، جا نہانہ گداز
نالہ بیخواست برآید ز دلِ خستۂ ما　　شیشہ را ہست بہنگام شکستن آواز
ہے چہ سازیم وخود از دست کہ فریاد کنیم　　کین جفاہا ہمہ از ماست بما آمدہ باز
ہرچہ بر ماست ہم از دست سیہ کاری ماست　　گلۂ نیست ز بخت و فلکِ عربدہ ساز
زہرۂ کیست کہ این قصۂ غم گوش کند　　داستانیست جگر خون کن و اندیشہ گداز
گر درین نظم کمیتِ قلم از پو یہ بماند　　بال و پر ریخت اگر مرغِ سخن در پرواز
عذرِ من نہ کہ محالست بیک نغمہ سرود　　داستانِ غم و افسانۂ محمود و ایاز
شرحِ این حادثہ از شبلیِ دل خستہ مخواہ　　شب بود کوتہ و افسانہ درازست دراز

ہمارا جدید ناول

آخر وہ زمانہ آگیا کہ ہم اپنے ناظرین سے کئی مہینے سے جو وعدہ کرتے چلے آتے ہین اُس کو پورا کرین - اِس مرتبہ **دلگداز** کے ساتھ ایک جدید **ناول** کا ایک جز نذرِ قدردانانِ **دلگداز** ہے - ابھی سے کہدینا اگرچہ نازیبا ہوگا مگر اپنے دوستون کا شوق بڑھانے کے لیے ہم یہ بھی کہے دیتے ہین کہ اِس **ناول** کو وہ اپنے مذاق مین نہایت عمدہ اور نہایت قیمتی پائین گے - اِس وجہ سے نہین کہ یہ **شرر** کی جانب منسوب ہی - بلکہ کئی اور وجوہ سے -

اول تو اِس کا سین اُس سرزمین پر کھینچا گیا ہے جو یورپ اور ایشیا بلکہ ساری دنیا کی نظر مین ایک نہایت ہی معزز اور مقدس حیثیت رکھتی ہے - جو مذاہب کا سرچشمہ تھی - اور جسکی خاک سے ہزارون انبیا اور پیغمبر اُٹھے اور خاک مین مل گئے یعنی سرزمین **شام** دنیا کی سب سے پُرانی کتاب مقدس توراۃ انھین پہاڑون مین ظاہر ہوئی جنکی اِس **ناول** کے ذریعے سے ہم اپنے دوستون کو سیر کرائین گے - تاریخی حیثیت سے بھی دیکھا جائے تو ملک شام اُس قدیم زمانے کے واقعات کو دکھا رہا ہے جب ساری دنیا کی تاریخ پر پردہ پڑا ہوا تھا - اِس مین کوئی شک نہین کہ ملک شام کو اِن حیثیتون سے تمام ملکون پر ترجیح ہے - اُس کی اِس ترجیح کو کوئی نہین مٹا سکتا - یورپ ہزار ترقی کرے اور اپنے نامورون کو پیش کرتے وقت لاکھ بڑھ بڑھ کے باتین بنائے مگر ایشیا کا ملک **شام** وہ مقام ہے کہ اِس کے آگے ہمیشہ اُس کا سر جھک جائے گا -

دوسرے یہ **ناول تاریخی** ہے - اُردو مین اسوقت تک جتنے اورجنل (طبعی) ناول لکھے گئے اُن سب مین کسی **تاریخی** واقعے کی مطابقت کی کوشش نہین کی گئی صرف فرضی قصے سے کام لیا گیا - اور محض خیالی عبارت آرائیون سے سوسائٹی کے نمونے دکھائے گئے - مگر اِس **ناول** مین بہت زیادہ لحاظ رکھا گیا ہے کہ **تاریخ** کسی طرح ہاتھ سے نہ جانے پائے - اِسوجہ سے اِسمین اور اُردو کے اور **اورجنل** ناولون مین قریب قریب وہی فرق ہے جو سچ اور جھوٹ مین ہوا کرتا ہے - یہ دعوی نہین کہ اِسمین جو کچھ لکھا ہے سچ ہے - مگر اِسمین بھی شک نہین کہ جو یہ **ناول** دیکھے گا وہ **تاریخ** کے ایک خاص حصے سے بخوبی واقف ہو جائے گا -

تیسرے تاریخ سے بھی اِس **ناول** کے لیے وہ واقعہ چنا گیا ہے جو تمام مہذب دنیا مین بڑی حیرت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور جس مین عیسائیون اور مسلمانون دونون کو پوری دلچسپی حاصل ہوتی ہے - یعنی **کروسیڈ وار** (وہ عظیم الشان لڑائی جو **بیت المقدس** کے لیے مسلمانون اور عیسائیون مین ہوئی تھی - اور جسمین باوجود شرعی ممانعت کے دین مسیحی نے بڑا پُرجوش جہاد کیا تھا) یہ وہ لڑائی تھی جسمین اگرچہ مسلمان اُسوقت کامیاب ہو گئے مگر دراصل اُسی کے بعد سے ترقی کے میدان مین یورپ نے آگے قدم بڑھانا شروع کیا اور مسلمانون کا قدم پیچھے پڑنے لگا - تواریخ کے صفحون پر بڑے بڑے

ناموروں کے نام لکھے ہوئے ہیں - مگر جو شہرت اس معرکے کے بہادر اور بلند حوصلہ سپہ گروں **سلطان صلاح الدین** اور **رچرڈ دی فرسٹ** کو حاصل ہوئی وہ بمشکل کسی کو نصیب ہو سکتی ہے - یہی معرکہ آرا تھے جنکو اُسوقت دین مسیحی اور دین اسلام دونوں مذہب امید و بیم کی نظر سے دیکھ رہے تھے - اور اب حیرت و استعجاب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں -

ان **مذکورہ بناؤں** پر میں کہ سکتا ہوں کہ شاید ہمارے دوستوں میں کوئی نہو گا جو اس **ناول** کو نہ پسند کرے - عام اس سے کہ وہ خاص ہمارے رنگ عبارت کے موافق ہو یا مخالف - یہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ یہ کام میری حیثیت سے بدرجہا زیادہ بڑھا ہوا ہے - اس قسم کی تصانیف کے لیے اندنوں آمادہ ہو جانا کچھ انگریزوں ہی کا کام ہی - اور انگریزوں میں بھی خاص **سر والٹر اسکاٹ** کا - لیکن دو خیال مجھے جرأت دلاتے ہیں - ایک تو یہ کہ جسقدر میں لکھوں گا قوم کے لائق لوگ اپنے پُر جوش مذاق میں اُس سے زیادہ سمجھیں گے - دوسرے یہ کہ ملک کے منتخب اور تاریخ دان اور جادو نگار انشا پرداز اپنے رنگ کی پہلی تحریر سمجھ کر اس کی غلطیوں کو معاف کریں گے - اور مہذب الفاظ میں اُن لغزشوں سے مجھے مطلع کریں گے -

مصلحۃً اور ضرورۃً **ضمیمۂ ناول** کُل خریداران **دلگداز** کی خدمت میں روانہ کیا جاتا ہی **جن حضرات کو نہ لینا ہو پرچے کے پہونچتے ہی بذریعۂ کارڈ منع فرمائیں** اور بہت جلد اطلاع دیں کہ آئندہ یہ **ضمیمہ** اُن کی خدمت میں نہ روانہ کیا جائے - **ورنہ برابر جاری رکھا جائے گا - اور قیمت پوری لی جائے گی - اب سال بھی پلٹا قیمت دلگداز اور ناول کی بہت جلد ارسال فرمائیں** - کیونکہ اس ضمیمے کی وجہ سے ہماری ضرورتیں بھی بڑھ گئی ہیں -



غریب کا چراغ

ہاے دیکھو کس طرح ٹمٹما ٹمٹما کے جل رہا ہی - اِسکی ماند روشنی یا تو پرانے جھوپڑون کی پھوس کی چھت اور چٹائی کی ٹٹیون پر پڑتی ہے - بس بعینہٖ جس طرح ٹوٹے پھوٹے کھنڈرون مین مسلمانون کا اقبال چمک رہا ہے - اور یا اُن کھُلے میدانون مین جن پر ہمارے میدان آرزو کی طرح سناٹا چھایا ہوا ہی - اُن میدانون مین جگنوؤن کے مثل یہ چراغ دور پر جِھلملاتا نظر آتا ہے - اور عجب حسرت بھرے جذب سے بہک کر جا نکلنے والون کو اپنی طرف کھینچتا ہے - اے اس نئی روشنی کے جگمگاتے ہوئے لمپون کے گرد بیٹھنے والو تمھین اِس چراغ کی قدر نہوگی - مگر ہاے یہ بے تکلف چراغ جسکی قدر کچھ اگلون ہی کو خوب تھی تمھاری تیز روشنی والے لمپون سے کہین زیادہ مفید ہے - اِس کے دونون سین دیکھنے کے قابل ہین -

اُس جھوپڑے کو دیکھتے ہو ؟ کتنا مختصر ہے ! بنانے والے نے اپنے سر نیچر کا احسان لینے مین بھی بڑی بے پروائی کی ہے - کیونکہ اگرچہ چارون طرف بہت جگھ خالی پڑی ہوئی ہے مگر وہ زمین کا بہت ہی تھوڑا حصّہ اپنے استعمال مین لایا ہے - ایک چراغ اندر ٹمٹما رہا ہے اور ٹٹیون کی درزون سے اُسکی زرد زرد روشنی نکلتی ہے اور باہر کی اونچی نیچی غیر مسطح زمین پر ایک سُنہرے سینکیے کی وضع بنا دیتی ہے - یہ روشنی اِسقدر ہلکی ماند اور دھیمی ہے کہ موسم سرما کا کہرا بہت نزدیک ہی اِسکا اثر مٹا دیتا ہے - اندر ایک چھوٹا سا خاندان زندگی بسر کر رہا ہی - جھوپڑے کا مالک یا اِس خاندان کا جفاکش بادشاہ چونکہ دن ہی کو اپنا کام پورا کر چکا ہی اسلیے اطمینان سے ایک طرف بیٹھا حقّہ پی رہا ہے - اپنا فرض ادا کر چکنے کی خوشی دنیا کی سب خوشیون سے بڑہی ہوتی ہے - وہی خوشی ایک دل کو روشن کر دینے والی نور کے مثل اسکے چہرے پر چمک رہی ہی - چار برس کا ناسمجھ بچّہ دن بھر کے بعد اپنے باپ سے ملا ہے اور اِس شوق سے اُسکی گود مین بیٹھا ہی کہ کھیلتے کھیلتے جب زیادہ آگے بڑھ آتا ہے تو یک بیک پیچھے کھسک کے اچھی طرح بیٹھ جاتا ہے - چھ برس کی بھولی

معصوم لڑکی سامنے بیٹھی ہی اور جہان اپنے چھوٹے بھائی کی باتون سے خوش ہو رہی ہی وہان اُسپر حسد بھی کر رہی ہی کہ ابا کی گود مین بیٹھا ہی - یہ دونون بچے اپنی پیاری پیاری اور میٹھی میٹھی باتون سے اُس کے دن بھر کے تھکے اور مضمحل دل کو بھلا رہے ہین - اور وہ ان کی بھولے پن کی حرکتون مین اس دلچسپی سے غرق ہی کہ زندگی بھر کی فکرین بھول جاتی ہین - اور ان سب باتون پر طرہ یہ ہی کہ ٹمٹماتے ہوئے چراغ کی دُھندلی روشنی ننھے بچے کے خوش خوش اور باپ کی صورت کی عاشق لڑکی کے بھولے اور باپ کے مطمئن چہرون پر پڑ رہی ہی - یہان سے تھوڑی دور ہٹ کر لڑکون کی مان اُسی چراغ کے آگے ایک پھٹی چادر اوڑھے اپنے دوپٹے مین پیوند لگا رہی ہے - اور اُس کے برابر ہی بڑی کنواری لڑکی ٹوپی کاڑھ رہی ہے - یہ ٹوپیان ایک شہر کے ٹھیکہ دار کی معرفت کاڑھنے کو ملا کرتی ہین اور اُنکی اُجرت جو ہماری نظر مین نہایت حقیر ہے اس خاندان کی روزی کا ایک حصہ ہوا کرتی ہے - جھونپڑا بہت تنگ ہے - ہوا بہت رُک رُک کے آتی ہے - سامان بہت ادنی حیثیت کا ہی - رہنے والے غریب اور چھوٹی قسمت کے لوگ ہین - اور ایسے ہین کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ فکرین جن پر ہم توجہ بھی نہین کرتے ان کے دلون پر بڑا سنگین اثر ڈالدیا کرتی ہین مگر یہ زرد زرد شعاعون کا چراغ ان سب کے چہرون کو نہایت تازہ - شگفتہ اور بشاش دکھاتا ہی - ننھے بچے کی ناسمجھی کی باتین - منجھلی لڑکی کا بھولا اور پیارا دلفریب چہرہ جس پر بیفکری کے علاوہ سادگی کا روغن بھی پھرا ہوا ہی - بڑی لڑکی کا ایک متانت اور سنجیدگی کے ساتھ اپنے کام مین مشغول ہونا - اور اُسکی نیچے کو جھکی ہوئی حسین اور عصمت شعار آنکھین - باپ کا اطمینان اور بچون کی باتون سے خوش ہو ہو کے ہنسنا - مان کا اپنی غریبی کے لباس کا درست کرنا اور کفایت شعاری کے اصول کو بغیر کسی قسم کی افسردہ دلی کے برتنا - یہ سب ایسی دلفریب دلربا اور قیمتی چیزین ہین کہ اعلیٰ سوسائٹی اور رئیس پارٹی کے بڑے بڑے محل اور اونچی اونچی کوٹھیان چھان ڈالو کہین نہ نظر آئین گی - مومی بتیون کی نفیس اور خوشگوار کرنون مین - عمدہ عمدہ قیمتی ولایتی لیمپون کی آنکھون کی چوندھیا دینے والی شعاعون مین یہ سین کبھی نہ نظر پڑے گا ہاے اِس قسم کے سین نظر آئین گے تو اِسی دیسی چراغ کی مٹی مٹی روشنی اور زرد زرد شعاعون مین -

پہلا سین تو دیکھا اب دوسرے سین کی بھی سیر کر لو۔ اُس میدان مین دیکھو ایک چراغ ٹمٹما رہا ہی ہوا آہستہ آہستہ چلتی ہی اور اُسکی لَو کو زیر و زبر کر رہی ہے۔ چراغ گویا گُل ہو ہو کے روشن ہوتا ہی اور روشنی مٹ مٹ کے نمودار ہوتی ہے۔ دور سے دیکھنے والا مسافر کبھی جگنو سمجھ کے مایوس ہو جاتا ہے۔ اور کبھی غول کا خیال کرکے ڈرنے لگتا ہے۔ مگر باوجود ان سب باتون کے وہ ڈر ڈر کے قدم اُٹھاتا ہے اور اِسی طرف بڑھتا چلا جاتا ہے۔

چراغ کی روشنی کبھی اپنی میلی کرنین آس پاس کے درختون تک بڑھا دیتی ہے اُن کے ہوا سے ہلتے ہوئے پتون پر یہ کرنین سیکڑون جگنو سے چمکا دیتی ہین۔ اور پھر یک بیک یہ روشنی غائب ہو جاتی ہے اور جنگل کا سناٹا اپنی معمولی خموشی اور تاریکی کی حالت پر آرہتا ہے۔ زیادہ آگے بڑھکر مویشیون خصوص بکریون کی آوازین سنتا ہے اور اُسکے دل کے خیالات اور شکوک یکایک غائب ہو جاتے ہین۔ اب وہ زیادہ آرزومند ہو کے تیز چلنے لگتا ہی اور اُس کم حیثیت جھلملاتے ہوئے چراغ کے پاس پہونچتا ہی۔ اور دیکھتا ہی کہ ایک ٹٹی دو لکڑیون کے سہارے پر ترچھی کھڑی ہے اور اُسکے نیچے کوئی ایسا شخص بیٹھا ہی جس نے دنیا کی ساری خوشیون اور تمناؤن کو لات مار کے اپنے سامنے سے ہٹا دیا ہی۔

کچھ بکریان اور بھیڑین سامنے روشنی کے رُخ پر اطمینان سے بیٹھی جُگالی کر رہی ہین جنکے مُنہ کی حرکت سے دھندلی روشنی مین ہر وقت اپنے کام مین مشغول رہنے اور نیز اطمینان اور بے فکری سے زندگی بسر کرنے کا عجب طرح سے پتا لگتا ہی۔ اس سے پیشتر مسافر صرف اپنے پاؤن کی آواز سنتا تھا اب ان بے زبان جانورون کے جُگالی کرنے کی آواز بھی سنتا ہی۔ یہان کی ساری رونق اصل مین پوچھو تو صرف اُس ایک ٹمٹماتے ہوئے چراغ سے ہے جو ایک آوارہ گرد کو دور سے کھینچ لایا ہی۔ مسافر کی چاپ پاکر وہ شخص اُسکی طرف متوجہ ہوا اور دیکھتے ہی اُٹھ کھڑا ہوا۔ اِس غریبی۔ اِس بے سرو سامانی مین اور اِس چراغ کی تاریکی آمیز روشنی مین اِس شخص نے صرف کھڑے ہو کر خلق و مروت کی وہ ادا دکھا دی جو شاید دنیا مین اور کہین نہ نظر آتی۔ مسافر نے سلام کیا۔ اور دل مین اس قدر جوش مسرت پیدا ہوا کہ نہ منضبط ہو سکا خود ہی دوڑ کے لپٹ بھی گیا۔

اب اُس ٹیڑھی ٹٹی کے نیچے بیچ مین وہی چراغ جل رہا ہے جسے ہم نے غریب کا چراغ کہا ایک طرف میزبان بیٹھا شگفتہ ہو ہو کے احوال پوچھ رہا ہے۔ اور دوسری طرف مہمان

بیٹھا ان ذلّت کے سامانون کی دلفریبیون کو گھبرا گھبرا کے دیکھ رہا ہے - چراغ کی روشنی دو چہرون پر پڑ رہی ہے جنمین دونون بشاش ہین - ایک کو ہم جنس ملا ہی اور قومی ہمدردی کا جوش اُسنے خوش کر رہا ہی - دوسرے کو پناہ اور آرام کی جگھہ ملی ہے اور میزبان کے بےتکلفانہ اخلاق اُسے مسرور بنا رہے ہین - اے دنیا کو غور سے دیکھنے والو! انصاف تمھارے ہی ہاتھ ہے - بھلا کبھی کسی شمع اور کسی لیمپ کی روشنی بھی ایسے دوراست بازانہ اور صاف دل دوستون کے چہرون پر پڑی ہو گی ؟ کبھی نہین - وہان تکلف کی راہ سے جسطرح چہرے زبردستی ضرورت سے زیادہ پُرتکلف اور خلیق بنائے جاتے ہین اُسی طرح صرف دکھانے کے لیے وہان کے چراغون کی روشنی بھی بہت تیز ہوتی ہی -

غریب کا کم حیثیت چراغ دیکھنے مین تو بہت ذلیل ہے، مگر اصل مین دیکھو تو یہی وہ چراغ ہی جو پہلے پہل تہذیب کے راستون مین روشن کیا گیا - اسی کی مدد سے تمام وہ جگمگاتی ہوئی روشنیان ظاہر ہوئین جنکی جگمگاتی ہوئی کرنین آج نظرون کو جھپکائے دیتی ہین تمھین اسکا صحیح اندازہ کرنا ہو تو تھوڑی دیر کے لیے اگلی دنیا مین چلے جاؤ اور گذرے ہوئے زمانے پر خیال کرو - تاریخین تمھین بہ سہولت پونہچا دین گی - دُنیا کے سب سے پہلے دربارون کو دیکھوگے تو شاہی تختون کے آگے بھی یہی چراغ نظر آئے گا - تاج سلطنت کے جواہر بھی اسی چراغ کی دُھندلی روشنی مین جھلکتے دکھائی دین گے - ذرا اور ادھر ہٹوگے تو لگژری (عشرت پسندی) نے اِس چراغ کو حقیر سمجھ کے دربارون سے نکلوا دیا ہو گا - کیونکہ مومی اور کافوری شمعون کی روشنی کے ہوتے ہوئے دولتمند لوگ بھلا اِسے کیون پسند کرنے لگے تھے - مگر ہان بڑے بڑے فلسفیون کے دماغ اور بڑے بڑے نازک خیالون کے دل اسی چراغ کے آگے بیٹھے غور کر رہے ہون گے - سقراط و افلاطون اور اسلام کے بڑے بڑے نامور فلسفیون کے نازک دماغون تک اُسی چراغ کی شعاعین پہونچ سکی ہون گی جو وہان جھونپڑے کی رونق تھا اور وہان صحرائے وحشت ناک کے پرحسرت سین مین ایک کیفیت پیدا کر رہا تھا -

وہ مجلد کتابین اور وہ قدامت کے منتخب کارنامے جو زمانے کی امانت داری مین رہکر ہم تک پہونچے ہین - جنکو فلسفی اپنے ایمان سے کم نہین جانتے - اور عقلمندون کی دنیا جنکی ہمیشہ تعظیم کرتی آئی اور کرتی رہے گی سب کے سب اُنھین ٹمٹماتے ہوئے

نہین بتی کے چراغون کے سامنے لکھے گئے ہین جنہین آج اپنے بیہودہ غرور کی بدولت ہم نے اپنے گھرون سے نکال دیا ہی۔

اصل مین یہ عمدہ عمدہ شمعین جن سے آجکل کی نکھری صحبتون کی رونق ہی اور یہ جگمگاتے ہوئے لمپ جنکی شعاعین الکٹرفیشن ایبل مسون اور لیڈیون کے گلابی رخسارون ہی پہ پڑتی ہین لکژری (عشرت پسندی) کا بہت پُرخوف اور بُرا نمونہ ہین۔ لکژری سے انھین کچھ ایسا لزوم ہوگیا ہے کہ جہان لکژری ہے وہان یہ بھی ضرور ہین اور جہان یہ نہین وہان لکژری بھی نہین۔ عشرت پسند اپنی قدیم آرزوئین پوری کر رہی ہین۔ قسمت اُنھین کامیاب کرا رہی ہے۔ اگر اُنھون نے غریب وبیس ٹمٹماتے چراغ کا ساتھ چھوڑا تو چھوڑنے دو۔ کیونکہ وہ بامراد ہین۔ مگر اے ہماری شکستہ حال قوم تیری کون مراد بر آئی ہے؟ کس مقصد مین تو کامیاب ہوئی ہے؟ جو تو نے بھی اپنے تئین اُسی قسم کی خوفناک لکژری مین ڈال دیا جو آج تک سیکڑون قومون کو تباہ کر چکی ہے۔

مسلمانو! اول تو یہی نہین کہا جا سکتا کہ تمھارے لیے کسی قسم کی امیدین بچی ہین۔ اور ہین بھی تو تم سے بہت دور ہین۔ تمھاری سوسائٹی اس جھلی ترقی کی دوڑ مین بھی اُس درجے کو نہین پہونچی کہ یہ لکژری تم پر ذرا بھی پھبتی ہو۔ کسی زمانے مین تم اِس قابل ہو گئے تھے اور اُسی کا یہ نتیجہ ہے کہ آج اس حالت کو پہونچ گئے ہو۔ تمہارے گھرون اور تمھاری صحبتون مین تمھاری حالت کی مناسبت سے اور نیز لکژری سے بچنے کے لیے وہی ٹمٹماتا ہوا چراغ ہونا چاہیے جسے ہم ابھی "غریب کا چراغ" کہہ چکے ہین۔

اے "غریب کے چراغ"، تو پہلے بھی ہمارا ساتھی تھا اور اب بھی ہمارا مونس ہے۔ ہم پہلے بھی تیرے قابل تھے اور اب بھی ہین۔ کیا خوب کہا ہے ہمارے ہادی برحق رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے "اَلْاِسْلَامُ بَدَأَ غَرِیْبًا وَسَیَعُوْدُ غَرِیْبًا"، یعنی اسلام غربت سے شروع ہوا اور پھر اُسی غربت کی حالت پر عود کر جائے گا۔

جھلملاتا ہوا تارہ

دنیا مین جو سین سب سے زیادہ موثر سمجھا جاتا ہے اُس کی بڑی رونق اُس آسمان سے ہے

جس کے تارے جھلملا رہے ہون - یہ پچھلے کا وقت ہوتا ہی - بلکہ جب صبح نمودار ہو چکتی ہی اور یقین آجاتا ہی کہ نہانان شب سے اب زیادہ اصرار کیا گیا تو اپنے بناؤن کی طرح خود بھی بگڑنے لگین گے - یہ تارہ اُسوقت کسی سے چھٹنے والون کی تصویر ہر اُس شخص کے سامنے پیش کردیتا ہے جو صبح صبح بشاش اٹھتا ہے اور اپنے دنیاوی کامون کی طرف متوجہ ہونا چاہتا ہے - یہ خیال کرنے کی بات ہی کہ اس دل دُکھا دینے والے تارے نے اپنی حسرت بھری صورت دکھانے کے لیے وقت کتنا معقول تجویز کیا ہے - دن بھر دنیا والے اپنے کامون مین پھنسے رہتے ہین اُنھین معلوم بھی نہین ہوتا کہ دنیا مین کیا ہو رہا ہی - اس بات کی بھی خبر نہین ہوتی کہ آفتاب کہان پہونچا اور وہ تمام چیزین جن سے بزم سحر کی زیب و زینت ہے کس وضع پر ہین اور کیا بہار دکھا رہی ہین - رات سارے عالم کو وہ کالی اور بے روپ کملی اُڑھا کے سُلا دیتی ہے جسے امیر وغریب بادشاہ و امیر سبھی اوڑھتے ہین - اس غفلت سے کبھی آنکھ کُھل جاتی ہے اور اُکتا کے چاہتے ہین کہ مونھ کھول دین اور قدرت کی بہار سے کچھ لطف اُٹھائین مگر نیرنگ ساز زمانے نے کچھ اس حکمت اور پیچیدگی سے وہ کملی اُڑھائی ہے کہ لاکھ پریشان ہو ہو کے اور اُس سے گھبرا گھبرا کے کوشش کرتے ہین کہ منھ کھل جائے مگر نہین کُھلتا - الغرض چار پہر تک ساری دنیا باغ عالم کی دلچسپیون سے محروم رہتی ہے - اور اس عرصے تک کی بیکاری مین چونکہ بہت ترس ترس کے وقت کاٹنے کا اتفاق ہوتا ہے اسوجہ سے اکثر لوگ تڑکے ہی اُٹھ بیٹھتے ہین - اور دنیا کا وسیع منظر جسے رات بھر نہین دیکھنے پائے تھے اُسکو اسوقت اس ذوق وشوق سے دیکھتے ہین کہ قدرت کی ہر ادنے ادنے کاریگری پر مزہ آجاتا ہے - اور پھر اسوقت اُدھر متوجہ ہونے کی مہلت بھی ہوتی ہے - نیند بھر کے سو چکے - اور اپنے روزانہ کاروبار مین مشغول ہونے کا ابھی وقت نہین آیا - ہاے کس قیامت کی گھڑی ہے اکسی نئے نئے جوبنون پر آنے والے کے ملیح چہرے کی طرح رات کی بے رونق سیاہی مین ایک ہلکا ہلکا نور بھی پیدا ہو گیا ہے - پھول کِھلتے جاتے ہین اور آسمان شبنم کے صاف اور شفاف پانی سے اُنھین نہلاتا جاتا ہے -

قدرت کو بھی اسوقت جوانان چمن کا حسن دلفریب دکھانا منظور ہے کیونکہ اُن کی دھانی پوشاک پر ایسی مرصع کاری کردی ہے کہ جدھر نظر اٹھائیے نظر لبھا لینے والی

جواہر کا جلوہ آنکھون کے سامنے ہوجاتا ہے - ٹیپو رکی خوش الحانی اُس ہوا مین گونج رہی ہے جس پر گویا اسی وقت کے انتظار مین کامل چار پہر تک سناٹا طاری رہا تھا - ان سب چیزون کو دیکھتے دیکھتے دنیا والون کی نظر نماز سے فراغت کرکے دعا مانگنے والون کی طرح آسمان پر جاتی ہے - اور ہاے! وہان یہ تارہ نظر پڑتا ہے جو باغ عالم کی ساری دلچسپیون کو نظر کے سامنے آتے ہی خاک مین ملا دیتا ہی -

جھلملاتے ہوے تارے مین کچھ ایسی حسرت کی کیفیت پائی جاتی ہے کہ اسکی غم یاد دلانے والی شکل دیکھتے ہی خدا جانے کن کن چیزون کا خیال آجاتا ہے اور کون کون باتین نظر کے سامنے پھر جاتی ہین - اصل مین یہ تارہ کسی خاص شخص کی نہین مجسم حسرت کی تصویر ہے - مگر کچھ ایسی سچی تصویر ہے کہ دنیا کا کوئی اندوہناک چہرہ نہین جو اسکو دیکھ کے نہ یاد آجاتا ہو - اے ہماری طرح قدرت کی کارگیریون کی قدر کرنے والو ذرا دم بھر بیٹھ کے اس تارے کا چہرہ غور سے دیکھو - دیکھو کس کمال کی تصویر کھینچی ہے کہ ہی تو عام خیال کی یاد دلانے والی مگر جس حسرت نصیب کی صورت سے چاہو منطبق کرلو - بس یہی بات ہے جو انسانی کارگریون مین نہین پیدا ہو سکتی - یہ حسرتناک سین دیکھنے کے قابل ہے کہ دنیا سے رخصت ہونے والا تارہ آسمان پر جھلملا رہا ہے اور ہمارا ساتھ چھوڑنے والی شمع دنیا کی روشنی ملی ہوئی تاریکی مین ٹمٹما رہی ہے - دونون کا سامنا ہے - شمع تارے کی صورت دیکھتی ہے تارہ شمع کی صورت دیکھتا ہے - اور ہم چپکے بیٹھے ایک افسردہ دلی کے ساتھ دونون کو دیکھ رہے ہین -

بھلا اب انا .. ہ کرو کہ یہ تارہ کسے کسے یاد دلاتا ہی -

یہ بھی خیال ہے کہ کوئی کسی سے رخصت ہو رہا ہوگا ؟ ہاے! خدا جانے غریب کے دل پر کیا گذر رہی ہوگی - کسی لہان شب کی معطر زلفون کے خوشبودار تیل سے چکنائی ہوئی گوری پیشانی پر اسی جھلملاتے ہوئے تارے کی شعاعین چلمن سے چھن چھن کے پڑی ہونگی - اور دامن شمع مین پگھلنے کے شہادت نصیب پروانون کے تڑپنے کی آواز نے پیاری نیند مین خلل ڈال دیا ہوگا - آنکھین مل مل کے اُن گورے رخسارون پر سے زلفین ہٹائی ہونگی جن پر رات کی بے تکلفی کی کروٹون مین بالون کے نشان بن گئے ہون گے - ہاے ان بگڑی اداؤن کے ساتھ لب نازک پر ‘‘ دو جانے ’’ کا لفظ بھی آگیا ہوگا - اور

اس ظالم لفظ کے سنتے ہی تازہ صدمۂ فراق اُٹھانے والے بدنصیب کا چہرہ اُس حسرت کا تیسرا نمونہ ہوگیا ہوگا جو اس پُراندوہ سین مین ایک طرف جھلملاتے تارے سے اور دوسری طرف شمع سحر سے ظاہر ہو رہی تھی - یہ غم نصیب صورت بالکل اُس تارے کے مشابہ ہے - آپ چاہے ملا لیجیے - دیکھیے غریب کس بیکسی سے بیٹھا ہے - اور ترس نہ کھانے والے کی صورت دیکھ دیکھ کے کس مایوسی کے ساتھ نظر نیچی کر لیتا ہے - نقش حیرت ہو رہا ہے - یہ بھی بھولا ہوا ہے کہ قسمت آزمائی ہی کی غرض سے سہی کسی کے روکنے کی کچھ کوشش تو کرے - اس کشمکش کی اور اس تارے کی صورت اسقدر ملتی ہے کہ ممکن نہین صبح کے جھلملاتے تارے کو دیکھیے اور وہ یاد نہ آجائے - اُس غریب کو آج سفر کی پہلی منزل مین قدم رکھنا ہے - گھر والون کی باتون مین رات کو اسدرجہ طبیعت بہلی رہی کہ بیچارہ بہت دیر مین سویا - آدھی رات کو آنکھ لگی ہے اور کئی گھنٹے تک بدخوابیون مین پریشان رہکر اسوقت توپ کی آوازسے جو اسی کے دل کے دھڑکنے کی آواز کی طرح کان مین آئی چونک پڑا ہے - گھبرا کے اُٹھ بیٹھا ہے - اعزا واقربا اور یاران وطن گھیرے کھڑے ہین - ایک ایک سے رخصت ہوتا ہے - ہر ہر شخص سے کہا سنا معاف کراتا ہے اور چشم پرنم سے اُن محبت بھری صورتون کو بار بار دیکھتا ہے جو اُس کے خیال مین اب برسون نہ نظر آئینگی - روانگی کا وقت سر پر کھڑا ہے اور قضا کے فرشتے کی طرح سب لوگون کا ساتھ چھوڑنے کی تاکید کر رہا ہے - اسی عالم مین اس شخص کو بھائی کی آنکھ مین ایک آنسو نظر آیا جس پر کسی تارے کا عکس جگنو کی طرح چمک گیا - اسکی آنکھون مین بھی تو آنسو بھرے ہوئے تھے - صرف چھیڑنے کی دیر تھی - بھائی کی اشک فشانی دیکھ کے نہ تاب آئی منھ پھیر کے رونے لگا - منھ پھیرنا تھا کہ اُس ظالم تارے کی صورت نظر کی سامنے ہوگئی جس کا عکس بھائی کے قطرۂ اشک مین چمکتا نظر آیا تھا - ہاے یہ صبح کا جھلملاتا تارہ تھا - اُدہر اُس کا جھلملا جھلملا کے چمکنا - اِدہر اس حسرت نصیب کا ڈبڈبائی ہوئی آنکھون سے دیکھنا جسکے سبب سے یہ تارہ کچھ اور بھی مٹا مٹا نظر آتا تھا - یہ ایسی چیزین ہین کہ اگر ایک دفع نظر آجائین تو عمر بھر کے لیے کافی ہون گی - یہ جھلملاتا تارہ روز نظر آئے گا اور اُس غم کشیدہ کو ہمیشہ بھائی کی یاد دلا دیا کرے گا - افسوس بھائی کی یادگار کی جگہ اپنے خیال مین یہ اس تارے ہی کو سمجھا ہے - خدا جانے

کہان کہان دیکھے گا اور کس کس طرح بیتاب ہو ہوکے یاد کرے گا۔
ایک دو نہین یہ جھلملاتا تارہ حسرت کے سیکڑون نمونے دکھا دیا کرتا ہے۔ اِسکی قدر اُن عشاق سے پوچھو جنھین اسے اور اِس کے ساتھیون کو گنتے راتین بسر ہوئی ہین۔ اسکی حسرت کا اثر اُس حرمان نصیب سے دریافت کرو جسے اِس کے گل کرنے کی کوشش مین پرسوز اور دہوان دھار آہین کھینچتے صبح ہو ہو گئی ہے۔ پر یہ خون کا جھرمٹ اسی جھلملاتے تارے کی چھان مین گنگنا پہونچتا ہے۔ ہمکاران شب اسی کی روشنی مین گمرون کو سدھارتے ہین۔ مرغان سحر کو یہی جگاتا ہے۔ موذنون کو یہی بیدار کرتا ہے۔
ذرا دنیا کے وسیع سین پر نظر دوڑاؤ۔ دیکھو کیا ہو رہا ہے۔ اور کیسی دلفریب کیفیتین نظر آتی ہین۔ سراؤن کے پھاٹک کھلے ہین۔ مسافر کمر باندہ رہے ہین۔ قافلون مین روانگی کے وقت نے ایک ہل چل ڈالدی ہے۔ فوجی خیمون کی قطار مین کوچ کا بگل دیا گیا ہے۔ مسجدون سے کھنکارنے کی آوازین آ رہی ہین۔ اور نمازی فصیلون پر بیٹھے وضو کر رہے ہین۔ شوالون کے گھنٹے رات بھر کے سوئے ہودنکو جگا رہے ہین۔ بزم نیچر کے پُرجوش اسپیکر یعنی طیور جنون انگیز ولولون کو اُبھار رہے ہین۔ تپکیلے کا سویا ہوا کانسٹبل جاگا ہے۔ اور صحن میکدہ والون مین ٹھنڈی ہوا کے جھونکون سے حس و حرکت پیدا ہوئی ہے۔ مریدان پیر مے فروش کا رات کا برہم جتھا دور صبوحی کی آرزو مین پھر تہذیب کے ساتھ حلقہ باندھ کے بیٹھا ہے۔ پریوشون کا جھرمٹ دور دور کے محلون سے سمٹ سمٹ کر دریا کنارے جا رہا ہے کہ تارون کی چھان مین نکلجائے حسینون مین ایسی بھی ہین جنکی آرزو پوری ہوئی ہے اور رات بھر کی جاگی خمار آلود آنکھین لے کے مسجدون کا طاق بھرنے چلی ہین۔ الغرض جس مقام کو دیکھو کیفیت سے خالی نہین۔ اور عین اسی لطف اور بہار کے وقت یہ مصیبت کی تصویر نوشتۂ تقدیر کی طرح ہر ایک کو آسمان پر نظر پڑی ہے اور دیکھتے ہی بیتاب ہوگیا ہے۔ اِس تصویر کو دیکھکر کچھ دنیا والون ہی کو صدمہ نہین پہونچا ہے۔ بلکہ آسمان پر بھی ایسی حسرت چھائی ہے کہ سپیدۂ صبح کی گریبان چاکی در کنار جس تارے کو دیکھیے اُسکی صورت پر

ایک اُداسی چھائی ہوئی ہے - اُداسی کیسی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنکھون مین آنسو ڈبڈبا آئے ہین -

الغرض یہ تارہ جسے روز صبح کو ہم جھلملاتے ہوئے دیکھا کرتے ہین کچھ عجب حسرت واندوہ یاددلانے والی چیز ہے - اے پُردرد دل والو! اگر کوئی ذریعۂ غم ڈھونڈھتے ہو تو روز تڑکے اُٹھ کے جھلملاتے ہوئے تارے کو دیکھ لیا کرو -

مسلمانو! تمھین شکایت ہے کہ کوئی اگلی داستان سنا کے بیچین کرنے والا نہین - اور اگر تمھین شکایت نہین ہے تو ضرورت ہے کہ تمھارے لیے کوئی اِس قسم کا سامان بہم پہونچے - تم اپنے تئین بھولے ہوئے ہو - کوئی کچھ کہتا بھی ہے تو تمھارے دل پر اثر نہین پڑتا - لو ہم بتاے دیتے ہین کہ داستان غم کیسی حسرت کی تصویر نظر کے سامنے پھر جائے - تمھین تمھارا موجودہ اقبال آنکھون سے دکھا دینے والا یہی تارہ ہے جسے ہم جھلملاتا ہوا تارہ کہہ کے یاد کر چکے ہین روز صبح کو اسے دیکھو - اپنے اقبال کو یاد کرو - اپنی حالت کا اندازہ کرو - اور رؤو -

---

محمڈن نیشنل والنیٹر

(ضرور ملاحظہ ہو)

اگلی باتون کا یاد رہنا کبھی نہ کبھی کام ہی آجاتا ہے - ابتدائی اُٹھان کے وقت اسلام کی قسمت اور ترقی وتنزل کا کیا سچّا اندازہ کرکے بتایا گیا تھا کہ ”اسلام غربت سے شروع ہوا تھا اور پھر اُسی حالت غربت کو پہونچ جائے گا“ وہ زمانہ آگیا - ابتدائی غربت تو وہ تھی کہ قومی چندے اور دینی مصارف نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالے عنہ کے کپڑے اُتروا کے کملی اُڑھا دی تھی - اے اہل اسلام تمھین یاد ہوگا کہ یہ فقیری کی ادا جو پیغمبر کے پہلے جانشین سے ظاہر ہوئی کچھ ایسی بھلی معلوم ہوئی تھی کہ فرشتون اور تمام ملاء اعلی والون نے بھی وجد مین آکر کملی ہی اوڑھ لی تھی - کیون نہو - ادا ہی ایسی دلفریب تھی - آؤ وہی ادا اس چودھوین صدی مین آج پھر دکھا دین - خدا کرے تم پر بھی وہی حالت طاری ہو جو پہلی صدی ہجرت مین ملاء اعلی والون پر طاری ہوئی تھی -

لکھنؤ کی انجمن دار السلام مین یہ امر پیش کیا گیا کہ مسلمانون کی تعلیم روز بروز گرتی جاتی ہے - طلبہ کی اعانت کے لیے قوم نے آج تک کوئی بندوبست نہین کیا اور امراے قوم ہزار کھو بے پروائی ہی دکھاتے ہین - غریب قوم کے بے والی وارث بچے اور نیز وہ محنتی طلبہ جنہین افلاس قبل اسکے کہ لیاقت کی پوری تکمیل کرین اور طرف متوجہ کردیتا ہے جاہل رہے جاتے ہین - نہ عربی ہی آتی ہے اور نہ انگریزی ہی آتی ہے - نہ دین کے ہوتے ہین اور نہ دنیا کے - ہاے یہی نہین کہ انگریزی کو غیر زبان سمجھ کے نہ پڑہتے ہون وہ تو دونون طرف سے جاتے ہین - اسکے متعلق آج تک جس قدر کوششین کی گئین سب بیکار ٹھرین - نہ قوم نے کوئی فنڈ مقرر کیا اور نہ امراے قوم نے اُن کی خبر گیری اپنے سر لی - اب آخری تدبیر یہ ہے کہ مسلمانون کی طرف سے نیشنل والنٹیئر (قومی سپاہی) مقرر ہون - اُن والنٹیرون کا یہ کام نہوگا کہ گورنمنٹ سے ایکٹ اسلحہ منسوخ کرانے کی درخواست کرین یا اسلحہ کے استعمال کی مشق بہم پہونچائین - بلکہ وہ قومی فقیر ہونگے - اپنی عزت قوم کی نذر کرین گے - اپنا غرور توڑکے قوم کو دکھائین گے کہ یہ ظاہری معززانہ عزت ہیچ کے اُنہون نے کس طرح قوم کی خدمت کی - وہ ہر ہر دروازے پر سوال کرین گے - ایک ایک کے آگے ہاتھ پھیلائین گے - اب اِس سے زیادہ کیا کہا جائے کہ کوڑی دُکان مانگین گے - اور اِس پاک آمدنی سے سرمایہ پیدا کرکے قوم کے اُن بچون اور نوجوانون کی خدمت کرین گے جو پڑہنے کے قابل ہین اور جور زمانہ سے نہین پڑہنے پاتے -

یہ رزولیوشن بڑے جوش و خروش اور بڑے زور و شور سے انجمن دار السّلام نے پاس کیا - مگر اُس انجمن کی کتنی بڑی خوش نصیبی تھی کہ پاس ہوتے ہی نواب مرزا احمد مرتضیٰ خان نبیرۂ نواب امین الدولہ انتظام الملک مرزا حیدر بیگ خان بہادر مرحوم نائب آصف الدولہ بہادر جوش مین آکر اُٹھ کھڑے ہوے - اور نہایت رقیق القلبی کے لہجے اور موثر الفاظ مین انجمن سے عرض کیا "مجھے آرزو ہے کہ یہ خدمت میرے سپرد کی جائے - اور قوم کے مفلوک الحال طلبہ کے لیے بھیک مانگنا مین اپنی عزت سمجھون گا " مین نہین کہہ سکتا کہ وہ کیسی دل ہلا دینے والی اور بیتاب کردینے والی گھڑی تھی جسوقت انجمن دار السلام نے فخر کے ساتھ نواب صاحب ممدوح کو یہ خدمت عطا کی ہے -

اور خصوص وہ وقت جب نواب مرزا محمد مرتضیٰ خان صاحب نے ٹوپی اُتار کے ہاتھ مین لی۔ فقیرانہ وضع بنائی۔ اور ہر ہر ممبر کے آگے جا کے درخواست کی کہ وہ خدا کی راہ مین جو کچھ ہو سکے اِس فقیر کو ملے۔ جو قوم کے ہونہار بچون کے لیے فقیر بنا ہے۔ اللہ آپ کا بھلا کرے ٭

فی الحقیقت جو کام نواب مرزا محمد مرتضیٰ خان صاحب نے اپنے سر لیا ہے اور جس خوبی سے اُسکو سرانجام دے رہے ہین اُنھین کا کام ہے۔ دوسرے سے مشکل نہین محال ہے۔ اب روپیہ کا یہ انتظام ہوا ہے کہ ہفتہ وار پہلے انجمن دار السلام کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ تب فنڈ مین داخل کیا جاتا ہے۔ جسوقت کافی رقم فراہم ہو جائے گی انجمن اس کے صرف کرنے کی کارروائی شروع کرے گی۔ گورنمنٹ کالجون سے ہائی ایجوکیشن حاصل کرنے والے انگریزی طلبہ اور علماے اسلام کے ذریعے سے عربی طالب علم دریافت کیے جائین گے۔ اور انجمن دار السلام تشخیص کرکے اور مناسب جانکر حسب حیثیت اسکالرشپ مقرر کرے گی۔

محمڈن نیشنل والنٹیر فنڈ مین اسوقت تک تیس روپے کچھ پیسے کچھ کوڑیان کچھ آٹا اور کچھ مختلف چیزین جمع ہو چکی ہین۔ حالانکہ رزولیوشن کو پاس ہوئے صرف دس ہی روز گذرے ہین۔ ہمارا بہادر بے نفس عالی ہمت والنیٹر سرگرمی سے اپنا کام کر رہا ہے۔ ہر شخص سے سائل ہوتا ہے۔ ہر دکان پر جاکے سوال کرتا ہے۔ ہر گھر پر بھیک مانگنے جاتا ہے۔ جھولی اُس کے ہاتھ مین ہوتی ہے۔ دعائین اُسکے زبان پر جاری ہوتی ہین۔ بے شک ہمین اُس کے جوش اُس کی نفس کشی اُس کی قومی ہمدردی پر ناز ہے۔ خدا اُسکے ذریعے سے انجمن دار السلام کو ان قومی مقاصد مین کامیاب کرے۔ وہ صرف لکھنؤ والون سے سوال نہین کرتا بلکہ اُس کا سوال ہندوستان بھر کے مسلمانون سے ہے۔ وہ قوم کے ہر متنفس کے آگے ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے۔ دلگداز کے ذریعے سے وہ ہندوستان کے سب مسلمانون کی خدمت مین بالتجا عرض کرتا ہے کہ "للہ اپنی قوم کے بچون پر ترس کھائیے۔ اپنی نسل کو مضبوط کیجیے۔ ہندوستان مین اسلام کے نام کا باقی رہنا انہین بچون کی تعلیم پر منحصر ہے جن کے لیے آپ کا قومی فقیر

مذہبی گدا اگر آپ کے سامنے ہاتھ پھیلائے کھڑا ہے - اِے رئیسان قوم اے امرائے اسلام خدا کے لیے اِس فقیر کی صدا سُنیے - اِسکی جھولی بھر دیجیے - اور اِس کا سوال پورا کیجیے - آپ فقیرون غریب الوطنون کو بہت کچھ دے ڈالتے ہون گے کچھ قوم کے بچّون کو بھی دیجیے - کچھ رؤسا و امرا ہی پر منحصر نہین یہ ہر مسلمان کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہے - روپیہ - پیسا - کوڑی - اناج - یہ فقیر جو دیجیے لے لے گا - خدا آپ کی کمائی مین برکت دے یہ آپ سے اُسی قدر مانگتا ہے جس قدر خدا آپ کو توفیق دے "

ہم کو امید ہی نہین یقین ہے کہ قدر دانان دلگداز جو در اصل اسلام کے عاشق صادق ہین نواب مرزا محمد مرتضیٰ خان صاحب محمڈن نیشنل والنٹیر دار السلام کی صدا کو ضرور سنین گے - اور متاثر ہو کر اون کے فنڈ کو مدد دین گے - حقیقت مین یہ بڑے رست باز اور سچے عاشق قوم ہین - انھون نے عہد کر لیا ہے کہ جب تک قوم کے بچّون کے لیے کچھ مانگ نہ لین گے کھانا نہ کھائین گے - چونکہ انھون نے اسلام کی حالت پر ترس کھایا ہے اس لیے مسلمانون پر فرض ہے کہ سب کے پہلے اِن پر ترس کھائین - سب سے زیادہ امید ہمین اپنی **انجمن حمایت الاسلام** لاہور اور **انجمن اخوان الصفا** کانپور سے ہے - کیونکہ دونون انجمنین خصوص حمایت الاسلام لاہور ہمدردی قومی مین بڑی سرگرمی دکھا رہی ہین - خدا حمایت الاسلام و اخوان الصفا کے سکرٹریون کے دل مین ڈال دے کہ اپنے اپنے ممبرون سے چندہ وصول کر کے ہمارے محمڈن نیشنل والنٹیر کی اغراض مین مدد دین - جن صاحبون کو نیشنل والنٹیر فنڈ مین روپے پیسے یا جو کچھ جمع کرنا ہو اِس پتے پر ارسال فرمائین - (لکھنؤ - چوک - بخدمت سکرٹری صاحب انجمن دار السلام "

تمام اڈیٹران اخبار کی خدمت مین عرض ہے کہ یہ قومی کام ہے ہمارا کام نہین - کارِ خیر سمجھ کے اور بامید ثواب آخرت اس مضمون کو اپنے اپنے مشہور و نامی اخبارون کے کالمون مین جگہ دین - اور اپنے قومی فقیر کی صدا کو ہر ایک کے کان تک پہونچائین -

یہ مناجات جناب منشی امیر احمد صاحب امیر مینائی لکھنوی اُستاد والی رامپور خلد آشیان نے ولگداز کے حال پر بزرگانہ شفقت فرماکے بھیجی ہے۔ ہم بڑے فخر کے ساتھ اپنے اور اپنے اکثر دوستون کے اُستاد جناب منشی صاحب کا شکریہ ادا کر کے اِسے نذر قدر دانان دلگداز کرتے ہین

مناجات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

خداوندا بندہ گنہگار ہے تیری ذات غفار ہی وہ معاملہ کر جو آمرزگار کو گنہگار کے ساتھ سزاوار ہے۔ نہ وہ معاملہ جو عادل ظالم کے ساتھ کرتا ہے۔ خداوندا خلقت تیری شان قہاری سے کانپتی ہے اور یہ عاجز تیری شان عدالت سے بھی ڈرتا ہے۔ خداوندا اگر تو عفو و کرم کو چھوڑکر فقط انصاف وعدالت کو کام فرمائیگا تو کوئی گنہگار نجات نہ پائیگا خداوندا جب تیری تیغ عدالت پر نگاہ جاتی ہی تو اپنی عاجزی سپر بنکر سامنے آتی ہے۔ خداوندا اعمال بد پر سزا عین انصاف ہے مگر امیدواران رحمت پر نظر عدالت اُن کی امید کی خلاف ہے۔ خداوندا جو تیری رحمت کی آس لگائے ہے اُس کا آسرا نہ توڑ۔ خداوندا کنجشک ضعیف کو شہباز عدالت کی منہ پر نہ چھوڑ۔ اے دادرس خطرات نفسانی کے ہاتھ سے دادخواہ ہون میری داد کو پہنچ۔ اے فریادرس وساوس شیطانی کی مظالم کا فریادی ہون میری فریاد کو پہنچ۔ دردمند ہون دوا بھیج۔ مریض ہون شفا بھیج۔ خس طوفانی ہون گرداب بلا سے نجات دے۔ تشنہ جگر سوختہ ہون دریاے رحمت سے آب حیات دے۔ فرشتون کو بال و پر دیے میری بے بال و پری پر ترس کھا۔ نوح کو طوفان سے نکالا میری تباہ کشتی پر بھی رحم فرما۔ خداوندا غریب ہون مسکین ہون میری دعائین مقبول کر۔ سائل ہون فقیر ہون میری التجائین قبول کر۔ خداوندا دل مین جو داغ پڑے اُس کو جنت کا پھول بنادے۔ خداوندا کلیجے مین جو کانٹا چبھے اُس مین مژگان حور کا جلوہ دکھادے۔ خداوندا دنیا مین عافیت کے ساتھ رکھ اور ایمان کے ساتھ اُٹھا۔ خداوندا سکرات موت کی مشکل سہل۔ خداوندا فشار گور کی منزل آسان۔ خداوندا قبر کی تنگی فراخی سے اور وحشت موانست سے بدل جائے۔ خداوندا اِس بیزبان کی کیا مجال کہ نکیرین کے سوالون کا جواب دے سکے

اُس وقت تیرے محبوب خاص شفیع المذنبین انیس الغریبین مدد کو آئین خداوندا
جس وقت زمین بوریے کی طرح لپٹے آسمان دُھنکی ہوئی روئی کے مانند اُڑین پہاڑ
متزلزل ہوکر خاک سیاہ ہون ستارے آنسوؤن کی طرح گرین انبیا اولیا
خوف سے تھرائین آنکھین روئین دل دھڑکین جن وانس کے کلیجے پانی ہون جہنم
کی آگ ہر امت کے گھیرنے کا ارادہ کرے گنہگارون کے بدن عریان ہون اور
تیری شان عدالت تخت حکومت پر جلوہ دکھاتی ہو صدقہ اپنی ستاری کا
اُسوقت میرے عیوب چھپانا ہمچشمون مین برہنہ نہ بُلانا بائین ہاتھ مین نامۂ
اعمال دیکر ہمچشمون مین شرمسار نہ فرمانا۔ہاے وہ انبیا کا ہراس وہ امتون
کا لرزنا وہ زمین کا کانپنا وہ میزان مین گناہون کے پلّے کی گرانی وہ گنہگارون
کی پشیمانی اُسوقت سوا تیرے کون ہے کہ عدالت سے رحم کی طرف تجھے متوجہ
کرے۔یا ارحم الراحمین اُس نبی کریم کا صدقہ جسکو تونے رحمۃ للعلمین خطاب
دیا ہے دوزخ مین منہ کے بھل نہ گرانا صراط پر قدم ڈگمگائین تو دستگیری
فرمانا سوا نیزے پر آفتاب آئے تو لوا الحمد کے سائے مین گرمی سے بچانا
خداوندا جتنی کڑی منزلین پیش آئین سب بآسانی طے ہو جائین ۔ خداوندا اگر
تونے مجھ سیہ کار کی نافرمانیون پر نظر کی تو جہنم بھی انتقام کو کافی نہوگا۔ خداوندا
دل حسرتون سے بھرا ہے مگر یہ نہین معلوم کہ میرے حق مین بہتر کیا ہے۔ڈر لگتا ہے
کہ جو مراد مانگی جائے مبادا وہ خلاف مصلحت ہو۔ خداوندا اس بندۂ ناچیز کے
حق مین جو بہتر ہو اُسی کی طلب کی ہدایت ہو۔خداوندا یقین کو وہ قوت دے
کہ سب وسوسون سے نجات پاؤن ۔ خداوندا شان رحمت کی وہ نیرنگیان دکھا
کہ جہان رسائی وہم سے باہر ہے وہان پہنچ جاؤن ۔ خداوندا میرا تو یہ حال
کہ جیسے کوئی اندھا لولا لنگڑا عاجز بیدست وپا جنگل مین پڑا ہزارون آفتون
لاکھون مصیبتون مین مبتلا ہاتھ پاؤن مارتا ہوا ور نہ کسی فریادرس
دستگیر کو دیکھے نہ کسی غمخوار مددگار سے یاری اور غمخواری کی امید ہو مگر بےانتہا
فریادرس کو پکارتا ہو۔بار الٰہا میری تو یہ حقیقت ہے جیسے کسی بھوکے پیاسے
کے ایک طرف نعمتون کا خوان رکھا ہو اور دوسری طرف چشمۂ شیرین بہتا ہو

مگر نہ وہ اس مین سے ایک لقمہ کھا سکے نہ اُس کے ایک قطرے سے پیاس بجھا سکے۔ مین ایسا ہون جیسے کوئی جان بوجھ کر اپنے آپ کو جلتی آگ مین ڈالے یا جیسے کوئی منزل مقصود کی سیدھی راہ جاننے والا اپنے آپ کو بیابان مصیبت مین گمراہ بنالے۔ اے بھوکون کو کھلانے والے مُردون کو جلانے والے توہی مجھے اپنی پسندیدہ نعمتون سے سیر کر کتنا ہون کی بھڑکتی آگ سے نکال منزل مقصود کی سیدھی راہ دکھا۔ اے پتھر کے کیڑے کو رزق پہنچانے والے ایک طائر کے سیراب کرنے کو دریا جوش مین لانے والے اے بیکسون کے دادرس اے غریبون کے فریادرس تیرے سوا کوئی کسکا سہارا ڈھونڈھے مین عاصی ہون خاطی ہون جو کچھ ہون تیرا ہون۔ مجھے اپنی درگاہ سے نہ نکال طوق ملامت میری گردن مین نہ ڈال خداوندا اگر بندہ نابینا اور تو اُس کی نظر سے غائب ہے تیری ذات تو حاضر و ناظر ہے اگر بندہ عاجز وضعیف ہے تیری ذات تو قوی و قادر ہے۔ خداوندا اپنی جملہ صفات جمال کا صدقہ خداوندا اپنی شان وجلال کا صدقہ خداوندا اُس تقرب کا صدقہ جو دو کمانون سے بھی کم تھا خداوندا اُن آنکھون کا صدقہ جو باوجود تیرے لطف کے تیرے خوف سے رویا کین خداوندا اُس دندان مبارک کا صدقہ جو تیری راہ مین کفار کے ہاتھ سے صدمۂ سنگ اُٹھا کر شہید ہوا خداوندا اُس سینے کا صدقہ جو تیرے اسرار کا گنجینہ رہا خداوندا اُس دل کا صدقہ جو تیرے ذکر کا خزینہ رہا خداوندا اپنے محبوب اور آل وعترت واصحاب محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ اِس بندۂ ناچیز کی سیہ کاری سے درگذر اپنی شان کرم پر نظر کر میرے اصول فروع ماں باپ اہل وعیال بھائیون بہنون عزیزون دوستون آقاؤن خادمون اُستادون شاگردون کو محض مورد رحمت کاملہ فرماوے۔ خداوندا اگرچہ ہر کام وقت پر موقوف ہی مگر مژدۂ قبولیت اُس وقت سے پہلے سناوے بلکہ آثار اجابت دعوات آنکھون سے دکھا وے۔ خداوندا کچھ ایسی یہ کڑی منزل نہین ہے ؛ مجھے مشکل تجھے مشکل نہین ہے۔

خیال خام پختن ہاے یاران عالمے دارد

اصل تو یون ہی کہ جہان دو گھڑی کے لیے بیٹھ گئے اور ادہر اُدہر کی باتین شروع کر دین - پھر کیسا ہی غم و الم ہو دل بہل ہی جاتا ہی کتنی ہی سوہان روح اور جانکاہی کی حالت مین ہون مگر کیا مجال جو جبین نہ پڑ جائے - یہ وہ مزا ہے کہ جہان چاہو لو - وہ لطف ہی کہ ہر جگہہ موجود - وہ ہمدم ہی جو دشت اندوہ الفت کے پیرون کے نیچے آنکھین بچھاتا چلتا ہی - وہ مونس ہی جو شب غم مین بھی ساتھ نہین چھوڑتا - سو فسطائیہ اِس کی خوش ادائیون اور جان نثاریون پر کچھ ایسے مٹے ہوئی تھے کہ مرتے دم تک اسی کا کلمہ پڑہتے رہے - کیسی ہی اُلجھن ہو اور اِسنے آکے کلیجے پر ہاتھ رکھدیا پھر ٹھنڈک پڑ ہی جاتی ہی - کیسے ہی رو رہے ہون اور اِسنے پہلو مین گدگدا دیا پھر ہنستے ہی بن پڑتی ہی -

سچ پوچھو تو عالم خیال ہر فرقہ کی تسکین کے لیے عجب مزے کی چیز پیدا کیا گیا ہے - ہماری کشتی عمر تلاطم اشک سے کب کی بہ گئی ہوتی مگر خیال ہی سنبھالے ہوئے ہے - اِسی کے دم دلاسا دینے سے لب گور تک پہونچے ہوؤن کی جان لب تک آتی ہے اور نہین نکلتی - اِسی کی دلدہی ہے کہ نیم بسملان تیر نگہ تڑپتے ہین مگر مرنے کا نام نہین لیتے - اِسی کے تسکین دینے سے کلیجہ دہڑکتے دہڑکتے ٹھہر جاتا ہے - اِسکی خبر گیری سے دل تڑپتے تڑپتے رُک جاتا ہے - بلاکشان فرقت اِسی پر آسرا لگائے بیٹھے ہین - بادیہ پیمایان غربت شام کے وقت اِسی پر کمر کھولتے ہین - کڑی منزلین طے کرنے والے اِسی سے دل بہلایا کرتے ہین - شب تنہائی مین پہلو بدلنے والے اسی سے باتین کیا کرتے ہین - شام غریبان والون کی نگاہ مین اِسکی بدولت صبح وطن کا نقشہ پھر جاتا ہے - غریب الوطنون کو اِسی کی بدولت بچپن کے دوست

یاد آجاتے ہین - نظر بازون کو کوے یار مین یہی لیجاتا ہی حُسن پرستون کا ہاتھ دامن یار تک یہی پہونچاتا ہی -

تم جو دیکھتے ہو کہ رندان تر دامن خرابات مین بیٹھے خُم پر خم لنڈھا کر دل بہلا رہے ہین اِسی خیال کی بدولت ہے - ہاے میکشی مین یہی کرورروپے کی بات ہی کہ ادہر دو ایک گھونٹ حلق کے نیچے اُترے اور عالم خیال کی سیر ہونے لگی - رُخ یار دیکھا نہین اور بوسے لے رہے ہین - زلف پریشان نظر سے گذری نہین اور دماغ خوشبو سے تر و تازہ ہوگیا - یار منزلون دور ہے اور گلے لگاے لیتے ہین معشوق اپنے گھر مین فرش گل پر سو رہا ہی اور آپ لپٹے جاتے ہین - غرض سارا ساز و سامان عشرت پیش نظر ہوگیا مستی ہی اور شاہد پرستی - پیارا اکلا ہی اور پر آرزو باہین - دامن یار ہی اور دست شوق - عارض تابان ہی اور بوسہ بازیان - سینہ یار ہی اور دست درازیان - جوش سرور ہے اور چشم نیم باز - خندۂ مستان ہے اور تبسم ناز - ؎

ما در پیالہ عکس رُخ یار دیدہ ایم　　اے بیخبر ز لذت شرب مدام ما

پیر میفروش کے آگے ایک بازار عیش لگا ہوا ہے - یہ سب غم کیش ہین جو عالم خیال مین لذت وصل اُٹھانے آئے ہین - قلقل صراحی کی آواز آرہی ہے - دَور پہ دَور چل رہا ہے - سیہ مستیان ہین اور بے تکلفی کی باتین - دل پُر آرزو ہے اور وصل کی گھاتین - نسیم سحر ہے اور موسم بہار - پہلوے یار ہے اور لب جوئبار - زبان ہی کہ قصۂ ہجران ختم کیے ڈالتی ہی - مدتون کی ترسی ہوئی آنکھین ہین کہ رُخ جانان مین گھور گھور کر نظر ہی لگاے دیتے ہین - دل ہے کہ برسون کی حسرتین نکالے ڈالتا ہے - دست تعدی ہے کہ کسی طرح رُکتا ہی نہین - خیال یار بے رُخیان کر رہا ہے اور آپ ہین کہ گستاخ ہی ہوے جاتے ہین - صورت یار لاکھ مُنہ پھیرے لیتی ہی مگر آپ ہین کہ بڑھ بڑھ کر بوسے لیے ہی لیتے ہین - چھڑون کی جھنکار کانون مین آئی اور درود بسم اللہ آئیے " کہکر اُٹھ کھڑے ہوے - پیرون کی چاپ آئی اور استقبال کے لیے دوڑے - چوڑیان ٹوٹنے پر کسی کا مُنہ بنانا آنکھون کے سامنے ہوا اور خوشامد کرنے لگے - دُزدیدہ نگاہی کا خیال گذرا اور کلیجا تھام کر کہنے لگے - ع - قربان نگاہ تو شوم باز نگاہے ٭ غرض دل ہی کہ عشرت کدۂ یار کا

مزہ لے رہا ہے۔ آنکھین ہین کہ کوئی پیاری صورت اُنکے آگے پھر رہی ہے۔ کان ہین کہ اُن مین کسی کی گھڑی گھڑی سسکیان بھرنے کی آواز بھری ہوئی ہے۔ دماغ ہی کہ بوے زلف سے معطر ہو رہا ہے۔ یہی نہین خیال اس سے بھی زیادہ بلند پروازیان کرواتا ہے۔ یار کی دلدہی کرتے کرتے مجلس وعظ مین جو پہونچگئے تو ہلچل مچادی۔ زاہد پر بے تکلف پھبتیان کہہ رہے ہین۔ بات بات پر زبان پکڑے لیتے ہین۔ ناصح مشفق کو مُنہ کھولنا مشکل کردیا۔ مسجد والون کا دم بند کردیا کسی طرح نچلے نہین بیٹھتے۔ دعوے ہین کہ ملاّ کی پگڑی اُچھال دینگے۔ منصوبے ہین کہ ظروف وضو مین شراب خوش رنگ بھری جاے تو اچھا۔ ارادے ہین کہ خدا کے گھر مین بُت پرستی کی ٹھہرے۔ ولولے ہین کہ محراب مسجد پر ابروے یار کا خیال جمانا چاہیے۔ دو گھڑی کے لیے حشر برپا کرکے یہان سے بھی نکل کھڑے ہوے۔ دل ہی دل مین سیر کرتے ہوئے لب گنگا پر جا پہونچے۔ وقت چاہے کوئی ہو اپنے حساب تڑکا ہی۔ پری رخون کی زیارت کر رہے ہین۔ ماہ وشون پر بے تکلف کھڑے نگاہ شوق ڈال رہے ہین۔ کانون مین ہر ہر گنگا کی میٹھی آواز آرہی ہی۔ نازک بدنون کی غوطہ زنی سے پانی کی مستانہ موج زنی خمار آلود آنکھون مین پھر رہی ہی۔ وہ لب دریا پر پریون کا جمگھٹا۔ اور وہ بیش بہا ساریون مین سے سیم تنون کی صندلی رنگ کا پھوٹ پھوٹ کر نکلنا نظرون مین سمایا ہوا ہی۔ دو چار پر دست درازی بھی کر بیٹھے مگر مجال ہی کہ کوئی ٹوک سکے۔ کافر نگاہون سے لفظی اشارہ بازیان کر رہے ہین بھلا کوئی روکے تو سہی۔ مزے لے لے کر لب شکرین کے بوسے لے رہے ہین لیکن کوئی کچھ کہہ سکتا ہی۔ آزادی ہی کہ جو چاہین کر گذرین کوئی دم نہین مار سکتا۔ ایک تھوڑی دیر کے لیے یہان بھی صف خوبان کو برہم کردیا۔ اسکے لپٹ گئے۔ اُسکے گلے مین ہاتھ ڈال دیا۔ اِسکا مُنہ چوم لیا۔ اُسپر دست شوق دراز کر بیٹھے غرض خوب اچھی طرح آرزوئین پوری ہوچکین تو ہٹنے کا نام لیا۔ جی کھول کے حسرتین نکال لین تو ٹلے۔ آگے بڑھکر ارادہ کردیا تو ایک دم زدن مین کلکتے پہونچے۔ کھڑے شام نمائشگاہ کی چہل پہل دیکھ رہے ہین۔ سبزہ اندامون کا ٹہلنا۔ پتلی کمر والون کا گیسوے دراز کے جھونکے مین آجانا۔ ایک جانب جادو نگہان بنگالہ کا شرما کر

وہ ناشاد بیوہ جس کا وارث ایک ننھا سا بچہ چھوڑ کر جوانی ہی مین داغ دے گیا ہی اُس سے پوچھو کہ خیال مین کیا مزا ہوتا ہی۔ اُسکی کتنی امیدین خالی اس ایک ننھے سے دم پر منحصر ہوتی ہین۔ وہ اتنے سے آسرے کے صحیح سلامت رہنے کے لیے کیا کیا منتین مرادین مانتی ہی۔ اور ذرا سے سہارے پر کن کن عشرتون کے خیال سے دل بہلاتی ہی۔

دوسری طرف دیکھو زاہد شب بیدار مسجد کے حُجرے مین تہجد ادا کر کے مصلے کے اوپر سجدے مین پڑا ہے۔ ماتھے پہ گٹا پڑ گیا مگر سر رگڑے جاتا ہے۔ آنکھون مین نیند بھری ہی مگر چھینٹے دیدے کر عبادت مین مشغول ہے۔ ساری دنیا خواب غفلت مین ہی مگر یہ شب ہجران والون کا ساتھ دے رہا ہے۔ رات کے چلنے والے تک درختون کے نیچے پڑ پڑ کر اونگھ گئے۔ مگر یہ شمع گور غریبان کی چوٹ پر آنسو بہا رہا ہی۔ کیون؟ صرف خیال ہے جو سونے نہین دیتا۔ حورون کی صورت اسکی آنکھون کے آگے ہے جو مزے مزے کی لگاوٹ بازیون سے نیند حرام کیے دیتی ہی۔ کوثر و سلسبیل اسکی نظرون کے آگے موجین مار رہے ہین جنھین دیکھ دیکھ کر شوق مین آکر یہ پلک بھی نہین مارتا۔ سمجھتا ہی کہ اسی جاگنے کے صدقے مین یہ مزے نصیب ہونگے۔ خیال جما رہا ہے کہ حورون سے یون ملین گے۔ اور یون اخلاص بڑھائینگے۔ یون چشم خمار آلود کے بوسے لین گے۔ اور یون عارض تابان پر جان قربان کرین گے۔ یون گلوے مصفا مین ہاتھ ڈالین گے۔ اور یون دست شوق دراز کرینگے۔ یون غلامون سے خدمت لین گے۔ اور یون لطف صحبت کے مزے اُٹھین گے۔ باغ بہشت ہوگا اور سایۂ طوبی ہوگا۔ لب سلسبیل ہوگا۔ اور سن شباب ہوگا۔ حورون کی ہمکناری ہوگی۔ معطر ہوا کے جھونکے ہونگے۔ اور شراب طہور کے دور چلین گے۔ اگر دیکھا جاے تو حضرت زاہد اسی آسرے پر خدا جانے کن کن باتون کا خیال جما کر شب تنہائی اور اپنی افسردہ منشی کو بھلاوے دے رہے ہین۔

جس فرقے اور جس گروہ کو دیکھو وہ لاکھ کلفتین ہون دم بھر کے لیے اسی باغ خیال مین سے دل بہلا لیا کرتا ہی۔ یار کو رخصت کرتے وقت کہدینا کہ "بھو لیے گا نہین"

یہ حضرتِ خیال کی بدولت ہے - وطن چھوڑتے وقت اہل وطن سے یہ زمردہ خاطری کے عالم مین کہنے لگنا د نامہ و پیام سے یاد کرتے رہنا، اِنھین بزرگوار کی فہمائش سے ہے -
وہ جو دشت غربت مین پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہی - تم دیکھتے ہو کہ اِس سنسان جنگل اور وحشت کے مقام مین اُسکے آگے پیچھے کوئی نہین ہے - خونخوار درندون کی آوازین اِسکے کانون مین بھری ہین - اور بھیانک وہمی صورتین اِسکی آنکھون مین پھر رہی ہین مگر جانتے ہو کہ کانٹون کے جُھنڈ کے نیچے یہ کن باتون سے اپنے دل کو تسلی دے رہا ہے ؟ وہی جو اِسکے مونس و غمخوار خیال نے تبلائی ہین -

ہر کمالے را زوالے

خدا نے جو چیز بنائی ہے اُسکو فنا ضرور ہے - یہ جتنے جسم ہمین نظر آتے ہین - یہ جتنے خیال ہماری نظر کے سامنے دوڑے دوڑے پھرتے ہین صناع قدرت نے ازل مین جسوقت اِن کی دلفریب صورتین بنائی تھین اُسی وقت اُن کے قدو قامت کے موافق ایک فنا کا برقع بھی طیار کر لیا تھا - غیب کے بے مروت فرشتے اُس برقع کو لیے منتظر بیٹھے رہتے ہین کہ خدا کا مقرر کیا ہوا وقت آئے اور بڑھ کے اُڑھا دین - فنا کا برقع ایک ایسا پُر سحر لباس ہے کہ مذاہب والون کے نزدیک جسکو اُڑھا دیا گیا وہ تو سب کو دیکھتا ہے مگر اُسے کوئی نہین دیکھتا - وہ چاہتا ہے کہ لوگ اُسے دیکھین مگر یہ بات اُسکے اختیار مین بھی نہین - ہمارے کیسے کیسے عزیز - کیسے کیسے دوست - دیکھتے ہی دیکھتے غائب ہو گئے - ہماری آنکھین دنیا بھر مین اُنھین ڈھونڈھ آتی ہین مگر کہین پتا نہین لگتا - کیا وہ نہ چاہتے ہونگے کہ ہم سے ایک گھڑی بھر کو مل جائین ؟ نہین ضرور چاہتے ہون گے - مگر بچارے کیا کرین - کچھ اپنے بس مین ہین - قدرت نے فنا کا برقع اُڑھا کے اُنھین خدا جانے کس شہر خموشان مین ڈال دیا - گذشتہ احباب اور چھوٹے ہوئے دوستون کو تو خیر الوداع کہہ چکے - زیادہ صدمہ جب ہوتا ہے جب محکمہ قضا و قدر کی سُپریم گورنمنٹ کا یہ واجبی اور حکمی سرکلر نظر سے گذرتا ہے کہ " دنیا مین جو کوئی ہے اُستے یہ برقع

ایک دن ضرور اُڑھنا ہوگا - ہائے یہ لباس جسے ہر شخص نے زیب بر کیا ہر آنے والا شخص بھی پہنے گا -

کتنا بڑا قلق ہوتا ہے اور دل پر کیا کچھ گذر جاتی ہے جب خیال کرتے ہین کہ یہ پیاری پیاری صورتین - یہ جانی اور پسینے کی جگہ خون گرانے والے احباب - یہ نازبرداران باپ یہ قوت بازو بھائی - سب کے سب اپنی اپنی باری اسی لباس کو پہنین گے - ہم ڈھونڈھتے پھرین گے اور ان کا کہین پتا نہ لگے گا - ہماری ترقیون کا یہ کتنا بڑا زوال ہے! واقعی سچ کہتے ہین "ہر کمالے را زوالے"

ان جیتی جاگتی جانون کا رونا تو سبھی روتے ہین اور ہم بھی رو لیتے حسرت کی تو یہ بات ہے کہ اگر ہم کسی قسم کی ترقی کرتے ہین تو قدرت کے جدت پسند (جنھون نے قدامت کے مٹانے کا بار اپنے سر لیا ہے-) اس مین بھی گھن لگا دیتے ہین - افسوس - اگر بے ادبی اور گستاخی نہوتی تو کہہ دیتے کہ "یہ تو بڑا ظلم ہے" کس امید پر کوئی کشمکش زمانہ سے جان بچا بچا کے ترقی کی گھوڑ دوڑ مین آگے نکلنے کا قصد کرے - سب کچھ ہے مگر جب آخر پر اور انجام پر نظر ڈالتے ہین آنکھون سے تو کچھ نہین دکھائی دیتا ہان کان مین ایک آواز آجاتی ہے جو شائد چند سکوت آشنا زبانون سے نکلی ہو - وہ آواز بس اسی قدر ہے "کچھ نہین"

پیدا ہوتے ہی انسان دو گودون مین پلتا ہے - ایک تو قدرت کی گود ہے - اور دوسری مان کی گود - قدرت کی گود ایک انسانی معمولی رفتار پر چلنے کی قوت پیدا کرتی ہے - اور مان کی گود وہ خاص خاص قسم کی باتین بتاتی ہے جو ایک کے دوسرے سے آگے نکلنے مین کام آتی ہین - قدرت آخر تک ساتھ رہتی ہے - اور مان اپنا حق ادا کرکے اور لوگون کے سپرد کرتی ہے اور یہی امر مختلف استادون کے حوالے کرکے کسی خاص کمال کی انتہا کو پہونچاتا ہے - اب غور طلب یہ امر ہے کہ دونون کا نتیجہ کیا ہوتا ہے - قدرت بچے سے جوان کرتی ہے - دل مین ولولہ اور طبیعت مین جوش پیدا کرتی ہے - اور اسی کے ساتھ تمناؤن اور آرزوؤن کا ایک بہت بڑا سبز باغ دکھا کر جوانی کی حد سے نکال کر بڑھاپے مین پہونچا دیتی ہے - اس [illegible] مین معلوم ہوتے یہ تھا مگر اب جوانی کی قدر انسان کو معلوم ہوتی ہے [illegible] وقت ہم مین کیا کمال تھا

اور ہم کس کام کے تھے - بڑھاپا ایک ایسا وقت ہے جسوقت گویا انسان اپنی جوانی کے کمالون کو یاد کرکے کچھ دنون روتا ہی -

اب یہ دیکھنا ہی کہ اُن ترقیون کا کیا حشر ہوا جو مان کی گود مین پل کر حاصل کی تھین - اُدہر کا حال سنیے - مان سے جب زیادہ ضدین کرنے لگے تو اُس نے ایک اُستاد کے حوالے کیا - رفتار عمر کے ساتھ اساتذہ کا سلسلہ بھی بدلتا گیا - بہتون کی شاگردی کی بہتون کی جوتیان سیدہی کین - خدا جانے کس کس کے ہاتھ کی مار کھائی کس کس کی گھرکیان سہین تو اس رتبے کو پہونچے کہ لوگ اب ہماری شاگردی کو فخر سمجھنے لگے - اب وہ زمانہ آگیا کہ کمالات کا مادہ دماغ مین بڑہتے بڑہتے فاسد ہونے کی حد کو پہونچ گیا تھا - قدما کی تحریرون پر نکتہ چینیان کرنے لگے - اور اگلون کے کمالات مٹانے کے درپے ہو گئے - شاگردون اور فیض حاصل کرنے والون نے اس قدر بانس پر چڑھایا کہ اپنی کچھ خبر ہی نہ رہی - چند روز کے بعد دیکھتے ہین تو صرف برکت ہی برکت ہے - باقی اللہ اللہ خیر صلاح - نہ تو وہ قوت حافظہ ہی کہ پرائی کیا اپنی بھی کچھ باتین یاد ہون - نہ وہ ذہانت ہے کہ کسی مغلق مسئلے کی طرف متوجہ ہو گئے تو اُسے حل کرکے چھوڑا -

اب سُنیے اُدہر جوانی کی اُمنگون کا افسوس تھا اِدہر اگلے کمالات علمی کا بھی تعلق دل مین پیدا ہوا - کمالات تو مٹ ہی گئے تھے - صرف نام باقی تھا کہ قدرت کے چالاک فرشتون نے بڑھ کے فنا کا برقع اُڑھا دیا - لیجیے فراغت ہو گئی - جو کچھ ہونا تھا اسی وقت ہو گیا وہ بادشاہ قبر مین خاموش لیٹا ہی - اس سے پوچھوگے تو اپنا حال نہ بتائے گا - مگر گذشتہ زمانے کی طرف نظر دوڑاؤ - دیکھو اس کا سارا حال نظر آتا ہے - یا تو ایک ادنے فوج کا سپاہی تھا - یا سردار فوج ہوا - اب دیکھو وزیر ہی - لو بادشاہ ہو گیا - اب ملک گیری مین مشغول ہی - جدہر جاتا ہی فتح ہوتی ہے - جدہر رُخ کرتا ہے لوگ اطاعت قبول کر لیتے ہین - اب اُسکے رُعب وجلال کو دیکھتے ہو؟ زمانہ آگے سر جھکائے ہوئے ہی - دنیا بھر کانپ رہی ہے - تخت پر کس شان سے اور کس اطمینان سے بیٹھا ہے - وزرا وامرا کس ادب سے دہنے بائین ہاتھ باندہے کھڑے ہین - مگر اب دیکھو اُسی طرف سے رونیکی آواز آتی ہے - بیٹے بیٹیان - بی بیان لونڈیان - تمام عزیز واقارب اور امرا ووزرا کھڑے رو رہے ہین - اور وہی حوصلہ مند بادشاہ ایک سناٹے مین خاموش لیٹا ہے اور اُسی

وضع پر جس پر آج بھی اسے دیکھ رہی ہو - اب اِس سے زیادہ زوال کیا ہوگا - افسوس!
"دہر کمالے را زوالے"
بہت سے ناموروں کا حال ہم تاریخ مین دیکھتے ہین جنکے زمانے نے اُنھین خدا جانے کس عظمت کو پہونچا دیا تھا مگر اب ڈہونڈہتے ہین لیکن دُنیا مین اُن کا کوئی نشان بھی نہین معلوم ہوتا - اُن کے تھوڑے ہی دنون کے بعد وہ سب چیزین بھی مٹ گئین جنکو اُن سے تعلق تھا - جسوقت یہ یاد آجاتا ہی کہ آج ہم زمین پر چلتے پھرتے مین کل زمین کے نیچے ہونگے تو پاؤن کے نیچے کی مٹی نکل جاتی ہے - صرف یہی نہ ہوگا کہ ہم مٹی کے ایک بھاری بوجھ کے نیچے دبے پڑے ہون گے - بلکہ فنا ہم کو اُس ہیبت ناک مقام مین لیجاکے کھڑا کردے گی جہان نہ کوئی آگے ہوگا نہ کوئی پیچھے ہوگا - نہ کوئی دوست ہوگا جس کے آگے اپنا درد دل ظاہر کرین - نہ کوئی مونس ہوگا جو ہمارے حال پر دو آنسو بہائے - نہ ہماری ہمدم بی بی ہوگی جو ہمکو جان سے زیادہ پیاری ہے اور جسکی دردمندیون پر بڑی بڑی نازک حالتون مین ہمارے دل کو قرار آگیا ہے - نہ یہ سامنے کھیلنے والے بچے ہون گے جنکی میٹھی میٹھی باتین اور پیاری صورتین ہماری زندگی کی خوشی اور ہماری آنکھون کی ٹھنڈک ہین -
ہم سو طرح کی سختیان اپنے اوپر جھیلتے ہین مگر انھین تکلیف نہین پہونچنے دیتے - نہ نازبرداران ہوگی جو ہماری ادنے فکر پر بےچین ہوجایا کرتی ہے - نہ مہربان باپ ہوگا جو ہماری فکرون کے پیچھے اپنے تئین مٹائے دیتا ہی - نہ یہ عالیشان مکان ہوگا جس پر ہمین ناز ہے اور جسکی رفعت دیکھ کر غیر ہم سے دبتے ہین - نہ یہ نازک اور گدگدا بچھونا ہوگا جس پر ہم آرام سے سوتے ہین - نہ یہ پرتکلف پلنگ ہوگا جو ہر وقت ہمارے لیے کھنچا رہتا ہے - نہ نوکر ہون گے جو ہمارے ادنے ادنے اشارون پر دوڑتے ہین - نہ مال واسباب ہوگا جو درحقیقت ہمارا سرمایۂ ناز ہے اور جسکی وجہ سے ہم اپنے تئین بہت بڑا امیر سمجھتے ہین اور غریبون پر ہزارون ظلم کرتے ہین مگر کوئی دم نہین مار سکتا - یہ سب خیالات جس گھڑی دل مین جمع ہوجاتے ہین اور بتیابیون کی تہجیر سے دماغ پریشان ہونے لگتا ہے اُسوقت ہم پر کچھ ایسی حالت طاری ہوجاتی ہے کہ یہ بھی نہین یاد رہتا ہے "ہم کون ہین" اصل یہ ہین اُس گھڑی ہم اپنے تئین بھول جاتے ہین اور وہ کے عروج کو یاد کرو پھر اُسکے تنزل کو دیکھو - جس ناز ونعم پر پرورد ہ بادشاہ کو ہجوم

عشرت مین رات دن کی خبر ہوتی تھی وہ کس بے سروسامانی سے اور کن نامرادیون کے ساتھ کلکتے مین پہونچا۔جس سرکار کے نوکر ہمارا سلام لیتے تھے اب ہم اُن کا سلام لیتے ہین۔اس کو بھی جانے دو۔ مٹیا برج جو واجد علیشاہ خلد آرامگاہ کے زمانے مین نمونۂ بہشت تھا۔اب اُسکے قیمتی سامان کوڑیون کے مول نیلام ہو رہے ہین۔ دہلی کا مغلیہ خاندان جس کے ڈنکے کی آوازہ کابل وقندہار سے ارکان تک اور ہمالیہ سے سیلون تک پہونچتی تھی اسی خاندان کی جیتی جاگتی یادگارین موجود ہین مگر زمانہ اسطرح ستارہا ہے کہ متحمل ہونا کیسا ہم سے دیکھا بھی نہین جاتا۔تخت ہند پر بیٹھنے والون اور تاج ہند پہننے والون کی اولاد ایک ایک کوڑی کو ترستی ہے اور کوئی پرسان حال نہین۔ کسی نے چار پانچ روپے مہینہ مقرر کردیا تو بھی اُن کی اُس آنکھ مین حیثیت سے زیادہ معلوم ہوتا ہی جو کسی وقت کروڑون کو نگاہ مین نہ لاتی تھی۔ انھین لوگون مین سے بہت فاقے کر کرکے مرگئے اور بہت ایڑیان رگڑ رہے ہین۔بہتون کی بی بیان اور لڑکیان سلائی کرکے شوہرون کو پال رہی ہین مگر شوہر کسی کام کے نہین۔یہ انتہائی درجہ ہے۔جو ان لوگون کا کمال تھا اُس سے زیادہ کمال بھی اور کہین کم نظر آئے گا۔اور جس قسم کا زوال انھین نصیب ہوا وہ بھی اور کسی کو حاصل ہوتے نہ دیکھا ہوگا۔

اے مفلوک الحال قوم اسلام تجھے بھی عبرت پکڑنا چاہیے۔تیرے کمال کو بھی زوال آگیا۔ یہ کوئی معمولی بات نہین ہے کہ مسلمانون کے تمام معزز خاندان تباہ ہوتے جاتے ہین۔ علما غافل ہوتے جاتے ہین۔غربا کو اور قومین ہجوم کرکرکے پاؤن کے نیچے روندے ڈالتی ہین۔اے نوجوانان اسلام خدا کے لیے سنبھلو اور ہوش مین آؤ۔متوجہ ہوکر دیکھو کہ زمانہ تم سے کیا کہہ رہا ہے اور کدھر بلاتا ہی۔

راقم۔ م۔ ی

از مرادآباد۔

اڈیٹر۔ یہ مضمون رامپور کے خاندان ریاست کے ایک نوخیز اور ہونہار صاجزادے نے لکھا ہے۔ اُن کی جودت وذکاوت اور ہمدردی قوم پر ہم اُن کو مبارکباد ہی نہین دیتے ہین بلکہ اپنی جگہ ناز کرتے ہین کہ ہمین ایک ایسا لائق نوجوان معزز مسلمانان ہند مین نظر آیا۔ ہمارے لوکل رؤسا کو اپنے معمولی بدنام کن مشاغل سے اتنی فرصت ہی

کیون ملنے لگی ورنہ اُنھین ہم اِس نوجوان رئیس زادے سے ملانے کی کوشش کرتے
خاتمے پر اپنے معزز کرم فرما (صاحب مضمون) سے اتنا عرض کرنے کی جرأت کرتے ہین
کہ آپ ہمیشہ اپنے بیش بہا خیالات سے دلگدازکی عزت افزائی فرماتے رہیے - اور خاصکر
بالفعل آپ کو ہمارے محمڈن نیشنل والنٹیر کی جانب متوجہ ہونا چاہیے جس نے آپ کی
قوم کے بچون پر اپنی قیمتی عزت کو قربان کر دیا -

محمڈن نیشنل والنٹیر فنڈ

الحمدللہ کہ اِس فنڈ کو بہت عمدہ ترقی اور کامیابی ہوتی جاتی ہے - مسلمانون پر جسقدر
تباہی آئی ہے اُسی قدر اُن مین جوش بھی ہے - بس یہی ایک بات ہے جو کسی قدر تسلی
دلاتی ہے - ہمارا والنٹیر اُسی سرگرمی سے آج تک اپنے کام مین مشغول ہے جس سرگرمی
سے پہلے روز اُس نے قوم کے آگے ٹوپی اُتاری تھی - کچھ دنون پیشتر اکثر ایسا ہوا کرتا
تھا کہ بعض آزادانہ مشرب لوگ صوفیہ کی مذاق مین پڑ کے ترک دنیا کر دیتے تھے -
اور فقیر بن کے شہرون شہرون کی ہوا کہاتے پھرتے تھے - مگر اُس فقیری سے بدرجہا عمدہ
اور مقبول یہ فقیری ہے جو ہمارے معزز - لائق - عالی خاندان - اور بے نفس نواب زادے
مرزا محمد مرتضیٰ خان صاحب نے اختیار کی ہے - حقیقت مین مرزا صاحب ممدوح ہم کو
ایک نظر آتے ہین جنکو قوم کی خدمت کرتے وقت نہ اپنے مالی نقصان کا خیال رہتا ہے -
نہ بچون کی فکر رہتی ہے - نہ گھر کی پرواہوتی ہے - وہ ہوتے ہین اور اُن کا کاسۂ گدائی -
یا مانگنے کی جھولی -

زیادہ مسرت کی یہ بات ہے کہ دارالسلام کے ممبرون مین سے جو کوئی باہر کا سفر کرتا ہے
وہ لکھنؤ سے باہر نکلکر دارالسلام کا اُس سے زیادہ ہمدرد رہتا ہے جس قدر کہ لکھنؤ مین
رہنے کی حالت مین تھا - فی الحال ہمارے پرجوش اور لائق دوست منشی محمد نثار حسین صاحب
نثار مہتمم پیام یار نے الہ آباد اور پرتاب گڈھ کا ایک سفر کیا تھا - اپنے سفر
مین اُنھون نے بھی والنٹیر کا پورا پورا کام دیا - الہ آباد کے محمڈن کلب مین شریک
ہوئے - اور اپنی انجمن کے اغراض اور اپنے فرائض بیان کیے - اور کچھ ایسے موثر لہجے مین اپنی
قوم کے ادبار کی تصویر کھینچی کہ والنٹیر فنڈ کو خاص محمڈن کلب کے فنڈ سے عمدہ ملا -

اور دونون انجمنون مین سچی دوستی بلکہ قرابت کا رشتہ پیدا ہو گیا - اسکے بعد منشی محمد نثار حسین صاحب پریانوان مین تشریف لیگئے - وہان دارالسلام کی ایک سب کمیٹی قائم کرائی جسکے پریسیڈنٹ خان بہادر شیخ احمد حسین خانصاحب مذاق تعلقدار پریانوان وآنریری مجسٹریٹ ہوئے ہین - جناب شیخ صاحب نے ہماری انجمن کے ممبر کی پُر درد صدا بڑے درد مند دل سے سُنی اور کوشش کی کہ والنٹیر فنڈ کو اُن کے ہان سے کیسی قدر مدد ملے - وہان کے کچھ لوگ جمع کئے گئے جن کے سامنے ہمارے فقیر نے اپنی صدا لگائی - اور خدا کا شکر ہی کہ اُسکے سچے عبادت گزار مسلمانون نے سُن لی - عام لوگون مین ایک جوش پیدا ہوا اور عہ روپے اُسی وقت فراہم ہوگئے - انمین سے ایک دوانی اور تین پیسے بہت زیادہ قیمتی تھے - کیونکہ دوانی ایک دس برس کے طالب علم نے دی جس نے اپنے ہموطنون کے لیے کچھ سوغات خریدنے کے لیے مدت سے بعد یہ دو آنے جمع کر پائے تھے اُسکی معصوم طبیعت کے جوش اور بچپن کی ہمدردی قومی کا نمونہ بے شک بڑی قدر کے قابل ہے - اور دو تین پیسے ایک نو عمر اور کم حیثیت خدمتگار نے دیے تھے منشی محمد نثار حسین صاحب نے روپے انجمن مین داخل کرتے وقت کہا "میری راے مین یہ دوانی اور تین پیسے اسقدر قیمتی ہین کہ ہر مسلمان کو انھین اپنے پاس جمع رکھنے کا شوق ہوگا - اور مجھے بھی ہے - مین دوانی کے ۸ر اور پیسون کے ۴ر دیتا ہون"

دارالسلام کے ممبرون مین اسوقت کچھ ایسا جوش تھا کہ اُس دوانی اور پیسون کا نیلام ہونے لگا - بولی چھہ روپے تک پہونچی تھی کہ منشی سید شہنشاہ حسین صاحب بی اے نے تحریک کی کہ انجمن سب سے زیادہ اِن پیسون اور دوانی کی قدردان ہے - وہ ہرگز نہ بیچے گی - جن صاحب کو کچھ دینا ہو صرف رونمائی مین دین - یہی راے قرار پائی - اور کتنی بڑی خوشی کی بات ہی کہ صرف رونمائی کی مد مین عہ/۱۲ چار کوڑیان جمع ہوگئین - ہم منشی محمد نثار حسین صاحب کو مبارکباد دیتے ہین کہ اُنھون نے اپنے مشن مین پوری کامیابی حاصل کی - اور انجمن کو تھوڑی ہی مدت مین واپس آکر اپنا ممنون بنا لیا - عموماً ہم جہان تک غور کرتے ہین خریداران لگداز پر بھی ہماری والنٹیر کی دردناک آواز کا بڑا اثر پڑا ہے - خدا اُن کے جوش مین برکت دے - بعض کے طرز عبارت سے معلوم ہوتا ہی کہ اُنھون نے بیتاب ہو کر اور کلیجا ہاتھون سے تھام کر

والنٹیر فنڈ کو مدد دینے کے لیے دارالسلام مین خط لکھا ہے - ہم اُن خطوط کو بھی درج کرین گے تاکہ قوم کے اور حضرات کے لیے اُن کی مبارک کارروائیان عمدہ نظیر ہون - مگر اُن خطون کے نقل کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ہم عام طور پر بتلائین کہ اِسوقت تک والنٹیر فنڈ مین کیا جمع ہوا ہے - ۱۹ - مارچ تک صہ ٹکا ٹکا ءع ۲/ آنا - ۵ مارست بجا - ہونا چاول - ایک پلیٹ - ایک لوٹیا - ایک موی بتیون کا بنڈل والنٹیر فنڈ مین داخل ہوچکا تھا -

اے اہل اسلام آپ کی ترقی کے لیے یہ فنڈ ایک مضبوط سیڑھی بناتا ہے - جہان تک ہوسکے اسکی طرف توجہ کیجیے - اور کوشش کیجیے کہ اِس فنڈ کو بہت جلد اپنے نتائج دکھانیکا موقع ملے - بہت جلد وہ زمانہ آیا چاہتا ہے کہ دارالسلام کی طرف سے ایک مشنری جماعت مختلف شہرون مین اپنے اغراض بیان کرنے کے لیے روانہ ہوگی - ابھی ہمکو امید ہے کہ ہندوستان کی اور انجمنین ہماری اغراض مین مدد کرین گی -

۱۹ - مارچ کو یہ دو خط بھی انجمن دارالسلام کے سامنے پیش ہوئے

پہلا -

" جناب مکرم بندہ - تسلیم - اِسوقت اِس خط کے تحریر کی ضرورت یہ ہے کہ مین نے نہایت شوق اور مسرت سے مضمون "محمڈن نیشنل والنٹیر" کو پڑھا - خدا اِس قومی فقیر کو دولت غیر محدود عطا فرمائے - میرے خیال مین اگر اِس قسم کی کمیٹی ہر شہر مین ہو اور کوئی ممبر لکھنؤ کی کمیٹی کا یہان یا اور اضلاع مین گھومکر ایک سب کمیٹی ہر ضلع مین قائم فرمائے تو غالباً مقصد حاصل ہو - مین اور اضلاع کی نسبت وعدہ نہین کرسکتا مگر اِس ضلع کی نسبت ضرور کہونگا کہ اگر یہان کمیٹی ہو تو یقین واثق ہے کہ یہان کے مسلمان بھائی بڑے جوش وخروش سے ہمدردی کرین گے - چونکہ مین کسی ممبر انجمن لکھنؤ سے واقف نہین ہون لہذا براہ راست انجمن سے خط وکتابت نہین کرسکتا - مگر مین بخوشی ایسی انجمن کا ممبر ہونا فخریہ منظور کرونگا بشرطیکہ انجمن کے قواعد ایسے ہون کہ مین ممبر مقرر ہوسکون - علاوہ برین مین اِس معاملے مین یعنی محمڈن نیشنل والنٹیر کے بارے مین بسر وچشم نہایت مسرت وفخر کے ساتھ ہمدردی کرنے کے لیے آمادہ ہون - اگر آپ مناسب تصور فرمائین تو اِس نیازنامے کو

سکرٹری صاحب انجمن کی خدمت مین بھیج وین تاکہ وہ مجھ سے ہر ضلع مین سب کمیٹی قائم ہونے کے بارے مین خط وکتابت فرمائین - اور اگر میری راے انجمن کے نزدیک قابل منظوری تصور کیجاوے تو سب کمیٹی کی تقرری کے واسطے کوشش کی جاوے -

براہ کرم اِس سے بھی مطلع فرمائیے کہ سردست چندہ کس کے پاس بھیجا جاے اور اِس معاملۂ خاص کے کوئی قواعد منضبط ہوئے ہین یا نہین -

بندہ شاہ محمد ظہیر عالم ڈپٹی کلکٹر - از ضلع اعظم گڈھ "

دوسرا :-

" فخر قوم مولوی عبدالحلیم صاحب شرر زاد مجدہٗ - تسلیم - محمڈن نیشنل والنٹیر والی تحریر نے میرے دل پر وہ اثر کیا کہ بلا غور و تامل مینے اپنے کلاس کے مسلمان طلبہ سے چندہ لانے کے لیے کہدیا - غرض کل اور آج مینے چندہ وصول کیا - اور اِس کے لیے مینے قریب قریب تمام شہر مین خبر پہونچا دی ہے اور اکثر اشخاص سے اسکے وصول کی ترغیب کی ہے - آپ کی تحریر کی تین نقلین علٰحدہ کاغذ پر اس غرض سے کی ہین کہ اکثر مسجدون پر چسپان کر دون - مگر آج شام کو آپ کی تحریر پڑہنے کا پھر اتفاق ہوا - اور بعد اُسکے میرے دل مین یہ خیال گذرا کہ آیا اس طور سے چندہ وصول کرنے کا مجھے کوئی حق ہے یا نہین - کیونکہ آپ نے لکھا ہے کہ قوم کی طرف سے نیشنل والنٹیر مقرر ہون - شاید انجمن ایسے والنٹیرون کو مقرر کرکے ہر شہر مین روانہ کریگی - ایسی حالت مین مین خیال کرتا ہون کہ بلا اجازت انجمن مجھے کوئی حق نہین - مجھے امید ہے کہ انجمن میرے اِس جوش کی حرکت کو معاف کرکے کوئی حکم مناسب فرمادے کہ مین جو ۶ اور ۷ اگورکھپوری پیسے وصول کرچکا ہون کیا کرون آیا بھیجدون یا واپس کردون - اور آیندہ وصول کرون یا نکرون - کل کارروائی مین جواب تک معطل رکھتا ہون یہان صلاح یہ ہوئی ہے کہ مسجدون مین اور مناسب جگہون پر مقفل صندوق رکھدیے جائین جسمین چھید کی راہ سے لوگون کو پیسہ روپیہ وغیرہ رکھنے کا راستہ ہو ہر اور ہفتہ مین کھول کر ایک جگہہ رکھا جائے اور تین چار ہفتون مین جو کچھ جمع ہو روانہ کیا جاے - یہان بھی ایک انجمن ہوی ہے - اُسکے سکرٹری مولوی محمد یٰسین صاحب ہین مولوی ابراہیم

صاحب اور مولوی محمد عبد الحکیم صاحب اعلیٰ ممبرون سے ہین - مولوی ابراہیم صاحب
کے پاس مین کل جاؤن گا - اگر مناسب ہو تو انھین حضرات مین سے کسی کو یہان کا چندہ
وصول کرنے کا حکم ہو - ہم شیعون کے سرگروہ مولوی لقمان حیدر صاحب وکیل ہین -
اِن کی وجہ سے بھی بہت کچھہ ہو سکتا ہے - اور مین خود اپنی سعادت دارین سمجھکر
تو کوشش کرتا ہی ہون - صرف آپ کے جواب کا انتظار رہیگا - ہندؤن سے لینے
کی یا اُنکو دینے کی اِسمین تو اجازت نہین - مگر کوئی ہندو دے تو لیا جائے یا نہ لیا جائے؟
حقیر محمد مسلم ماسٹر ٹاون اسکول آرہ"

مین انجمن کی جانب سے اب مصلحۃً بتاتا ہون کہ دار السلام کا سکرٹری مین ہی ہون -
پہلے دلگداز ہی کے ذریعے سے آپ کی خدمت کرتا تھا اور اب بحیثیت سکرٹری دار السلام
بھی قوم کا خادم رہون گا - تا وقتیکہ انجمن کوئی خاص ہدایت نہ کرے تمام خط وکتابت
مجھسے ہونا چاہیے - اے معاونان و قدردانان دلگداز اِس کام مین ضرور مدد کیجیے -
دار السلام اور والنٹیر فنڈ آپ کے بہت کام آئین گے -

الملتمس - خادم قوم - محمد عبد الحلیم شرر مہتمم دلگداز و سکرٹری دار السلام لکھنؤ -

"فیروز گلنار"

انگلستان بلکہ یورپ کے مشہور ناولسٹ **شیکسپیر** کی مقبول ناول "رومیو جولیٹ"
کا ترجمہ **منشی جوالا پرشاد صاحب** بی اے نے نہایت فصاحت کے ساتھ بامحاورہ
موثر الفاظ مین کیا ہے جسمین عشق کی اُمنگ - جوانی کی ترنگ کا پورا چربہ دکھایا
گیا ہی - کاوش ہجر اور لذت وصل کی پوری تصویر کھینچی گئی ہے -
ہندوستان کے قریب قریب کل معتبر اخبارون نے اسپر ریویو کیا ہی جسمین اسکی دلچسپی
اور عمدگی کی تعریف مین زیادہ زور دیا گیا ہی - قیمت ۱۰ر معہ محصول ڈاک رکھی گئی ہے -
المشتہر - شیخ احمد علی کامل بنا سی رستم نگر - لکھنؤ

دار الخلافت بغداد

(یہ مضمون مولوی محمد شبلی صاحب پروفیسر علیگڈھ کالج کی کتاب المامون سے کسیقدر تصرف کے ساتھ لیا گیا)

یہ وہ شہر ہے جس پر صدیون سے اسلام رو رہا ہے اور خدا جانے کب تک رویگا موجودہ زمانے مین جب کہ دولت پسندی کی تہذیب نے ظاہری شان و شوکت اور دہوم دہام پسند کرنے والے مورخون کو قومون کی ترقی و زوال کا اندازہ کرنیکے لیے عدالت کی کرسیون پر بٹھا دیا ہے اسلامی وقعت کا سمان دکھانے کے لیے ہم جس شہر کو زیادہ دعوے کے ساتھ پیش کرسکتے ہین وہ دار الخلافت بغداد ہے - فارسی کے مشہور شاعر انوری نے اپنے ایک قصیدے مین سچ تو یون ہے کہ اُس زمانے کا سمان آنکھون سے دکھا دیا ہے - اور گذشتہ حالت بغداد کی تصویر کھینچدی ہے - وہان کی خوشگوار آب و ہوا - نظر فریب فضا - دریاے دجلہ کا لہرین لیتے بہنا - کشتیون کا اِدہر اُدہر پھرنا - عالیشان عمارتون کی عظمت - طرح طرح کے باغون کی تر و تازگی و نزہت - غرض کوئی بات نہین جو اٹھا رکھی ہو - اُس قصیدے کے چند اشعار ہم نذر ناظرین کرتے ہین وہ کہتا ہے :-

خوشا نواحی بغداد جاے فضل و ہنر — کہ کس نشان ندہد در جہان چنان کشور
سواد او بمثل چون سپہر مینا رنگ — ہواے او بصفت چون نسیم جان پرور
کنار دجلہ ز ترکان سیمتن خلخ — میان رحبہ ز خوبان ماہ رخ کشمر
ہزار زورق خورشید شکل بر سر آب — بر آن صفت کہ پراگندہ بر سپہر اختر
بشبہ باغ شود آسمان بوقت غروب — بشکل چرخ شود بوستان بوقت سحر
بوقت شام ہمی این بان بیارد گل — بگاہ بام ہمی آن باین دہد اختر
شگفتہ نرگس بوی بطرف لالستان — چنانکہ در قدح گوہرین مے اصفر
نواے طوطی و بلبل - خروش عکہ و سار — ہمی کنند خجل لحنہاے خنیاگر

اس شہر کی سطوت اور اس کے جاہ وجلال نے چونکہ اسلام کی گود مین پل کر شہرت
ودوام حاصل کی لہذا اسلامی دنیا کی تاریخ کے سوا اور کہین اس کا نام بھی نہ ملے گا۔
ہان بس اس قدر پتا چلتا ہے جسکو لوگ وجہ تسمیہ بیان کرنے کے محل پر ظاہر کرتے ہین
کہ یہان ایک باغ تھا جسمین بیٹھ کر نوشیروان عادل مقدمات فیصل کیا کرتا تھا۔
ہوتے ہوتے وہ مقام باغ داد مشہور ہو گیا جس کا مخفف بغداد ہے۔ اسلام نے
اس مقام کو اس عمدگی سے اپنے خراد پر چڑہایا اور اُسکی شوکت اور دبدبون نے
اس کامیابی کے ساتھ بغداد پر اپنا رنگ پھیرا کہ اس سرزمین کو اب اسلام کے
ساتھ ایک قسم کا لزوم ہو گیا ہے۔ آج بغداد کا نام زبان پر آتے ہی گذشتہ اسلام
کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جاتی ہے اور نوشیروان کا خیال بھی نہین آتا۔
بغداد کی وہ بنا تو معلوم ہوئی جو صرف وجہ تسمیہ ہونے کے لیے تھی یا دوسرے الفاظ
مین یون کہا جائے کہ برائے نام تھی۔ مگر دوسری اصلی بنا جس نے خاک بغداد کو
شہرت جامہ پہنایا اور جسکی وجہ سے بغداد کا نام بڑی ہیبت کے ساتھ صفحات تواریخ
پر لکھا گیا اُس کا حال سُننے سے تعلق رکہتا ہے۔ جس شخص نے اس شہر کی بنیاد
ڈالی وہ دولت عباسیہ کا دوسرا خلیفہ ابوجعفر منصور تھا۔ منصور اگرچہ خاندان
عباسیہ کا دوسرا ہی خلیفہ تھا۔ تاہم سلطنت کو استحکام اور وسعت دونون حیثیتون
سے ایک مستقل پایہ تخت کی ضرورت تھی۔ منصور ۱۳۶ھ مین تخت نشین
ہوا۔ پہلے اپنے قیام کے لیے نواحی کوفہ مین ایک عارضی مقام ہاشمیہ کو اختیار
کر لیا تھا لیکن فرقۂ راوندیہ کی بغاوت اور اہل کوفہ کی مشہور بیوفائی نے کوفے سے
اُس کا دل پھیر دیا۔ آخر بڑی جستجو اور کوشش اور اکثر اہل الراے سے مشورہ
لینے کے بعد وہ مختصر اور اُجاڑ آبادی پسند کی جو کسی زمانے مین نوشیروان عادل
کے انصاف کی طرف منسوب تھی۔
یہ بات غور طلب ہے کہ اُس قدیم زمانے مین جسکو کچھ کم بارہ سو برس گذر چکے ہین
یہ انتخاب کس قدر موزون اور کتنا سچا تھا۔ اُس زمانے مین موجودہ اصول انتخاب
ہرگز نہین قرار پائے تھے۔ مگر نیچرل ذکاوت اور اجتہادی پولٹیکل قوت نے اُن
لوگون سے ایسا اچھا انتخاب کرا دیا جس پر آج تک زمانہ متحیر ہے۔ دونون طرف

چار نہایت آباد اور زرخیز صوبے تھے ۔ دجلہ اور فرات کے متصل ہونے کی وجہ سے ہندوستان ۔ بصرہ ۔ واسط ۔ شام ۔ مصر ۔ آذربیجان ۔ دیار بکر وغیرہ کا مشترک تجارت گاہ ہوسکتا تھا ۔ آب وہوا بھی نہایت معتدل اور قریباً ہر مزاج کے مناسب تھی ۔ پولیٹکل مصلحتون کے خیال سے بھی نہایت مناسب مقام تھا ۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ تمام ممالک اسلامیہ مین لاجواب تھا ۔ نہ تو بالکل نافِ عرب مین واقع تھا جہان نہ تو شاہانہ شان وشوکت کے لیے عمدہ سامان فراہم ہوسکتے اور نہ شخصی حکومت آزادی پسند طبائع عرب مین اپنا رعب ودبدبہ ظاہر کرسکتی ۔ پھر عرب سے اتنا بُعد بھی نہ تھا کہ وہان کی بہادری قوت اور اسلامی اثر سے فائدہ نہ اُٹھایا جاسکتا ۔ ان تمام امور کے لحاظ سے اگر کوئی اسلامی شہر اُس کا ہمسر ہوسکتا تھا تو صرف دمشق تھا ۔ لیکن وہان کی آب وہوا مین مروانی حکومت کا زہرآلود اثر ہنوز موجود تھا ۔ منصور بخالت کے وصف مین یکتا مانا جاتا تھا ۔ لیکن نئے دار الخلافت کے شوق مین اُسکی ہمت نے غیر معمولی پلٹا کھایا ۔ پہلا کام یہ کیا کہ پوری قیمت دیکر بغداد کی کُل زمین راہبون سے مول لے لی ۔ شام ۔ موصل ۔ کوفہ ۔ واسط ۔ کوہستان سے فرمان بھیج بھیجکر بڑے بڑے مشہور کاریگر اور صنّاع بُلائے ۔ ۱۴۵ھ مین خود اپنے ہاتھ سے بنیاد کا پتھر رکھا ۔ اس رسم کے ادا کرتے وقت کہا "بسم اللہ والحمد للہ" اور بعد یہ آیت پڑہی "ان الارض للہ یورثہا من یشاء من عبادہ" (ساری زمین خدا کی ہے اپنے بندون مین جسکو چاہتا ہے عنایت کرتا ہے) چند ریاضی دان عالم معین کیے کہ عمارتین اصول ہندسہ کے لحاظ سے تیار ہون ۔

محکمۂ عمارت حجاج ابن ارطاۃ کے سپرد کیا ۔ اور امام اعظم ابوحنیفہ کوفی کو اس جرم پر کہ وہ منصب قضا قبول کرنے کی نسبت خلیفہ منصور کے اصرار کو کئی دفعہ نہایت آزادی سے رد کر چکے تھے† اینٹین گننے کا ذلیل کام دیا ۔ جسکو امام صاحب نے قضا

---

† اس سے چند برس پہلے منصور نے امام ابوحنیفہ صاحب کو بلاکر درخواست کی منصب قضا قبول فرمائین ۔ امام صاحب نے جواب دیا کہ مین اس جلیل الشان عہدے کے قابل نہین ہون ۔ منصور نے خفا ہوکر کہا "تم جھوٹ کہتے ہو" ۔ لیکن امام صاحب نے اس لطیف منطقی استدلال سے اوسکو بالکل بے بس کردیا کہ اگر مین جھوٹا ہون تو میرا یہ دعوے سچ ہے کہ مین قاضی ہونے کے قابل نہین ۔

کی پرخطر کام کے مقابلے مین نہایت خوشی سے قبول کیا۔
شہر پناہ کی بنیاد مدور ڈالی گئی۔ کہتے ہین یہی ایک شہر دنیا مین ہے جسکی آبادی بالکل دائرے کی صورت مین ہے۔ بنیاد کی نیو پچاس ہاتھ چوڑی ڈالی گئی۔ لیکن سطح خاک کے برابر آکر صرف بیس ہاتھ کا عرض کافی سمجھا گیا۔ شہر پناہ کے اندر عین وسط مین ایک اور حلقہ اسی طرح کی دیوار کا کھینچا گیا جو شہر پناہ سے زیادہ اونچا تھا۔ اُسمین ایوان شاہی مرکز کی طرح تعمیر کیا گیا۔ اسمین یہ مقصد ملحوظ خاطر رکھا گیا تھا۔ کہ ہر خاص و عام کو بادشاہ کے ساتھ یکسان نسبت رہے۔
شہر پناہ مین چار پھاٹک تھے۔ اور ہر پھاٹک سے دوسرے پھاٹک تک ایک میل کا فاصلہ تھا۔ ان پھاٹکون مین سے دو تو شہر واسط سے لائے گئے تھے۔ اور ایک ممالک شام سے لایا گیا۔ ایک پھاٹک کوفے کا تھا جسکے بنانے مین خالد بن عبد اللہ قسری نے اپنی بڑی بھاری صناعی صرف کی تھی۔ تعمیرات کے سلسلے مین ایوان خلافت۔ مسجد جامع۔ قصر الذہب۔ قصر الخلد۔ نہایت بلند اور شاندار عمارتین تھین۔ لیکن سب کا سرتاج قبۃ الخضرا ایک سبز گنبد تھا۔ جس کا ارتفاع تقریباً اسی گز سے کم نہوگا۔
نئی آبادی کے بعد بغداد کا نام مدینۃ السلام اور دار السلام رکھدیا گیا۔ تعمیر بغداد مین منصور نے نہایت کفایت شعاری بلکہ بخل سے کام لیا۔ حتی کہ ایک افسر کو صرف ۱۵ درہم اُسکے ذمے باقی نکلنے سے قید کی سزا دیدی۔ تاہم جب مصارف تعمیر کا حساب کیا گیا تو معلوم ہوا کہ دفتر خزانہ مین دو کرور کی رقم خالی ہوگئی۔
یہ تو منصور کا بغداد تھا مگر اسلام کی روز افزون ترقی کے ساتھ اُسکے لیے ابھی بہت سے عجیب و غریب تغیرات باقی تھے۔ زمانے نے آخر اُسکی اصلی وضع اور ہیئت بھی بدل دی۔ منصور کے فیاض ولی عہد مہدی نے جس نے صرف ایک حج مین تین کرور روپے خرچ کر ڈالے تھے تخت پر بیٹھتے ہی بغداد کی آبادی کو وسیع کر کے دریائے دجلہ کے مشرقی جانب بھی پھیلا دیا۔ اب دجلہ شہر کے درمیان مین پڑ گیا۔ جو دولت عباسیہ کے شاندار اور پر رفعت جھنڈے کے نیچے نہایت شان و شوکت سے لہرا لہرا کے بہا کرتا تھا۔ دونون طرف عالیشان عمارتین تھین اور

مساجد و مدارس کا عکس اسکے پانی پر پڑکے عجب دلفریب کیفیت دکھایا کرتا تھا
یہ اسلامی شہر ہر عہد مین حیرت انگیز ترقیان کرتا گیا - قریباً پانسو برس تک خلفا
اور اعیان سلطنت اور بڑے بڑے دولتمند امرا کے فیاضانہ بے روک حوصلے اسی
آبادی کی رونق بڑھانے مین رقیبانہ سرگرمی کے ساتھ صرف ہوا کیے - اسلامی دولت
گویا اس شہر کو اپنی عظمت و وقار کا ایک بے نظیر اور حیرت مین ڈالدینے والا نمونہ بنا رہی
تھی - ہرون الرشید کے مشہور وزیر اعظم جعفر برمکی نے صرف ایک قصر کی تیاری
مین جو صرف کر دیا وہ منصور بانی بغداد کی کل فیاضی کے برابر (یعنی دو کرور درہم)
اُترا - رنگین مزاج امین الرشید نے بھی دو کرور سے زائد کی عمارتین تیار کرائین -
نظامیہ اور مستنصریہ کی عمارتون کا حال ہم اس سے پہلے کسی پرچے مین بیان کر چکے
ہین - وہ بھی بغداد ہی کی خاک پر تیار ہوئی تھین -

مامون الرشید کے زمانے مین خاص شہر بغداد کی مردم شماری دس لاکھ سے
زائد تھی - آثار الاول مین لکھا ہے کہ ایک ایسا بھی زمانہ تھا جب خ شہر بغداد مین تیس
ہزار مسجدین اور دس ہزار حمام تھے - گبن ایک انگریزی مسلم الثبوت مورخ لکھتا ہے
کہ شہر بغداد مین آٹھ سو ساٹھ طبیبون کو خلافت کی طرف سے مطب کی اجازت تھی -
بغداد کی مشہور عمارتون کا تذکرہ ایک مستقل کتاب مین بیان ہو سکتا ہے - لیکن دار الشجرہ
کا حال ایسا نہین ہے کہ بے بیان کیے رہا جائے - یہ عجیب اور حیرت انگیز عمارت
خلیفہ المقتدر باللہ نے بنوائی تھی - جو ۲۹۵ھ مین تخت نشین ہوا - صحن کے ایک
وسیع حوض مین سونے کا ایک درخت تھا جسمین سونے چاندی کے اٹھارہ ٹہنے تھے -
اور ہر ٹہنے مین بہت سی شاخین تھین - ہر شاخ مین بیش بہا مختلف رنگون کے
جواہرات اس خوبی سے مرصع کیے تھے کہ قدرتی پھلون اور پھولون کا دھوکا ہوتا تھا -
نازک نازک ٹہنیون اور شاخون پر رنگ برنگ اور مختلف اقسام کے طلائی پرند بیٹھے
ہوئے تھے - اور کچھ اس معجز نما ترکیب سے بنائے تھے کہ جب ہوا چلتی سب کے
سب اپنے ذاتی نغمات سے خوش الحانی کرتے تھے - حوض کے دونون جانب پندرہ
مصنوعی سوار تھے جو نہایت قیمتی دیبا و حریر کی وردیان پہنے مرصع و زرین
تلوارین لگائے اسطرح حرکت کرتے نظر آتے تھے کہ گویا ہر سوار اپنے مقابل کے

سوار پر حملہ کرنے کے لیے بڑھ رہا ہے۔

بغداد پانسو برس سے کچھہ زیادہ زمانے تک دولت عباسیہ کا دار الخلافت رہا۔ اور یہ پانسو برس کی مدت یون گذری کہ بغداد کو ہر روز گذشتہ روز سے زیادہ رونق ہوتی تھی۔ عام قاعدہ ہے کہ ہر سلطنت کا دار السلطنت تمام قلمرو کا مرجع ہوا کرتا ہے۔ مگر بغداد اپنے عروج کے زمانے مین ساری دنیا کا مرجع تھا۔ اول تو تمام آباد اور مہذب دنیا دولت عباسیہ کی قلمرو ہی مین داخل تھی۔ جس حصۂ زمین کو اُن دنون ذرا بھی اس امر کی صلاحیت تھی کہ اُس سے کوئی نامور اور لائق شخص پیدا ہو اُس کی پوری آبادی نے علم اسلام کے آگے سر جھکا دیا تھا۔ اور قطع نظر اس کے اگر کسی اور حصۂ زمین کوئی لائق پیدا ہوا تو خاک بغداد مین بمقابلہ لیاقت کے کچھہ ایسی قوی الاثر مقناطیسی قوت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ ہوش و حواس سبنھالتے ہی اسلام کی طرف رُخ کرتا تھا۔ اور بغداد مین کھنچا چلا آتا تھا۔ تواریخ کے صفحون پر ہم ہزارون فلسفیون کے نام پاتے ہین جو مسیحی۔ یہودی۔ پارسی یا ہندو تھے اور بغداد کو اپنی شہرت و عزت کا ذریعہ قرار دیکر وہین آئے۔ وہین زندگی گذرانی۔ وہین کتابین تصنیف کین۔ اور اُسی شہر کی مبارک خاک مین مل گئے۔

بغداد کے قبرستان خدا جانے کن کن جواہرات کو اپنے دامن مین چھپائے ہوئے ہین۔ آج دنیاے اسلام کو بغداد مین صرف ایک مذہبی مقدس شخص کا روضہ نظر آتا ہے اور کسی کو یہ معلوم ہی نہین کہ بغداد کی خاک کے نیچے اسلامی نامورون کا وہ عظیم الشان گروہ آرام کر رہا ہے جسکے ہاتھون دین اسلام کو خدا جانے کسقدر اور کیا کچھہ ترقی ہو گئی۔ علما۔ فضلا۔ قضاۃ۔ شعرا۔ امرا۔ فقرا۔ تاجدار۔ اور وزرا غرض جتنے ہین سب اپنے اپنے زمانے کے ہیرو ہین۔ کوئی نہین جانتا کہ جسوقت یہ بزرگوار بغداد کی خاک مین سونپے گئے تھے اُس وقت کیا حشر برپا ہو گیا تھا۔ واقعی شہر بغداد کی حالت شہر کی سی نہین رہی تھی بلکہ گبن صاحب نے بہت ٹھیک لکھا ہے کہ بغداد کو ایک صوبے کی سی حیثیت نصیب ہو گئی تھی۔ آج شاید ساری دنیا کو حیرت ہو جائیگی جب انگریزی زبان کے

بہت بڑے مسلم الثبوت مورخ کی یہ عبارت دیکھین گے کہ "صرف ایک دینی امام کی تجہیز و تکفین مین بغداد و نواحی بغداد کے آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتین شریک تھین" اللہ اکبر۔ یہ امام احمد بن حنبل کا ذکر ہے۔ ایک تو یہ غور کرنے کا مقام ہے کہ جب آٹھ لاکھ مرد اور ساٹھ ہزار عورتین ایک جنازے مین شریک ہوئین تو شہر بغداد کی آبادی کس قدر ہوگی۔ پھر یہ بات بھی اُس شہر کی دینی دلچسپی کا اور اندازہ کراتی ہے کہ امام احمد بن حنبل کون شخص تھے۔ یہ وہ شخص تھے جن کو مسئلہ خلق قرآن مین مخالفت کرنے کے جرم مین مامون الرشید نے اپنے دربار مین کھینچ بُلایا تھا اور صدہا کوڑے پڑ گئے تھے۔ امام احمد نے پورے صبر سے کام لیا اور سچا استقلال دکھایا۔ اس استقلال کی وجہ سے یقیناً عوام تو اُن کے عاشق ہو گئے ہونگے مگر خواص اور مقربین خلافت نے شرکت سے احتیاط ہی کی ہوگی۔ اگرچہ اُن سے پہلے مامون دنیا سے گذر گیا تھا۔ مگر اُس کا جانشین بھی اس خیال اور اعتقاد مین جوش کے ساتھ مامون کے ارادون کا پورا کرنے والا تہا۔ یہ امر ذرا مشکل ہے خصوص اُس شخصی سلطنت کے دور مین کہ امرا و ارکان دولت شاہی ناراضی کو گوارا کر کے امام احمد کی تجہیز و تکفین مین شریک ہو گئے ہون۔ مگر دینی امور مین اُن دنون جو جوش پیدا ہو جاتا تہا اُس کا روکنے والا نہ خوف سلطان تھا۔ اور نہ اور کوئی چیز تھی۔

غرض وہ لوگ جو کچھ تھے بہت اچھے تھے۔ اور ایسے تھے کہ اپنے جیتے جی اسلام پر کوئی الزام نہ آنے دیا۔ جب تک رہے اسلام ترقی ہی کرتا گیا۔ دراصل سچے ہمدرد قوم اور جان نثار اسلام وہی تھے۔

حضرات آپ مجھے معاف فرمائین اگر مین کوئی ایسا واقعہ بیان کرون جس کو شہر بغداد اور اگلے اسلام سے تعلق نہو۔ ایرانیون نے جب پچیس لاکھ فوج سے یونان پر حملہ کیا تھا اسوقت یونان کے دو ہزار آدمی مع شاہ اسپارٹا کے ایک گھاٹی مین ایرانیون کے ہاتھ سے کٹ کے مر گئے تھے۔ اُن لوگون نے صرف اپنے وطن کی حمایت مین جان دی تھی۔ عین اُس جگہ جہان اُن کا مقتل ہے ایک پتھر پر یہ عبارت کندہ کر کے لگا دی گئی تہی کہ "اے وہ شخص جو اسپارٹا کو جاتا ہے اسپارٹا والونکو یہ پیام پہنچا دے

کہ اُس کے جان نثار دوست یہان آرام کر رہے ہین" یہ عبارت خود ہی کیا کم موثر تھی مگر اُس سین نے اسے اور بھی موثر بنا دیا جب کوشش ہو رہی تھی کہ یونان والون کو ترکون کے ہاتھ سے آزادی دلائی جائے۔ جب انگلستان کا مشہور آتش بیان شاعر لارڈ بیرن اُسی مقام پر جا کے کھڑا ہوا اور عجیب درد کے لہجے مین اپنی وہ نظم پڑھنے لگا جس کا یہ مضمون ہے "اے اسپارٹا کے دوستو اور یونان پر جان قربان کرنے والو۔ یونان والون مین اب اتنا دم نہین ہے کہ آپ اپنی مدد کر سکین نہ کوئی اُن کا یار ہے نہ مددگار ہے۔ اس بیکسی کے وقت مین خواب غفلت سے بیدار ہو۔ اوٹھو۔ اور اسپارٹا والون کی مدد کرو"۔ اس نظم نے یورپ بھر مین ایک جوش پیدا کر دیا تھا۔ اور اُسی جوش کا یہ نتیجہ تھا جو آج دیکھتے ہو کہ یونان سلطان روم کی اطاعت سے آزاد ہے۔ اور ترکون کے مقابلے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔

مین سچ کہتا ہون اسلام بھی اب اُسی بیکسی کی حالت مین ہے۔ بلکہ وہان تو تمام دول یورپ مدد کو آمادہ تھین یہان کوئی پرسان حال بھی نہین۔ کیا مسلمانون کا ادبار اس درجے کو پہونچ گیا کہ کوئی اتنا بھی نہین جو بغداد کے قدیم شکستہ مقبرون مین جا کے کھڑا ہو اور اسلام کے قدیم بستر خاک پر سونے والے بہادرون اور عاشقون سے وہی جملہ کہدے جو خاک یونان مین سونے والون سے لارڈ بیرن نے کہا تھا۔ وہ کہے "اے اگلی سرایا رونق بزم اسلام کے ممبرو۔ خواب عدم سے چونکو۔ آنکھین ملتے ہوئے اوٹھو اور دیکھو کہ اسلام جسے تم بڑی رونق پر چھوڑ گئے تھے وہ کس حالتِ ادبار کو پہونچ گیا۔ نہ اوس کا کوئی مونس ہے نہ یاور ہے۔ ایسے وقت مین تمہارا اوٹھنا ضروری ہے۔ ہمت کے پاؤن سے کھڑے ہو اور جسکی پہلے مدد کی تھی اُسکی پھر مدد کرو"۔

مگر ہائے اسلام مین اب کوئی ایسا بھی نہین باقی جو یہ پیام اُن لوگون تک پہونچا دے۔

قیصر باغ مین اسلام کا رُعب و داب

اگلے بڈھے جنکی نظر کے سامنے اگلا شاہی دور پھر گیا ہے قیصر باغ کی تاریخ مین

اس واقعے کو نہایت دلچسپی کے ساتھ مزہ لے لے کر بیان کیا کرتے ہین کہ کبھی یہ مقام گویا جنت کا ٹکڑا تھا۔ اُن کے خیال مین آج بھی وہ صحبتین بسی ہوئی ہین جب اس باغ اور عمارت مین عجیب چہل پہل تھی۔ وہ گویا اپنی ضعیفی کی کم قوت آنکھون سے دیکھ رہے ہین کہ اسکی چارون طرف کی عمارتون مین ہر روش اور پری چہرہ ممتوعات مشق ناز کر رہی ہین۔ جانِ عالم (ہاے وہی جو خاک بنگالہ کے نیچے آرام کر رہے ہین) کھو گئے ہین۔ اور نازک بدن بیگمات چہرون پر بھبوت ملے جوگنون کی وضع بنائے مع تمام ارا کین دولت کے جو سب کے سب اسی وضع مین ہین ادہر ادہر ڈھونڈھتی پھرتی ہین۔ پھر وہ خوشی کے چہچہے جب بوڑھا جوان بچہ عورت مرد جو نظر آتا تھا شنگرفی رنگ مین رنگا ہوتا تھا۔ اُن کی جنت وہی تھی۔ اور بے شک اپنے نزدیک اُن بے فکریون مین وہ جنت ہی کا مزہ پاتے تھے۔

مگر ہمارے نزدیک نو۔ مئی روز یکشنبہ کو قیصرباغ جنت کا ٹکڑا تھا۔ جس روز بیس پچیس ہزار مسلمان خلوص نیت اور خلوص عقیدت سے صرف دین کے مبارک کام کے لیے پورے برگزیدہ اور مقبول جوش کے ساتھ اُس سرزمین پر ٹہل رہے تھے۔ جس سبزے کی جگہ ممبران انجمن دار السلام کی آنکھین بچھی ہوتین تو اچھا تھا۔ سبزہ تو خوابیدہ ہے۔ مگر وہ آنکھین اپنے دینی بھائیون کے سراپا شوق انتظار مین جاگتی تھین۔ پھر بھی ہم تو یہی کہین گے کہ جب وہ آنکھین اپنے برادران اسلام کا انتظار پُر اضطراب شوق کے ساتھ کر رہی تھین تو گویا بچھی ہی ہوئی تھین۔ مبارک ہین وہ آنکھین جو اُن قدمون کے نیچے آئین اور مبارک ہین وہ قدم جو اُن آنکھون پر آئے۔ ان پر شوق آنکھون نے کیا دیکھا؟ ہاے ع۔ ایسا کچھ دیکھا کہ آنکھون کو تمنا نہ رہی۔ نہین۔ دیکھا نہین دیکھ رہی ہین۔ وہ مبارک اور دلفریب منظر ایسا نہ تھا کہ کسی وقت بھول جائے۔ قیصرباغ تو ہمارے مہمانون سے خالی ہوگیا مگر ہمارے مہمان ہماری آنکھون مین اب تک اُسی طرح پھر رہے ہین۔ ہماری آنکھین کیا دیکھتی ہین؟ وہ دیکھ رہی ہین کہ اسلام کے موجودہ بال بچے۔ دین کے پھلنے پھولنے والی پود ہے خیر الامم کی پرجوش اور حامی دین نسل۔ خدا کی رحمت کیطرح چارون طرف سے جوق جوق چلی آتی ہے۔ قیصرباغ کی وسعت اُس کے لیے نہین کافی ہے مگر رحمت الٰہی کا دامن

پھیلتا جاتا ہے اور اپنی بے انتہا وسعت کے ساتھ قیصر باغ کے میدان کو بھی وسیع کرتا جاتا ہے - امیر و غریب عالم و جاہل اعلی و ادنے سب ایک دینی اخوت اور اسلامی شرافت کا جامہ پہن کے آئے ہین - سب ایک ہی مرتبے پر ہین - ایک ہی حیثیت پر ہین - ایک ہی حالت مین ہین - ایک ہی نظر سے دیکھے جاتے ہین - ایک ہی خلوص سے باہم ملتے ہین - ایک ہی ارادہ ہے - ایک ہی مطلب ہے - ایک ہی نیت ہے - ایک ہی دُہن ہے - ایک ہی دین کے قائل ہین - ایک ہی قبلے کے آگے سر جھکائے ہین - ایک ہی قرآن کے فرمان بردار ہین - ایک ہی خدائے وحدہ لاشریک پر ایمان لائے ہین - اور ایک ہی رسول کے آفتاب نبوت پر خاک ڈالنے والون کی کوششون کو خاک مین ملانے کو جمع ہوئے ہین -

چونکہ ارادہ اچھا ہی اسلیے خدا اُنکی کوششون کو بھی پورا کرتا جاتا ہی - اور اُنکو کامیابی ہوتی جاتی ہی جنت کے سوا وہ کون مقام ہو سکتا ہے جہان ایسی برگزیدہ اور دہن کی سچی جماعت جس کو خیر الامم کا خطاب مل چکا ہے اُسی جوش کے ساتھ جمع ہو جس جوش کے ساتھ خدا کے پاک گھر خانہ کعبہ کے گرد موسم حج مین لبیک لبیک کہہ کے چکر لگایا کرتی ہے - اے اسلام تو ہر وقت پُر جوش اور ہر گھڑی مضبوط ہی - بس ضرورت ہی تو اس بات کی کہ قومی اور دینی معرکون مین تیری نسل یونہین سمٹ کے جمع ہو جایا کرے - ہائے وہ سمان پھر یاد آگیا - ہماری آنکھین دیکھ رہی ہین کہ اسلام کے سب فریق - کیا علما اور کیا امرا خدا کی بھیجی ہوئی فوج کی طرح بے تکلفی کے ساتھ آپس مین ملے جُلے کھڑے ہین - جنگ بدر مین اللہ تعالے نے مشرکین پر غالب کرنیکے لیے خاص اپنے فرشتون کی فوج سے حضرت رسول کی مدد کی تھی - چونکہ یہ واقعہ بھی جنگ بدر ہی سے تعلق رکھتا ہے لہذا گویا حضرت رسول کی عصمت پر حملہ کرنے والون کے زک دینے کے لیے اللہ جل شانہ نے اپنی یہ لاتعد و لاتحصی فوج بھیجدی ہے - یہ جوش مین بھری ہوئی فوج اپنے دینی جوش کو اُبھارتی جاتی ہے - اور مختلف مقامون پر مختلف اسپیکر (واعظ) کھڑے متلاطم سمندر کی طرح جوش مار رہے ہین - ان سمندرون کا تلاطم بڑہتا جاتا ہے اور مخالفین اپنی کشتیان بھگائے لیے جاتے ہین کہ کہین ڈوب نہ جائین - آخر موجین تھپیڑے دیتی ہوئی بڑہین - اور دشمنون کے

بیڑے تک پہونچ گئین۔ لنگر اوکھڑ گئے۔ بادبان گرپڑے۔ کپتانون نے رونا پیٹنا شروع کیا۔ اُس مخالف بیڑے کو تباہی مین ڈال کے اور اُن کی امیدون کا چراغ گل کرکے یا آج کل کی اصطلاح مین یون کہا جائے کہ لمپ توڑ کے واپس آئین۔ ہم ایک وجد کے عالم مین جھوم رہے ہین اور دیکھتے ہین کہ ان خطیبون کی معجز بیانیان دلون مین آگ لگائے دیتی ہین۔ ایک طرف جناب منشی محمد امتیاز علی صاحب جس جوش و خروش کے ساتھ تقریر کر رہے ہین۔ غصے مین ابھرنے والے خون کی طرح اسلامی جوش رگون مین دوڑتا پھرتا ہے۔ اور بے ساختہ وجد مین آآکر مسلمانون کے پرجوش ہجوم سے "سبحان اللہ۔ جزاک اللہ۔ اللہ اکبر" کے نعرے بلند ہو رہے ہین۔ دوسری طرف مرزا محمد ہادی صاحب اپنی عالمانہ تقریر سے ایک بہت بڑی جماعت کو اسلام کا جان فروش خادم بنائے دیتے ہین۔ ایک طرف مرزا محمد مرتضے صاحب نیشنل والنٹیر کی جادو بھری آواز گونج رہی ہے۔ ایک طرف جناب سید محمد صاحب شکیل کی اعجاز نما تقریر اپنا اثر ڈال رہی ہے۔ کسی طرف مولوی فتح محمد صاحب کی شیوا بیانی اسلام کے دبے ہوئے جوش کو اُبھار رہی ہے۔ اور کسی جگہ منشی نظیر علی صاحب کے پُردرد کلمات رگ حمیت اسلامی کو جوش دلا رہی ہین کہین شیخ مہدی حسن صاحب اپنی نہ رُکنے والی طبیعت کی بجھیبنیان دکھا رہے ہین۔ اور کہین مولوی ابوالحسن صاحب کی اسپیچ جماعت مسلمانان مین ہل چل ڈالے دیتی ہے۔ یہان منشی سید شہنشاہ حسین صاحب بی اے اپنے سنجیدہ کلمات سے مسلمانون کے قومی اغراض انہین بخوبی سمجھا رہے ہین۔ وہان جناب آغا سید بہادر علی صاحب اپنے رُعب دار الفاظ سے شوکت اسلامی کا سمان باندھے دیتے ہین۔ جناب منشی سید علی اصغر صاحب ایک جوش کے عالم مین انبوہ مخالفین مین گھس گئے ہین۔ بے خوف و بے ہراس اُٹھ کھڑے ہوئے ہین۔ اور دشمنان اسلام کے ہمدردون کی کارروائیون کو خاک مین ملائے دیتے ہین۔ شیخ عبدالکریم صاحب بھی اُسی گروہ مین داخل ہوے ہین۔ اور پُروزن و رعب دار الفاظ سے مخالفون کی زبان بند کیے دیتے ہین۔ اُن کی جماعت توڑے دیتے ہین۔ اُنکے ہاتھ پاؤن مین لرزہ ڈالے دیتے ہین۔

ایک جوش ہے کہ روکے نہین رُکتا طبیعتین ہین کہ سنبھالے نہین سنبھلتین ۔ گویا گرجتے ہوے بادل ہین کہ بڑہتے چلے آتے ہین ۔ اور برستی ہوئی گھٹائین ہین کہ ابر رحمت بنکے قیصر باغ کی فضا کو ڈہانکے لیتی ہین ۔

اے قدردانانِ دلگداز ہمارا بہت جی چاہتا ہے کہ تم کو بھی وہ قومی جوش کا سمندر دکھا دین ۔ مگر کیا کرین بے بس ہین ۔ وہ سمان ہماری نظر کے سامنے پھر رہا ہے ہماری آنکھین دیکھ رہی ہین مگر ہاے تمہین نہین دکھا سکتے ۔ ہمین جدہر نظر اُٹھا کے دیکھتے ہین ایک اسلامی باغ کھلا ہوا نظر آتا ہے ۔ چھوٹے چھوٹے پودے اپنی تروتازگی کے لطف اور اپنی شادابی کی کیفیت کے ساتھ اپنے نمو کا جوش دکھا رہے ہین ۔ بڑے بڑے سایہ دار درختون کی ٹہنیان جھوم رہی ہین ۔ ہر قسم اور ہر حیثیت کے درخت ہین ۔ اور سب کو موسم بہار نے عجب نظر فریب اور دل لُبھا لینے والے رنگ مین رنگ دیا ہے ۔ پھول کھلے ہوے ہین ۔ اور باد موافق کے جھونکے اس لطف کے ساتھ چل رہے ہین کہ ہر چھوٹا بڑا درخت گویا وجد مین آکے جھوم جاتا ہے ۔ اور نواسنج بلبلون کی آوازین اُس خوش گوار ہوا مین گونج رہی ہین ۔ اور شبنم آفتاب صبح کی جھلک پاکر مخالفون کے چہرے کے رنگ کی طرح اُڑی چلی جاتی ہے ۔ یہ قوم کا باغ ہے ۔ درخت اسلام کی موجودہ نسل ہین اور بلبل دار السلام کے ولولون مین بھرے ہوے اسپیکر ہین ۔

دار السلام اپنی اس تحریک کی وجہ سے اور اتنا بڑا اتفاق پیدا کرانے کی وجہ سے اس امر کی مستوجب ہے کہ تمام مسلمانان ہند اُس کا شکریہ ادا کرین ۔ ایک حساب سے اُس کے مخالفون کو بھی احسان ماننا چاہیے ۔ اب اِس سے بڑا احسان کیا ہوگا کہ دار السلام کے صدقے مین اُنھین ایک ایسا پریسیڈنٹ ملگیا کہ پھر نہ نصیب ہوگا ۔ نواب عنایت الدولہ بہادر سابق وزیر اودہ کے بڑے صاحبزادے جنکے چھوٹے بھائی ملکۂ معظمہ کو اردو پڑہانے پر مامور ہوے ہین ۔ واقعی ایسے پریسیڈنٹ پر مخالفان دار السلام نے جس قدر فخر کیا زیبا تھا ۔ بلکہ ہم تو جانتے ہین یہ فخر اُنھین عمر بھر کے لیے کافی ہے ۔ عنایت الدولہ بہادر قیصر باغ مین تشریف لیگئے تھے وہان کچھ ٹھہرے اور پھر عذر کرکے واپس جاتے تھے کہ لائل ہال مین ہاتھون

ہاتھ لیے گئے اور پریسیڈنٹ بنائے گئے۔ ہم سُنتے ہین عنایت الدولہ بہادر پنڈت اجودہیا ناتھ کے خلاف ہین۔ بہرحال دار السلام نے اپنے مخالفون پر یہ بہت بڑا احسان کیا۔ اور بخصوص اسوجہ سے کہ ایک ایسے رئیس کو جو اون کے خلاف تھا اپنے ناسمجھ دوستو کی دلدہی کے لیے بھیجدیا۔ انصاف سے پوچھیے تو بات رکھ لی۔

مین دل کو مجبور کر کے اِدھر اُدھر پھیرتا ہون مگر خدا جانے وہ کس دلچسپی کی صحبت تھی کہ آپ ہی آپ رہ رہکے یاد آتی ہے۔ خیال نے پھر قیصر باغ مین پہونچایا۔ اور مین دیکھتا ہون کہ بڑے بڑے رؤسا شاہزادے۔ بڑے بڑے عالیخاندان نواب زادے۔ دولتمند اور شرفا۔ عقلمند اور علما سب کے سب ہجوم عام مین بے تکلف ملے ہوئے ہین۔ اسلامی جوش اور دینی اخوت نے اُنہین اپنی عزت اور اپنا رکھ رکھاؤ بھلا دیا ہے۔ وہ مغلیہ خاندان جو صدیون تک تخت سلطنت پر جلوہ آرا رہا تہا اُسکو چشم و چراغ صاحبعالم شاہزادہ مرزا سلیمان قدر بہادر۔ وہ نسل جو تخت اودہ کے لیے ہندوستانکے تمام مسلمان خاندانون سے چُنی گئی تھی اُسکے واجب التعظیم یادگار صاحبعالم مرزا سلیمان قدر بہادر دونون گویا ابھی تخت سلطنت سے اُترے ہین اور اپنے مسلمان بہائیون سے ملگئے ہین۔ نواب عنایت الدولہ بہادر کو اندر آنیکی جگہ نہین ملتی اور لوگ معزز اسپیکرون کی تقریرین اس جوش سے سُن رہے ہین کہ کوئی اُنکے لانیکا بندوبست بھی نہین کرتا۔ لکھنؤ کے مشہور اور نامور رئیس منشی فضل حسین صاحب باہر بچھون پر ادب سے کھڑے تقریر سُن رہے ہین کون ادب؟ جسے مسلمان اسلام کے آگے تیرہ سو برس سے برتتے آتے ہین۔ جناب قبلہ وکعبہ مولوی سید ناصر حسین صاحب صاحبزادہ مولوی سید حامد حسین صاحب عالمانہ داب سے تشریف لائے ہین اور رونق بزم اسلامیان ہوگئے ہین۔ مولوی محمد شاہ صاحب محدث فنس سے اُترے ہین اور اہل اسلام کا جوش دیکھ دیکھکر خوش ہو رہے ہین۔ کوئی بتادے کہ ایسی صحبت آنسے دیکھنا نصیب ہوئی ہے۔

ان عمائد شہر کے نام سُن کر وہ تمام اخبارات اندازہ کرلین کہ مخالفون نے جو اُنہین دہوکا دیا ہے کہ اس جلسے مین صرف چھوٹی حیثیت کے لوگ تھے۔ چند خاص لوگونکے نام سُنکر ان لوگون کی باتون کو پایۂ اعتماد سے ساقط کردین جو چاند پر خاک ڈالتے ہین۔ اسمین کوئی شک نہین کہ پنڈت اجودہیا ناتھ نے اسلام پر حملہ کیا۔ مگر الحمد للہ کہ مسلمانون نے پورے جوش کو ساتھ اُسکی مزاحمت کی۔

واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون ؎

محمدن نیشنل والنیٹر فنڈ

"تم آپ اپنی مدد کرو - خدا بھی تمہاری مدد کریگا" یہ جہاندیدہ اور عمر رسیدہ زمانیکا ایک علمی تجربہ ہے کہ گذشتہ قومین جبتک اپنی مدد سے نہ غافل ہوئین ترقی کرتی گئین - اور ادہر اس اصول مین اُنسے سستی ظاہر ہوئی اور زمانے نے تہکاکے بٹھادیا - مدتون ادبار کی مار کہائی رہین - صدیون قسمت کے حملے سہتی رہین - قرنون تنگ وال وافلاس کی قدمون کے نیچے روندی گئین - لیکن جہان یہ اصول یاد آگیا اور اپنی مدد پر آمادہ ہوئین آرزون کا دروازہ کھل گیا - اور ترقی کا میدان اُنہین وسیع نظر آنے لگا برادران اسلام! تمنے بھی اب اپنی آنکھین کھول ہین - ادبار کی گہڑیان اب گذر جانے والی معلوم ہوتی ہین - آنکھونسے دکھائی دیتا ہی کہ قومی ادبار نے تمہارے دلون پر اثر ڈالا ہی - ہم دیکھہ ہی ہین کہ تم اب اپنی مدد کرنے کو اُٹھے ہو - تمہارے گوشہ نشین مسجدون اور حجرون مین بیٹھے تمہارے حق مین دعا کررہے ہین - تمہارے اہل الرائے تمہاری ترقی کی تدبیرین سوچ رہے ہین - تمہاری ذلت - تمہاری جہالت - تمہاری دینی اور دنیاوی نقصان تمہین اپنی آنکھونسے دکھائی دیا ہی - اب تمہین نظر آیا ہی کہ تمہارے بچے ماؤن کی گود سے چہن چہنکر عیسائیون کے ہاتھہ مین پڑتے جاتے ہین - تمہاری عورتین گھر بیٹھے قرآن چہوڑکے انجیل پڑہتی ہین - تجارت تمہارے ہاتہون سے نکلی جاتی ہی - نوکری اور ملازمت مین لوگ تمہین ہٹا ہٹاکے آگے بڑہے جاتے ہین - تمہاری وہ امیدین خاک مین ملتی جاتی ہین جو اپنے بیٹے کی نسبت ہر مسلمان باپ کے دلمین ہوتی ہین - اپنی نسل سے روز بروز تم ناامید ہوتے جاتے ہو - اسلام کو لب بام اور دین محمدی کو چراغ سحر دیکہہ رہے ہو - خوشی کا موقع ہی کہ وہ تاریکی کا زمانہ گیا اور نورانیت روز بروز تمہین تمہارا ادبار دکھائی جاتی ہے - تمہین یہ خیال پیدا ہو چلا ہی کہ اپنی آپ مدد کرنا چاہیے -

وہ کیا برکت کا وقت تہا جب تہا جب انجمن دار السلام نے تمہارے بچون پر ترس کھاکے قومی تعلیم کا بار اپنی ہاتھہ مین لینا چاہا - خوش ہو کہ دار السلام کی کوششین ساعت بساعت کامیابی کا صلہ پاتی جاتی ہین - روز بروز ملک یادہ جوش دکھاتا جاتا ہے - اور ہمارے محمدن نیشنل والنیٹر کا فقیرانہ بہیس کچہہ ایسا پسند آگیا ہی کہ ہر طرف لوگ اسی بہیس کو اختیار کرتے جاتے ہین - ہر جگہہ سے خطوط آرہے ہین - اور قوم پر عزت تصدق کرنیوالے فقیرون کی صدائین ہر طرف سے ہمارے کان مین آرہی ہین - وہ کیا اچہا موقع تہا اور کیا مبارک گھڑی تہی جب ہمارے

عاشق قوم دُولہن کے بچے رئیس زادے نے جھول ہاتھ میں لی۔ ٹوپی سر سے اُتاری۔ اور وزارت کی مغرور گودمین پلے ہوئے جسم کو ہر ادنے و اعلے کے آگے عزت اور ذلت کی ادا سے جھکا دیا۔
حضرات! آپ نے پرجوش بہائی کی یہ بابرکت بے عزتی آپ کو مبارک! اس بے عزتی کو اپنا فخر سمجھئے اپنو و النظیر (دفقیر) کی نہین موجودہ بیکسی بے وقعت اسلام کی صورت قومی دنیا کو دکھائے بہت جلد وہ زمانہ آئیگا کہ دار السلام کی کوششوں سے کالج اور کالج سے یونیورسٹیان قائم ہونگی۔ امید دکھا رہی ہی کہ ہمارے بچے اسلامی اسکولون مین بڑی عزت و وقعت کے ساتھ تہذیب شایستگی سے بیٹھے ہوئے ہین۔ ہمارے قومی پروفیسر۔ مذہبی رہبر۔ دینی ہادی۔ وہ شاہ پیغمبر قدیمی متانت کے داب سے درس دے رہے ہین۔ اور مسجدون مین پانچ وقت خدا کے آگے سر نیاز جھکانے والے راتون کو جاگ جاگ کے تہجد ادا کرنے والے لڑکے بی اے اور ایم اے کی ڈگریان حاصل کر رہے ہین۔ اپنی مدد کے لیے اُٹھیے۔ اپنے دین کے خدمتگذار بنئے۔ امروز بے نچیے اور اس مذکورہ آنے والی خوشی کے جلد حاصل کرنیکی کوشش کیجیے۔ مندرجہ ذیل خط دار السلام کی کامیابی دکھانے کے لیے ہم نقل کرتے ہین:۔

”حضرت مولانا! السلام علیکم

آجکل دنیا مین ایک شور قیامت برپا ہے۔ ہر قوم و ملت مین ہزارون مصلح و ریفارمر پیدا ہو رہے ہین۔ مگر کیا مصلحین و ناصحین کے اغراض قلبی پورے ہو جاتے ہین؟ ہرگز نہین۔ کیا باعث؟ عقلمندون نے علی قدر اختلاف عقول اسباب مختلفہ قرار دیے مگر مرکز صداقت پر ایک بھی نہ تھا۔ میرے نزدیک ناکامی کا قطعی سبب یہ ہے کہ مصلحین و ناصحین مین خلوص و صدق نہین ہوتا یا بالعبارۃ اُخریٰ یون کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ درمیان نہین ہوتا۔ کوششین کی جاتی ہین مگر اغراض نفسانیہ کے شوائب سے بری نہین ہوتین۔ مگر سبحان اللہ! ثم سبحان اللہ! جو خلوص و صدق و نصح للہ آپ کے کلام و افعال مین مرکوز و مبرہن ہے ایک فوق العادۃ امر ہے۔ اور اس سے بڑھکر اُسکا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ جو مقصود ذہن مین مقدر ٹھہرا کر دلگداز کے ذریعہ سے آپ شائع کرتے ہین وہ الہام کی طرح اور تجلی الٰہی کے مانند پڑھنے والون کے دل پر منعکس ہو جاتا ہے۔ اور یہ نہین کہ تھوڑی ہی کا ہم پایہ ہو کر دل مین بیٹھے بلکہ پریکٹس کے صورت مین ہو کر باہر نکلتا ہے۔ اسکی دلیل لیجیے۔ ہمارا شہر سیالکوٹ قدامت وضع آبادی اور آب و ہوا کے لحاظ سے بہت مشہور و معروف ہے مگر علمی مدارج کے لحاظ سے اپنے اطراف و نواح کے قریون سے بھی کئی سو قدم پیچھے ہٹا ہوا ہے۔ لاہور کی مختلف انجمنون کے معزز اراکین نے مختلف اوقات مین سخت مجاہدات کیے اور تحریراً و تقریراً یہان کے لوگون کو جگانا شروع کیا مگر یہ ایسے نہین سوئے تھے کہ کروٹ ہی لیتے۔
”خدا جانے آپ کے بیان مین کیا جادو کی تاثیر ہے کہ سیکڑون کو اُس افسانہ کی ”کوہ ندا“ کی طرح ”فوق الفطرت“ ترہی بجا کے دیوانہ بنا کر اپنی طرف کھینچ لیا ہے اور کیا کھینچا کہ

ننگ و ناموس کی قبا اُدہیڑ کر رکھدی ہے۔ حضرت! یہی جو آپ نے "محمدن فنڈ شل والنظیر" مضمون لکھا ہے۔ آپنے کیا قبولیت پیدا کی ہے اللہ اکبر! ہمارے شہر کے واجب الافتخار خاندان کے نوجوان میر عبد الغنی صاحب برادر حقیقی جناب سید میر حسن صاحب مدرس اول ہائی اسکول سیالکوٹ ہی خلوص ارادت سے فخر و ناز کی قبا اتار کے حیا ہے خاکساری و تذلل زیب تن کر کے گدائی کو نکل کھڑے ہوئے ہین۔ کسی معمولی اور خود کردہ تملق و خوشامد کا ایسے کام پر آمادہ ہونا اور ہر وضیع و شریف کے دروازے پر جاکے اپنے ملکی متعارف لہجے مین تضرع آمیز صورت مین کہنا "خیر جاضر جی۔ لیا ؤ کچھ اللہ دے واسطے تے اپنے قوم دے بچیان واسطے"۔ چندان التعجب انگیز نہین ہو سکتا۔ مگر ایک معزز شریف النفس سے بعید ہی نہین محال ہے۔ ہمارے نوجوان پر کام کی وہ لتشرت ہے کہ دم مارنے کی فرصت نہین مگر برحال اس ہمت پر کہ ایک دو ہفتہ بعد مین تو تعطیل ہو۔ اور دوسرا وزظاہری نام و ننگ کو اس مبارک کام پر فدا کرنے کو طیار ہو جائین۔ ۸ تاریخ اپریل کو ہیلا مبارک دن تہا اور حقیقۃً نہ صرف سیالکوٹ بلکہ پنجاب بہر کی تاریخ مین بے نظیر موقع تہا کہ وہ عالمین ساتھ لیکے اپنے ہمجنسون کے لیے حیرت بخش نظارہ بنکر نکل کھڑے ہوئے۔ ایک معمولی کانسی کا برتن جسے ہماری زبان مین چہنا کہتے ہین پیسون کے لیے ہاتھ مین لیا اور آٹے اور غلے کے واسطے دو بڑے بڑے طشت اور چادرین اپنے دو خادم القوم دلی ہمدردون کے حوالے کین۔ غیر معمولی ہیئت مین یہ قومی گدائون کی جماعت جب کسی دروازے پر کھڑی ہو جاتی تہی تماشائیون کا استعجاب آمیز جمگہٹا انکے گرد جمع ہو جاتا تہا جس ارادت و خلوص سے عورتون نے اس فنڈ مین شرکت کی وہ اس امر کی کافی دلیل ہے کہ ہماری عورتین گو ہماری ہی کم التفاتی اور ناخدا ترسی سے جہل و ظلمت کے گڑہے مین گری ہوئین ہین مگر اپنے پاک مذہب پنے پیارے رسول صلعم پر ہر وقت جان فدا کرنیکو حاضر ہین۔ انصاف سے دیکہا جائے تو انکی رقت قلبی کے مقابل مین اہل مروت مرد ہی صخر جمود کا حکم رکہتے ہین۔ پسنہاریان چکی پیس ہی ہین اور یہ آزاد گروہ انکے دروازے کو کسکتا رہا ہے۔ مطلب سمجہیں اور بڑے شوق سے اپنے انہی قوت لا یموت سے پاؤ بہر آٹا لیکے حاضر ہوئین۔ اس اتوار مین ایک محلے سے زیادہ مین گشت لگانا نہ ہو سکا مگر الحمد للہ باینہمہ یہ قومات ذیل اسوقت فنڈ مین جمع ہو گئی ہین۔ نقد ۴ر ۳۰ کوڑی + آرد ۲۲ + غلہ گندم ۱۴ + میزان کل ۳۰ر کوڑیان اب کیا صلاح ہے آیا رقم جتنی جمع ہو بہیجی جایا کرے یا ایک تعداد معتد بہ بنا کر مرسل ہو؟

راقم کریم بخش مدرس پرائمری کلاس بورڈ اسکول سیالکوٹ۔

جواب۔ حضرت! خدا آپ کو جزائے خیر دے۔ کوشش کیے جائیے۔ جب ایک معتد بہ رقم جمع ہو جائے تب دریافت کر کے ارسال فرمائیے گا۔ ابہی ضرورت نہین۔ والسلام۔

خادم قوم سکرٹری صیغہ تعلیم انجمن دار السلام لکہنؤ۔

مدراس ہین ہمارے معزز اور پرجوش دیندار دوستون جناب حاجی اللہ رکہا و حاجی ایوب بن حاجی اللہ رکہا صاحبان نے بڑی کوشش کی۔ اُن کی رگون مین قومی خون جوش مارنے لگا۔ اور سچے دل اور خلوص عقیدت سے اپنی قوم کے بچونکی دستگیری پر آمادہ ہو گئے۔ تمام ممبران دار السلام کل دنیائے اسلام کی طرف سے انکے ممنون احسان ہین۔ اور ہمارا دل انہیں احسانمندی کے ساتھ انکے آگے سر جہکائے ہوئے ہے۔ انکی طرف سے تفصیل وار رقوم ذیل وصول ہوئی ہین۔ حاجی جان محمد حاجی عبد اللہ کمپنی عہ حاجی اللہ رکہا و غلام حسین صاحب سیٹھ۔ صہ جناب اسمعیل حامد سیٹھ صاحب کمپنی عہ جناب ابراہیم سلیمان صاحب کمپنی عہ جناب قاسم علاؤ الدین صاحب کمپنی۔ صہ صالح محمد دلی محمد صاحب ابن حاجی اللہ رکہا مرحوم عہ۔ کل صہ یہ رقم والنظیر فنڈ مین جمع ہو گئی۔ باقی خطوط اور رقوم کا حال ہم آیندہ لکہینگے۔

خادم قوم سکرٹری صیغہ تعلیم انجمن دار السلام لکہنؤ۔

بیخودی

عجب عالم ہے - نہ کوئی آرزو ہے نہ تمنا ہے نہ فکر ہے نہ غم ہے مسرت کے ایک ناپیدا کنار سمندر مین ڈوبے ہوئے بیفکر بیٹھے ہین - جو چاہتے ہین بے خوف وبے ہراس کہہ گذرتے ہین کوئی اعتراض کرنے والا نہین - اس کا لطف کچھہ وہی خوب جانتا ہے جو اس کے مزے سے واقف ہے - ہر شخص کیا جانے کہ جو لوگ ایک عالم وجد مین ہین اُن کو اپنی بے تکلفی کی اداؤن اور بیتابی کی باتون مین کیا مزہ ملتا ہے - کوئی کیا جانے کہ اُنھین کس قیامت کا اطمینان نصیب ہے -

دنیا ایک ایسا مقام ہے جس مین کوئی شخص فکرون سے خالی نہ ملے گا - جو ہوگا کوئی نہ کوئی آرزو اُسکے دل کو پریشان ہی کیے ہوگی - ایسا کوئی نہین جو دنیا مین آیا ہو اور اس دنیاوی زندگی مین اُسے کوئی اطمینان اور فارغ البالی کا وقت مل گیا ہو - ہان اگر تھوڑا بہت اطمینان نصیب ہے تو اُنھین لوگون کو جنھون نے افکار دنیا کو لات مار کے سامنے سے ہٹا دیا ہے اور بیفکر و بے ہراس بیٹھے ہین - دنیا کی ابتدا و انتہا پر نظر ڈالی جائے تو دونون جانب بیخودی ہی کا سمان دکھائی دیگا - دو پھاٹک ہین ایک طرف سے آنیوالون کا قافلہ آتا ہے اور دوسری طرف سے جانے والے جایا کرتے ہین - آنے والے دیکھو کس بیفکری اور دلجمعی کے ساتھ آتے ہین - اس بیخودی کا کچھہ ٹھکانا ہے کہ جس بستی سے آنیکا اتفاق ہوا ہے وہان کا حال ذرا بھی نہین جانتے - کچھہ خبر نہین کہ وہ ملک کیسا ہے اور وہان کی آب و ہوا مین کیا تاثیر ہے - خدا جانے کس قیامت کی محویت ہے کہ کسی سے ملنے اور بات کرنیکی بھی عادت نہ ڈالی - ہنسنا بولنا تک نہ سیکھا - یہ تو آنے والون کا حال تھا اب جانیوالون کو دیکھیے - اِن کا نمبر کچھہ اُن سے بھی بڑھا ہوا نظر آتا ہے - اچھے خاصے بیٹھے تھے یک بیک خدا جانے کیا وحشت سوار ہوئی کہ کسی کیطرف آنکھہ اُٹھا کے دیکھنے کی بھی قسم کھالی - سو سو طرح سے

چاہتے ہین کہ چلتے چلاتے دو باتین کرلین مگر اُنھین اس سے کچھ غرض نہین کہ کسی کی تمناؤن کا خون ہوا جاتا ہے اور کسی کی آرزوئین خاک مین ملی جاتی ہین۔ اخلاقی حیثیت سے دیکھا جاے تو اُنھین کون بات نہین آتی۔ سب ہی کچھ آتا ہی۔ لطف صحبت اُنھین ہم سے زیادہ ہے۔ فصاحت و بلاغت مین ہم اُنکی پیروی بھی نہین کرسکتے۔ ملنا جُلنا ہنسنا بولنا کس بات مین اورون سے کم تھے۔ مگر اُنکے وجد اور اُن کی بیخودی نے اس درجہ بے پروا کر دیا ہے کہ نہ تو ہماری آہ و زاری پر ترس کھاتے ہین۔ نہ ہماری باتین اُنھین اس طرف متوجہ کرسکتی ہین۔ نہ ہماری نامرادیون اور بیکسیون کی پروا ہی۔ اپنے بیخود دل سے وہ خوش ہین اور اونکا وجد آشنا دل اُن سے خوش ہی۔ ہاے یہ بیخودی اور وجد ہی ایک ایسی چیز ہے جس نے دنیا کو تھکا دیا۔ اور جسپر نہ کسی فلسفی کا زور چل سکا اور نہ کوئی عقل قابو پا سکی۔ افسوس اس پچھلے پھاٹک سے نکل کے جو جانے لگا بچہ ہر ایسی خموشی سے گیا کہ زمانے بھر کو حیرت ہوگئی۔ اور آجتک ہے۔ یہ ابتدائی اور انتہائی دونون حالتین قدرت کی عجب مسٹری (راز) ہین۔ یہ راز ہمیشہ عقلا کا معرکہ آرا رہا اور آجتک کبھی نہ حل ہو سکا۔

اِن باتون کو جانے دیجیے جنکو دنیاوی زندگی سے کچھ ایسا تعلق نہین کیونکہ ازل کے خلوت نشین اور ابد کے گوشہ گزین دونون کا حال صرف ہمین اپنے قیاس یا سچے مخبرون کے ارشاد سے معلوم ہوتا ہی۔ شاید کوئی نمانے۔ دنیاوی زندگی کی بیخودیان بھی کچھ کم لطف انگیز نہین ہین۔ یہان کی بیخودیان جس حد پر واقع ہوتی ہین عجب مزے کی چیز معلوم ہوتی ہین۔

مجنون لوگون کی بیخودی کوئی ایسی چیز نہین ہے جسکو زمانہ اور قسم کی بیخودیون کیطرح ادب اور تعظیم کی نظر سے دیکھتا ہو۔ مگر انصاف تو کرو کہ اس ذلیل و بے حیثیت بیخودی کی پردے مین کتنے لطف اور مزے چھپے ہوئے ہین۔ ہزار ذلیل ہین۔ گلیون گلیون خاک چھانتے پھرتے ہین۔ لیکن اُن کی بے پروائی اور بے فکری ان مین سے کسی کو بھی ہیان مین نہین لاتی۔ پھر یہ آزادی بھلا کسے نصیب کہ جو چاہین کرگذرین کوئی ہاتھ پکڑنے والا نہین ہاے او س صاف باطنی پاکبازی آزادی اور بے ہراسی کے عالم پر جو ایک مجنون کے حرکات و سکنات سے ظاہر ہوتا ہے بڑے بڑے عقلا کو حسد آجاتا ہے۔ بیچارگی اور شخصی دونون

حکومتون کے قوانین سے وہ مستثنی ہے۔ نہ بادشاہ کی تلوار اُس کے دل پر اپنا رُعب بٹھا سکتی ہے۔ نہ فوجون کی سنگینین اُسکی طبیعت مین کسی قسم کا خوف پیدا کر سکتی ہین۔ نہ کوتوال اُس کے جرمون کو جرم سمجھتا ہے۔ اور نہ پولیس کا مہیب کانسٹبل اُسے ماخوذ کر سکتا ہے۔ بس ہر مقام پر اور ہر حالت مین وہ ہوتا ہے اور اُسکا مُلبلا اور آزاد دل۔ قدرت کا وسیع منظر ہوتا ہے اور اُسکے گستاخ ہاتھ۔ واقعی جب تک دنیا ہے ایک سڑی سودائی کے سوا اور کسی کو یہ بات نہ نصیب ہوگی کہ جو چاہا کہہ بیٹھے۔ جو دل مین آئی کر گذرے جدہر مُنہ اُٹھ گیا ہزار روک ٹوک ہے بے تکلف چلے گئے۔ جس سے جی چاہتا ہے ہنسے بولتے ہین۔ جسکو چاہتے ہین چھیڑتے ہین۔ اِسکا مُنہ چڑہا دیا۔ اُس پر دست درازی کر بیٹھے اِسے مار بیٹھے۔ اُسکی خوشامد کرنے لگے۔ یہان بیٹھ گئے۔ وہان لیٹ گئے۔ لڑکے ڈھیلے مار رہے ہین تو پروا نہین۔ لوگ ہنس رہے ہین تو غرض نہین۔ کوئی مارنے پیٹنے کو بڑہا تو خوف نہین۔ پولیس نے گرفتار کرنا چاہا تو اندیشہ نہین۔ نہ محتسب سے ڈرتے ہین۔ نہ قاضی شرع سے خوف کہاتے ہین ؎ بیگناہم بیر دیر از من مرنج + من نہ مستی بستہ ام احرام را + بے تکلفی ہے کہ خدا کی پناہ۔ بے پروائی ہے کہ معاذ اللہ۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ از خود رفتگی اس قابل نہین ہے کہ ہمین حسد آئے۔

یہ تو بیچارے مجنون تھے اب اُن بیخودون کو دیکھیے جنہین زمانہ مجذوب کے مقدس لفظ سے یاد کرتا ہے اور جنکے آگے دنیا والون مین سے بہتون کے سر تعظیماً جُھک جایا کرتے ہین۔ اُنکو کچھہ نہ پوچھیے۔ بس یہ عالم ہے کہ

ہم وہان ہین جہان سے ہمکو بھی کچھہ ہماری خبر نہین آتی!

ایک استغراق کے عالم مین بیٹھے ہوئے ہین۔ زمانے مین کچھہ ہو رہا ہو اُنھین پروا نہین اُنہون نے قبل از وقت اپنے تئین تکلفات دنیاوی اور تکلیفات شرعی سے بری کر دیا۔ صرف یہی نہین بلکہ دنیا کی حدود سے باہر نکال دیا۔ گویا اپنے حساب دنیا ہی مین نہین ہین۔ بڑے بڑے اہم معاملات اور کبھی نہ بھولنے والے واقعات نظر کے سامنے سے گذرتے ہین اور وہ نہین خبر ہوتے۔ ذرا تم ہی دیکھو کہ دنیا مین کیا ہو رہا ہے اور زمانہ کیا کر رہا ہے سلطنتین ملٹی جاتی ہین۔ مذہبون پر ریفارمیشن (اصلاح) کے نام سے جدت کا رنگ پھیرا جاتا ہے۔ ملکون کی وضع اور نوعیت مین تغیر ہو رہا ہے۔ جغرافیہ والے کیا چیز ہین

سلطنتون کی باندھی ہوئی حدین بدلتی چلی جاتی ہین - کوئی قوم تباہ ہوتی ہے اور کوئی ترقی کر رہی ہے - بازار موت ترقی کے ساتھ گرم ہے - وبا ہر سال آتی ہے اور لاکھون کو اپنے ساتھ لیے چلی جاتی ہے - غرض کیا ہے جو نہین ہوتا مگر وہ کسی طرح خبر نہین ہوتے - ایک بیخودی کی عینک آنکھون پر لگی ہوئی ہے جو دنیا کے فتنہ و فساد کو دیکھنے ہی نہین دیتی - تمام وہ باتین جو بڑے بڑے فلسفیون اور پولیٹیشنون (امور تمدنی پر بحث کرنے والے) کو پریشان کر دیتی ہین وہ اُن سب سے بے خبر ہین - زمانہ اُنھین اپنی دلبستگیون کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہے - بڑی بڑی دلفریب چیزین دکھا کے اپنا جادو ڈالتا ہی مگر اُن پہ کچھ اثر نہین ہوتا - دنیا والے اپنی غرضین لے لیکے اُن کے پاس جاتے ہین مگر وہ ذرا توجہ نہین کرتے - اس بے توجہی سے ٹالتے ہین کہ اہل غرض کے ساتھ ساری دنیا اُنکے سامنے نادم ہو جاتی ہے - کیونکہ اسلیے کہ دنیا والے صرف اپنی ذات سے نہین جاتے ہین بلکہ اُن لوگون کو طمع دلانے کے لیے خدا جانے کس کس قسم کی نادر و بیش بہا اشیا اور دولت کے کیسے کیسے نمونے لیجاتے ہین مگر وہ اپنے نفس پر پورا قابو پا چکے ہین - یہ سب چیزین اُنکے دل کو نہین پھیر سکتی ہین - وہ اپنی دُھن کے سچے ہین - اور جس قابل قدر مجنونانہ بے پروائی سے بیٹھے ہین اُسمین کبھی رخنہ نہین پڑنے پایا - اُن کی مجذوبانہ رجو بیخودی کی ادائین دکھاتی ہے وہ بھی لطف سے خالی نہین - دیکھو کس بے تکلفی سے زمین پر بیٹھے ہین اور یہ بھی غور کرو کہ صورت سے کس قیامت کی بے پروائی ظاہر ہوتی ہی - زبان پر جو کچھ آجاتا ہے بے تکلف کہہ گذرتے ہین - نہ شریعت اُنکی زبان پکڑتی ہے - نہ حاکم شرع اُنکا مُنہ بند کرتا ہے - اُن کے اوکھڑے ہوئے بے ربط اور بے سر و پا جملے اُن کی وحشت اور بیخودی کا ثبوت دے رہے ہین - اسکے ساتھ یہ بھی دیکھو کہ لوگ کس ادب سے اُنکے سامنے حاضر ہین - اُن کی اِن مجنونانہ باتون کو کس غور سے اور کس اعتقاد سے سُنتے ہین - اور اُنکی زبانون سے نکلے ہوئے بے معنی الفاظ مین اپنے مقاصد اور اغراض کے موافق کیا کیا معنے پہناتے ہین - یہ امر مشکل سے سمجھ مین آسکتا ہے کہ زمانہ کیون اُنکی اسدرجہ قدر کرتا ہے - اسوجہ سے کہ زمانے سے بے پروا ہو گئے ہین - اور دنیا و ہی دولت و عشرت کو بے قدری اور نفرت کی نظر سے دیکھتے ہین - اور سب بطرہ یہ ہوا ہے کہ بیخودی نے اپنے بس مین کر کے ایک دُھن مین لگا دیا ہے - جو خیال دلمین پیدا ہو گیا ہی ہر وقت

اُسی مین دوبے رہتے ہین۔ انصاف سے پوچھیے تو صرف بیخودی نے انکو اس
قابل بنا دیا ہی۔ اگر یہ خود فراموشی نہ ہوتی تو ایسے بھی نہ ہوتے جیسے کہ ہین۔
پچھلا اور سب سے بڑا ہوا استغراق ان لوگون کا ہی جو محو روے جانان ہین جنھین
محو روے حبیب کہتے ہین   عاشق بے نصیب کہتے ہین
ان کی محویت اور خود فراموشی اس قیامت کی ہے کہ خدا نظر بد سے بچائے کبھی کبھی انپر
اور بھی معشوقیت کا دہوکا ہو جاتا ہے۔ سوا ایک پیارے خیال کے کوئی بات انکے
دل مین ٹھہرنے ہی نہین پاتی۔ شب تاریک ہی۔ کنج تنہائی ہے۔ وحشت خیز سمان بندھا
ہوا ہے۔ نہ کوئی آنے والا ہے نہ کوئی جانے والا ہی۔ وہ ہین اور اُن کا درد آشنا دل۔
اگر دنیا کی کوئی چیز نظر کے سامنے آجاتی ہے تو اُن کے دل تک نہین پہونچنے پاتی۔ انکو
تو صرف دیدار جانان کی ہوس ہے۔ یار چاہے بیوفا ہو چاہو بے پروا ہو اُنھین کچھ فکر
نہین خیال یار ہی سے سہی وہ کسی نہ کسی طرح اپنا مقصد حاصل کر لیتے ہین۔ اس استغراق
او محویت کی کوئی انتہا ہے کہ جس چیز کو دیکھتے ہین اپنی خیالی قوت سے اُسے بھی مذاق کا بنا
لیتے ہین۔ پھولون کی شگفتہ رنگت اور تر و تازہ صورت رخسار یار کو یاد دلاتی ہے۔ نرگس
کی خوشنما وضع یار کی آنکھون کا فوٹو دکھاتی ہے۔ تارے کسی کی افشان ہین۔ اور آفتاب
و ماہتاب کسی کے گورے چہرے کا نمونہ ہین۔ شفق کسی کے شرمندہ چہرے کا رنگ لی اُڑی
ہی۔ اور شبنم کسی کا پسینہ ہے۔ غرض دنیا مین جو کچھ ہے صرف یار کی یاد دہانی کے
لیے ہے۔

ما در پیالہ عکس رخ یار دیدہ ایم   اے بے خبر ز لذت شرب مدام ما
یہ عاشقانہ ذہن بھی اپنے موقع پر بُری نہین۔ بلکہ اور مزے کی ہے۔ عشاق کو اگرچہ
ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہی کہ کسی طرح دیدار جانان نصیب ہو اور جیسے چاہتے ہین اُنکی
زیارت ہو۔ اصل مین یہ بھی ایک قسم کی دنیاوی فکر ہی جس سے کسی وقت اُنھین نجات
نہین ملتی۔ مگر یہ بات کسے نصیب ہو سکتی ہے کہ جس فکر مین پڑے اور جسکی ذہن بندھی اُسکے
سامنے دنیا کی ساری فکرون کو بھلا دیا۔ آفات ارضی و سماوی سب قسم کی بلاؤن کا مقابلہ
صرف اُسی ایک پیارے خیال کو دل مین لیکر کرتے ہین۔ اور چاہے زمانہ پیس ہی
کیون نہ ڈالے اپنے نزدیک کامیاب ہوتے ہین۔

دنیاوی خرابیون اور ذلتون کا مقابلہ اگر انسان کر سکتا ہے تو صرف اسی طرح کہ ایک خیال مین پڑ کے سب طرف سے اپنے تئین بے پروا کر دے۔ جس بات کی دُہن بندھی ہو اُسکے سوا اور ہر حیثیت سے اپنے تئین بیخود ثابت کر دے۔ اسکے نظائر دیکھنا ہون تو اگلی دنیا کی طرف نظر دوڑاو۔ تمام اگلے باکمال اور فلسفی اس استغراق کے ساتھ اپنی دھن مین ڈوبے ہوئے نظر آئین گے کہ تمھین حیرت ہو جائے گی۔ وہ لوگ ایسے تھے کہ جس کام کی طرف توجہ کی بس اُسی کے ہو رہے۔ نہ زمانہ اُنکے ارادون مین خرق ڈال سکا نہ سلطنتین اون کے جوش اور ولولے کو روک سکین۔ اسی کام کے پیچھے جان دی جیسے ابتدائے زندگی سے شروع کیا تھا۔ اگرچہ آجتک اس قسم کے لوگون کو کسی نے بیخود نہین کہا مگر ہمارے نزدیک وہ بیخود ہی تھے۔ اب اس سے زیادہ کیا بیخودی ہوگی کہ ایک خاص فکر وحشت کیطرح سر پر سوار ہوئی تو ساری دنیا کو بھول گئے۔ نہ اپنے رنج و راحت سے غرض رہی اور نہ کسی اور کی خوشی و ناخوشی کی پروا رہی۔ ہان فرق اتنا ہے کہ اس بیخودی نے دنیا کو ہمیشہ ترقی دلائی اور اور قسم کی بیخودیان اس نتیجے کو نہ حاصل کر سکین۔

جن لوگون کو قومی اصلاح منظور ہو اُنھین چاہیے کہ اُن لوگون کی پیروی کرین اور اپنے تئین ساری دنیا سے بے پروا کر کے صرف ترقی قومی کے خیال مین غرق اور محو کر دین۔ مگر یہ ہر شخص کا کام نہین ہے جنکے دل سے لگی ہوتی ہے کچھ اُنھین سے خوب بنتا ہے۔

بیان پُر درد ہی گذری ہوئی اگلی کہانی ہے

سہ پہر کا وقت ہے۔ آفتاب کی تیزی بالو کے ذرون اور سنگستانی چٹانون مین بخوبی سرایت کر گئی ہے۔ شہر دمشق کو اسلامی فوج گھیرے ہوئے پڑی ہے۔ شہر سے دو تین میل ہٹکر شمال کے جانب ہنگامۂ قیامت بپا ہے۔ بہت بڑی سخت لڑائی ہو رہی ہے۔ ہرقل شہنشاہ روم نے ایک جرار اور تازہ دم فوج دمشق والون کی اعانت کے لیے روانہ کی ہے۔ یہ فوج دمشق کی شہر پناہ تک نہین پہونچنے پائی تھی کہ مسلمانون کی ایک مختصر فوج نے بڑھکر فاصلے ہی پر روکا اور اوسی جگہ اسوقت بازار گیر و دار

گرم ہے۔

اولوالعزمیاں دکھائی جا رہی ہیں اور بہادریوں کا امتحان ہر شخص بڑے ذوق و شوق سے بڑھ بڑھ کے دے رہا ہے۔ دونوں جانب پوری جرأت اور پورے حوصلے سے کام لیا جا رہا ہے۔ نہ ادھر ناامیدی ہے نہ اُدھر خوف ہے۔ ہر طرف کے سپاہی اپنی ہمت سے زیادہ جوش دکھا رہے ہیں۔ لڑتے ہیں اور زخمی ہوتے ہیں۔ مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔ مسلمانوں کے مشہور بہادر سپہ سالار خالدؓ برابر فوج کو اسلامی جوش دلا دلا کر لڑاتے ہیں اور صف دشمن میں ڈوب ڈوب کے نکلتے ہیں۔ اس امر میں تو تمام بہادران اسلام ان کا نمونہ ہیں مگر ایک خاص قسم کی بےچینی اور اضطراب جو خالدؓ کی صورت سے عیاں ہے اُسمیں کوئی اُن کا شریک نہیں۔ خالدؓ کی بیتابی ترقی کرتی جاتی ہے۔ اور ساعت بساعت اُن کا جنگ آزمائی کا جوش بڑھتا جاتا ہے۔ اب اُنکی یہ حالت ہے کہ صف دشمن سے نکلے۔ اور ذرا دم بھی نہ لینے پائے تھے کہ پھر فوج اعدا میں غائب ہو گئے۔

خالدؓ یونہیں متواتر حملے کر رہے ہیں کہ انہیں ایک کم عمر نوجوان نظر آیا۔ یہ نوجوان نہایت ہی خوش رو اور نازک اندام شخص ہے۔ سر پر عمامہ بندھا ہوا ہے۔ عبائے عربی زیب بر ہے۔ عربی جاندار گھوڑا زیر ران ہے۔ اور پورے اسلحہ سے آراستہ ہے۔ نوجوان اپنی شکل و صورت اور اپنے حسن و جمال کی وجہ سے معمول سے زیادہ دلربا اور دلفریب ہے۔ مگر اسوقت اس جنگی لباس میں اسکی دلربائیوں کو بدرجہا زیادہ ترقی ہو گئی ہے۔ خالدؓ نے نہایت حیرت اور استعجاب سے اس نوعمر سپاہی کو دیکھا بہت کوشش کی کہ پہچانیں مگر نہ پہچان سکے۔ اسی عالم میں خالدؓ کے دل جوش نے پھر ترقی کی اور اس نوجوان کو چھوڑ کر غنیم کی فوج میں گھس پڑے حسین و نازک اندام سپاہی نے بھی خالدؓ کے ساتھ ہی رومیوں پر حملہ کیا۔ اور خالدؓ کیطرح ایک ہی حملے میں وہ بھی رومیوں کے صفوں کے اندر تھا۔ خالدؓ دشمن کی سب صفوں کو درہم و برہم کرتے اُس پار نکل کے ٹھہرے تو وہ نوجوان بھی وہیں تھا۔ خالدؓ کی حیرت دوبالا ہو گئی۔ مگر اپنے متحیر دل پر ضبط کیا اور پھر رومیوں کی فوج پر پلٹ پڑے۔ اور اُن کے ساتھ ہی وہ نوجوان بھی پلٹا۔ اسدفعہ نوجوان نے خالدؓ کی پیروی نہیں کی بلکہ خالدؓ رومیوں

صفون کو چیرتے ہوئے ایک طرف سے نکلے اور وہ دوسری طرف سے نکلا۔
اس دفعہ خالدؓ سے نہ ضبط ہو سکا اُس نوجوان کی طرف متوجہ ہوئے اور کہا "اے شخص خدا تجھپر رحمت کرے تو کون ہے؟"
نوجوان نے یہ سوال سن کے ٹالدیا۔ اور رُخ بدل کر دشمنون پر حملہ کر دیا۔ اور آناً فاناً نظر سے غائب ہو گیا۔ خالدؓ کو اتنی تاب کہان کہ منتظر کھڑے رہین۔ انھونؓ نے بھی بے تکلف غنیم کی صفون مین اپنے تئین غائب کر دیا۔ رومیون کی فوج سے اُسطرف نکل کر دونون ملے۔ خالدؓ نے پھر وہی پہلا سوال کیا مگر جواب مین اب بھی ناکامی ہوئی۔ اس مرتبہ پھر صفوف کفار کو درہم و برہم کرتے ہوئے دونون باہر آئے۔ اور مسلمانونکی جان فروش سپاہیون کے جھرمٹ مین کھڑے ہو گئے۔ خالدؓ اس نوجوان کو سخت تعجب سے دیکھ رہے تھے اور وہ نظر نیچی کیے دوسری طرف مڑا ہوا کھڑا تھا۔
اب خالدؓ کا استعجاب اس درجہ کو نہونچ گیا تھا کہ اُن مین ضبط اور تحمل کی بالکل طاقت نہ تھی۔ اُس نوجوان کی طرف بڑہے اپنے گھوڑے کی باگ اُسکی باگ سے ملادی اور کہا "اے بہادر نوجوان تجھے اپنا نام بتانے سے کیون انکار ہے؟ مین بہ حیثیت اسکے کہ مسلمانو کے اس گروہ کا سردار ہون تجھے اپنا حال بتانے پر مجبور کر سکتا ہون"
نوجوان نے نہایت شیرین اور مہین آواز اور زنانے لہجے مین آنکھین نیچی کر کے جواب دیا "اے سردار میرا شمار زنان مسلمین مین ہے۔ مین ایک حسرت نصیب عورت ہون" اتنا کہا اور آنسو جاری ہو گئے۔
خالدؓ نہایت حیرت زدہ ہو کر بولے "کیا؟ تم عورت ہو! —— اچھا تو اس قدر غمگین کیون ہو؟"
عورت:- ہائے کیونکر صبر کرون۔ مجھ سے زیادہ بدنصیب کون ہوگا۔ دنیا مین میرا کوئی نہین ہے۔ اے سردار مین بالکل اکیلی ہون۔ صرف ایک بھائی ہے۔ افسوس اُس کا کہین پتا نہین ——" یہ کہہ کے پھر رونے لگی۔
خالد:- "تمھارے بھائی کا کیا نام ہے؟ اور وہ کیونکر غائب ہو گئے؟"
عورت:- اے سردار وہ رومیون کی اسی فوج سے لڑتے لڑتے گم ہو گئے۔ آپ ہی نے تو اُن کو ان کافرون کے مقابلے کو پہلے بھیجا تھا۔ مین اُنھین ڈھونڈھتے ڈھونڈھتے تھک گئی۔

میں نے اِس فوج کا کوئی کونا تلاش کرنے کو نہیں چھوڑا۔ ہر طرف دیکھ آئی۔ ہر جگہ ڈھونڈھ آئی۔ افسوس کسی طرح نہیں معلوم ہوتا کہ وہ کیا ہوئے۔ رومیوں نے قید کیا ہوتا تب بھی تو پتا چل جاتا۔ اے ضرارؓ اگر تم اُس عالم کو سدھار گئے تو یقین جانو کہ تمہاری بہن کی زندگی بے مزہ ہو گئی!" پھر تاب نہ آئی اور منہ چھپا کے رونے لگی۔

خالدؓ۔ "اہاہ! تم ضرارؓ کی بہن خولہؓ ہو! تم کو تو میں خوب جانتا ہوں۔ افسوس اے خولہ ضرارؓ کے گم ہو جانے سے تمہارے ساتھ کل مسلمان رنج میں پڑ گئے ہیں۔ ضرارؓ وہ شخص ہیں جنکو ہر مسلمان سچے دل سے دوست رکھتا ہے۔ اگر خدانخواستہ ضرارؓ کو کسی قسم کا نقصان پہونچا تو سارے مسلمانوں کے دل کو صدمہ پہونچے گا۔ اے خولہؓ خدا تمہاری ہمت اور تمہاری جرأت میں برکت دے تم نے اُن کے تجسس میں نفس کشی کر کے ہر مسلمان کو اپنا ممنون احسان بنا لیا۔ گھبراؤ نہیں۔ انشاء اللہ ہم بہت جلد اونہیں ڈھونڈھ نکالینگے۔" یہ کہتے وقت خالدؓ بھی آبدیدہ ہو گئے۔

خولہؓ۔ "اے سردار آپ کا فرمانا بجا ہے۔ مگر میرے دل کو کیونکر تسلی ہو؟ میں نے رومیونکی ساری فوج چھان ڈالی۔ ہر ہر صف اور ہر ہر نشان اور ہر ہر صلیب تک ضرارؓ کو تلاش کرتی اور لڑتی ہوئی گئی مگر کہیں پتا نہ لگا۔ اب تو مجھ سے صبر نہیں ہو سکتا۔"

خالدؓ۔ "اے خولہؓ خدا تمہیں اِس جہاد کی جزائے خیر دے۔ تمہاری طرح میں نے بھی رومیوں کا سارا لشکر ڈھونڈھ ڈالا۔ میں متحیر ہوں کہ آخر وہ کیا ہوئے۔ اچھا ٹھہرو۔ دیکھو اور ایک تدبیر کرتا ہوں۔ شاید کچھ پتا لگ جائے۔" یہ کہہ کے رومیوں پر حملہ کیا۔ دو چار رومیوں کو جاتے ہی قتل کر ڈالا اور ایک کو گھوڑے سے کھینچ کے زندہ گرفتار کر لائے۔

رومیوں کے کچھ اور سواروں نے اپنے ساتھی کے بچانے کا ارادہ کیا مگر ادھر سے اور مسلمانوں نے بڑھکے اُنھیں پسپا کر دیا۔ خالدؓ اُس شخص کو لائے اور اپنے مترجم کو بُلا کے اُس سے باتیں شروع کیں۔

خالدؓ۔ "تم کون ہو اور تمہاری فوج کا سردار کون ہے؟"

رومی۔ "صاحب میں ایک روم کا رہنے والا عیسائی ہوں۔ ہماری فوج کا سردار وردان ہے۔ وہ بڑا بہادر شخص ہے۔ اور ہرقل نے اپنا معتمد علیہ سمجھ کے اُسے تمہارے مقابلے کو روانہ کیا ہے۔"

خالد "تم ہمارے ایک ساتھی کا حال بتا سکتے ہو جو بڑا بہادر شخص ہے - اور جس نے پہلے ہی حملے مین تمہارے بہت سے آدمی قتل کر ڈالے تھے "

رومی "یہ بالکل خلاف ہے کہ اپنے سردار کا راز مین تم آشکارا کر دون "

خالد "تو شاید تم اپنی جان سے ہاتھ دھوتے ہو - اچھا تو اب تم سے پوچھا جاتا ہو کہ تم دین اسلام کو قبول کرو گے یا نہین ؟"

رومی "تمہارا دین اختیار کرنا میرے لیے بہت بڑی ذلت کی بات ہے - مین مسلمان ہونیکے بہ نسبت جان دینا زیادہ پسند کرتا ہون "

اب قریب تھا کہ رومی قتل کر ڈالا جائے - یکایک کچھ سوچ کے اُس نے پوچھا اچھا اگر مین تمہارے ساتھی کا پتا بتا دون تو تم مجھے چھوڑ دو گے ؟"

خالد "بیشک اس صورت مین ہماری ذمہ داری مین آجاؤ گے "

رومی "تو سنیے - آپ کے ساتھی نے ہم پر بڑا سخت حملہ کیا - ہمارے سیکڑون آدمی مار ڈالے - خود سردار وردان کو اُنکی بہادری پر حیرت ہوئی تھی - تمہارے ساتھی نے آخر حلبان گرادی - پھر سردار کے بیٹے حمران کے ایک کاری نیزہ مارا وہ نیزہ سینے پر پڑا اور پیٹھ توڑ کے نکل گیا - مگر جب اُنھون نے اپنا نیزہ حمران کی پیٹھ سی نکالا تو اوس کا پھل زرہ مین اُلجھ کے رہگیا تھا - خالی لکڑی سے وہ کیا کر سکتے تھے - اگرچہ اپنی قوت بھر لڑتے رہے مگر آخر کو زندہ گرفتار کر لیے گئے - سردار وردان کو یقین تھا کہ تم لوگ اپنے ساتھی کو ضرور چھڑا لوگے - اسلیے اس نے دو سو سوارون کی حفاظت مین اُنھین شہنشاہ ہرقل کے پاس بھیجدیا ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ وہ لوگ انھین لیکر روانہ ہوے ہین "

اتنا سننا تھا کہ خالدؓ کے چہرے پر ایک مایوسی برسنے لگی - اور خولہ کا چہرہ بھی نا امیدیونکے ہجوم سے یک بیک زرد پڑ گیا - اسوقت خولہ کے تمام کپڑے دشمن کے خون مین تہڑے ہوئے تھے - جابجا خون کے لوتھڑے جم گئے تھے - سارا بدن سرخ رنگ مین رنگا ہوا تھا - مگر چہرہ بالکل زرد ہو گیا - اور اُس پر سرخی کی گویا کوئی چھینٹ بھی نہ پڑی تھی

رومی نے بھی اب کلمہ پڑہا اور مسلمان ہو گیا - اہل اسلام نے ہر طرف سے اُسکو مبارکباد دی - اور ضرارؓ کی رہائی کی تدبیرین سوچنے لگے -

خالد "اب کیا تدبیر کیجائے ؟ اس معاملے مین ہمین عجلت کرنا چاہیے "

رافعؓ۔ (ایک پرجوش اور بہادر مسلمان) "اے سردار آپ دو سو مسلمان مجھے دین میں ان کو لیکر ایسے راستے سے جاؤنگا کہ رومیون کے پہونچنے سے پہلے انھین راستے ہی مین پاؤنگا۔ مینے ملک شام مین بہت سفر کیا ہے۔ اور یہان کے راستون سے خوب واقف ہون"

خالدؓ "خدا تمہاری مدد کرے۔ اسی وقت روانہ ہو" یہ کہہ کے خالدؓ نے نام لے لیکے مسلمانون کو پکارنا شروع کیا۔

خولہؓ "اے سردار مجھے اجازت دیجیے کہ مین بھی رافع کے ساتھ جاؤن اور اپنے بھائی کے چھڑانے مین مدد دون"

خالدؓ "اچھا تم بھی جاؤ۔ مین تمہین اجازت دیتا ہون"

غرض رافع اور خولہ دونون دو سو مسلمانون کے گروہ کے ساتھ روانہ ہوئے۔

رافع ریگستان اور پہاڑون کے درون مین ہوتے ہوئے جاتے تھے۔ کچھ دن رہے ایک مقام پر پہونچکے دیکھا تو زمین پر گھوڑون کے سمون کے نشان نہ پائے۔ بہت خوش ہوکے اپنے ساتھیون سے کہا "بڑی خوشی کا مقام ہے کہ تمنے نزدیک ہی اپنا مقصد حاصل کرلیا۔ ابھی تک رومی یہان سے نہین گذرے ہین۔ آتے ہی ہونگے۔ آؤ ہم تم (ایک طرف اشارہ کرکے) اس گھاٹی مین چھپ رہین" یہ کہکے سب لوگ چھپکے بیٹھ رہے۔ اسوقت اس جگہ کا سین دیکھنے کے قابل ہے۔ چارون طرف پہاڑیون اور گھاٹیونکا سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ زمین کے چہرے پر بالونے ایک چمکتا ہوا سفید پوڈر مل دیا ہے۔ جسمین جابجا رنگ کے ذرے دو گھڑی دن رہے کے آفتاب مین کسی کی افشان کیطرح چمک رہے ہین۔ بلند پرواز طیور جو دوپہر کی گرمی مین زیادہ بلندی پر چڑھ گئے تھے اب کرہ زمین سے بہت قریب ہو آئے ہین۔ کھجورون کے جھنڈ جا بجا پھیلے ہوئے ہین اور انکے سایے مشرق کی جانب دور دور تک زمین کو سیلا کرتے چلے گئے ہین۔ آفتاب افق مغرب سے بہت قریب ہوگیا ہے۔ اور اس کے نیچی نیچی لمبی کرنین گویا اہل عرب کے نیزون کی طرح پہاڑیون مین پیوست ہوگئی ہین۔ ناگہان سامنے کی گھاٹیونسے ایک گرد بلند ہوئی۔ رافع اور انکے ہمراہی تیار ہوگئے۔ اور رومیون کے نزدیک پہونچنے کا انتظار کرنے لگے۔

اب رومیون کے گھوڑون کے ہنہنانے کی آوازین آنے لگین۔ دامان گرد چاک ہوا اور

اُسمین سے رومی سوار نظر آئے۔ اُن کے خود اور اُنکی زرہین آفتاب کی زردی مائل شعاعون مین سُنہری نظر آتی تھین۔ اُنکے اسلحہ اُڑتی ہوئی گرد کی تیرگی مین بجلی کی طرح چمک رہے تھے۔ رومی ایک خاموشی کے ساتھ چلے آتے تھے۔ اور بیچ مین ضرارؓ ایک اونٹ پر بیٹھے بیتابی او ربیکسی کے عالم اور درد کے لہجے مین کچھ عربی رجز اشعار جھوم جھوم کے پڑہتے جاتے تھے۔ ضرارؓ کی آواز چار و نطر فکی پہاڑیونسے ٹکراتی تھی اور ناکام و نامراد واپس آتی تھی۔ آخر ضرارؓ نے ایک شعر پڑہا جسکا یہ مفہوم تہا کہ "کاش میری بہن خولہؓ یا میرے دوست خالدؓ میری اس آواز کو سُن لیتے اور ان پہاڑیونکے اندر سے اُنکی آواز خوشخبری سناتی ہوئی میرے کان مین پہونچتی"۔ یہ شعر سُنکر خولہؓ مین ضبط کی تاب نہ رہی چلا کے کہہ اُٹھین "اے بہائی خدا نے تمہاری سُن لی۔ مین تمہاری بہن خولہؓ ہون"۔ خولہؓ کی زبان سے ان الفاظ کا نکلنا تہا کہ رافعؓ اور اُن کے ہمراہیون نے زور سے تکبیر کہی اور حملہ کیا۔ اِس آواز سے چارون طرف کی پہاڑیان گونج اُٹھین اور پہاڑیون سے بدرجہا زیادہ رومیون کے دل مین لرزہ پڑگیا۔ مسلمانون نے پہلے ہی حملے مین سب رومیونکو قتل کرڈالا۔ خولہؓ لپک کر اپنے بہائی سے لپٹ گئین۔ اور کُل مسلمانون نے ضرارؓ کو رہائی کی مبارکباد دی۔ ضرارؓ نے ایک رومی کا نیزہ اُٹھالیا اور کُل مسلمانونکے ہمراہ دمشق کو روانہ ہوئے۔ وہان خالدؓ کے لشکر نے وردان کی فوج کو ہزیمت دیدی۔ رومی بھاگے ہوئے آتے تھے کیونکہ خالدؓ نے دور تک اُن کا تعاقب کیا۔ بھاگتے ہوؤن کو ادہر ضرارؓ اور رافعؓ اور خولہؓ نے قتل کرنا شروع کیا۔ اس پر تمام مورخ کیا انگریزی اور کیا عربی سب متفق ہین کہ ضرارؓ اور خولہؓ دونون بہائی بہن اُس زمانے کی نہایت عمدہ اور بے مثل یادگار ہین۔ اور زیادہ تر حیرت کی یہ بات ہے کہ اسوقت جو وقت کا حال ہم نے بیان کیا ضرارؓ کی عمر اٹھارہ برس کی تہی اور خولہؓ کو سترہوان سال تہا۔

آئے قیامت آئے پروا یہان کسے ہے؟

خواب لحد سے ایدل اب کون جاگتا ہے؟

حقیقت مین جی تونہین چاہتا۔ باغ دنیا مین آکے خواب ازل کی نیند سے بیدار ہوکر

کیا خوش ہوئے تھے جو صبح محشر مین جاگ کے خوش ہون گے۔ کیا اچھا ہوتا کہ اگر اب سوئے تھے تو سویا ہی کرتے۔ مگر ایسی قسمت کہان کہ یہ آرزو پوری ہو اور یونہین اطمینان سے گذر جائے۔ وہان تو ع گر نہ ستانی بہ ستم می رسد ۃ کا مضمون ہو۔ ہم تو کبھی نہ جاگین گر جب لوگ بھی سونے دین۔ اگر ہم نہ جاگین گے تو منتظمان حشر جگا دین گے۔ اپنے اس نہ جاگنے کے عہد پر اعتماد کسے ہے۔ خواہ مخواہ جگائے جائین گے۔ ورنہ یہ اس فارغ البالی اور اطمینان کی نیند تھی کہ خدا یونہین سوتا چھوڑ دیتا تو کیا خوب تھا۔

یہ صرف ہماری ہی آرزو نہین ہے۔ ہم تو جانتے ہین کہ جس کسی کی آنکھون پر یہ نیند سوار ہوئی وہ اسی تمنا مین ہوگا کہ اب جاگنے کا اتفاق نہو۔ وہ تو اس نیند سونے والون کی وضع صورت اور بے پروائی ہی کہے دیتی ہے کہ دنیا کی دلچسپیون سے اس درجہ سیر ہو کر اور اس عالم کے جھگڑون سے اس قدر تنگ آکر ادھر سے مُنہ موڑا ہے اور آنکھین بند کی ہین کہ جہان تک ان کا بس چل سکے گا نہ ہوشیار ہون گے۔ مُنہ پر چھینٹے دے دیکے جگاؤگے تو اور آنکھین بند کر لین گے۔ دنیا سے جانیوالون کو دیکھتے ہو کہ کس قدر بے پروا غیر مانوس اور بے مروت بنکے جاتے ہین؟ کیسے کیسے لوگ گئے؟ اگر یاد کروگے تو ہر ایک کی یاد کے ساتھ ایک ایک داغ دل پر بنتا جائیگا۔ کس کس پایے کے علما۔ کس کس رتبے کے فضلا۔ کیسے کیسے عقلمند۔ کیسے کیسے فلسفی۔ دیکھتے ہی دیکھتے اُٹھے چلے گئے۔ بڑے بڑے فصیح اللسان۔ جادو نگار انشا پرداز۔ دل پھیر دینے والے اسپیکر (خطیب)۔ ہر علم کے ماہر۔ ہر فن کے اساتذہ۔ ہر قسم کے صناع۔ کچھ اُنھین پر منحصر نہین جو زمانے کے ہاتھون دنیا مین تنگ رہے ہون۔ نہین وہ بھی جنہین دنیا نے اپنے سر پر بٹھایا اور بظاہر اسباب یہان بامراد اور کامیاب رہے۔ جاتے وقت سب کی ایک ہی وضع۔ ایک ہی صورت۔ اور سب مین ایک ہی قسم کی وحشت تھی۔

کیسے کیسے حسین و نازنین جنکی پیاری صورتین دلون کے مرقع پر قیامت تک بنی رہین گی اگرچہ زمانہ اُنکی نازبرداری کرتا رہا۔ چاہنے والے اُن پر جان دیتے رہے۔ اور مرنے والون تک نے اُنھین کو اپنا قاتل بنایا مگر بارہا ایسا ہوا ہے کہ عین عنفوان شباب مین یا یون کہا جائے کہ عشوہ نمائی اور ناز فروشی کے زمانے مین دنیا سے اُن کا جی اُکتا گیا اور بسے کیے سُنے بستر ناز کے بدلے کنج لحد مین سو گئے۔ اور ایسے سوئے کہ پھر

نہ خبر ہوئے۔ اگرچہ یہ معلوم ہے کہ ؎

گستاخ پائے فتنۂ محشر جگا گئیں گے خواب عدم میں چین ہے گر خواب ناز کا

مگر ان غم نصیبوں پر ترس نہیں آتا جنکی آرزوئیں خاک میں مل جاتی ہیں اور جنکی امیدیں خون ہوئی جاتی ہیں۔ پر یہ خون کا خواب نازہی دل پہ تدبیر رکھنے والوں کو بیتاب کر رہی نہ کہ یہ قیامت کی نیند۔ یہ نیند خدا جانے کتنوں کو زندگی سے بیزار کر دیا کرتی ہو گی۔ یہ وہ غضب کا سونا ہے کہ ہر آرزومند چاہتا ہے کہ ان کی طرح خود بھی منتظران حشر کے ساتھ شرط باندہ کے سو رہے۔ بہت ایسے بھی ہیں جو بنا بن گئے اور آنکھیں بند کر کے لیٹتے ہیں مگر کیا اثر کہ کسی طرح آنکھ نہیں لگتی۔ سیکڑوں ارمان بھرے اس وقت کی ناکامیوں پر جھنجھلا جھنجھلا اٹھتے ہیں اور بس یہ حال ہوتا ہے کہ ؎

کیا کیا کدورتیں ہیں دل ناصبور میں کیوں نیند آگئی انہیں آغوش گور میں

ہائے بارہا ایسا ہوا کہ یہ پریرخ اپنے ناز و انداز کے جوش میں روٹھ روٹھ گئے۔ شبہائے وصال میں سیکڑوں ایسی ہونگی جو اسی روٹھنے کی بدولت ناکام گذر گئی ہوں گی۔ مگر ایسا روٹھنا کبھی نہ روٹھے تھے کہ بولنے کی قسم ہی کہا لی۔ جنکا آنچل پکڑنے کی شکلوں سے جرأت پڑتی تھی انہیں شانہ ہلا ہلا کے جگا رہے ہیں مگر ہائے نہیں جاگتے۔ جو شور یہ نالہ و فریاد ان کے روٹھنے پر ہماری طرف سے بلند ہوتا ہے اور جو آسمان دوز آہیں انکی خفگی پر ہم کھینچا کرتے ہیں اصل پوچھیے تو شور محشر سے کم نہیں۔ ہمارا شور و شیون اور حلقہ ماتم والوں کے رونے پیٹنے کی دلدوز اور جگر خراش آواز صور سے ملتی ہی ہوتی ہے مگر وہ کسی طرح زبان نہیں ہلاتے۔

مذکورہ لوگوں ہی پر کچھ منحصر نہیں ہے۔ جس کسی پر عدم کی نیند کا غلبہ ہوتا ہے وہ اپنے مقام پر بہتوں کو بے چین کر دیتا ہے۔ کون ہے جس پر دو چار آنسو بہانے والے نہوں اور دنیا میں کون آیا ہے جس کے دم سے کچھ لوگوں کی آرزوئیں وابستہ نہیں۔ دو دن کے چھٹنے کا ملال ہی بہت ہوتا ہے نہ کہ قیامت تک کی مفارقت کا صدمہ۔ اگر تم کسی وقت خیال کے گھوڑے پر سوار ہو کر موجودہ دنیا کی سیر کروگے اور ہر اس سین کو دیکھوگے جہاں کوئی کنج لحد میں سونے کی تیاریاں کر رہا ہو۔ تو نہیں کوئی ایسا نہ ملیگا جسکے غم میں رونے پیٹنے والے اور نالہ و فریاد کرنے والے نہ نظر آئیں۔ جہاں کوئی رونے والا

نہ ہوگا اور جہان یہ عالم ہوگا کہ ؎

برمزار ما غریبان نے چراغے نے گلے — نے پر پروانہ باشد نہ شور بلبلے

وہان بیکسی کھڑی رو رہی ہوگی۔ اور حسرت خاک اوڑاتی ہوگی۔ کچھ ایسا سمان نظر آئیگا کہ ہر گذرنے والے کا دل بھر آتا ہوگا۔ ؎

خشک گل۔ افسردہ سبزہ۔ شمع چپ۔ بالین اُداس — جی بھر آیا عالم گور غریبان دیکھکر

اُن لوگون کا سکوت اور سناٹا دیکھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ یہ لوگ کبھی جاگنا بھی چاہتے ہونگے۔ ہرگز نہ چاہتے ہونگے۔ انھون نے ایسی چپ نہین سادھی ہے کہ کسی کے بلانے سے کبھی بول بھی اُٹھین کبھی بولین گے۔ عرصہ حشر مین سب ہی کو حاضر ہونا ہی اس لئے مجبوراً یہ سب خموشی پسند لوگ جگائے جائینگے۔ جاگنے کو آپ سے آپ جاگین گے مگر اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ بہت بے مزہ ہوکے اوٹھینگے فرشتے چلا چلا کے جگائین گے۔ اُن کے اصرار پر یہ لوگ اپنے اوپر جبر کرکے اُٹھین گے۔ شدت خمار سے آنکھین جھکی پڑتی ہونگی۔ گھڑی گھڑی دل مین آتی ہوگی کہ پھر لیٹ کے آنکھین بند کرلین۔ چلنے مین پاؤن لڑکھڑاتے ہونگے۔ مگر بیچارے کیا کرین زبردستی قبرون سے نکل نکل کے چلین گے اور دربار محشر مین حاضر ہونگے۔ مگر بے بسی ہے۔ اپنا زور چلتا تو ہرگز نہ اوٹھتے۔

ہان محشر خرامون کی رفتار اگر اُنھین بھین کردے اور خودبخود اُٹھ کھڑے ہون تو اور بات ہی یہ بیشک ایک ایسی تدبیر ہے کہ دنیا کے ہجران نصیب اپنی تمناؤن کو کلیجے سے لگا لگا کے سو رہے مین اُن کو بیساختہ اسطرح اُٹھا سکتی ہے کہ نہ آنکھون مین نیند کا خمار ہو اور نہ پاؤن گرانیٔ خواب سے لغزش کرتے ہون۔ اور تدبیر کیسی یہ ہوتا ہی ہی۔ عرصہ حشر بھی تو عجب جلوہ گاہ ہوگا۔ دنیا کے بے وفا جور پسند ماہ وش جسوقت اٹھلاتی ہوئی چال سے جھومتے ہوئے نامرادون کی قبرون پر سے گذرین گے ممکن نہین کہ وہ لوگ بیتاب ہوکے چشم مشتاق کو نکھولدین۔ اور از خود رفتہ ہوکے بلبلا بلبلا کے نہ اوٹھ بیٹھین۔ اگرچہ مخموران خواب مرگ جوش خمار مین ہر وقت یان حال ہی کہا کرتے ہین ؎

غربت زدون کے سر پہ چلا ئیو نہ آکر — اے شور صبح محشر جاگے ہین رات بھر کے

مگر ان مین زندہ دلی بھی اس قیامت کی ہے کہ عرصہ حشر کی دلچسپ سیر ان سے چھوڑی نہ جائے گی۔ ان کے اعتقاد مین بسا ہوا ہے کہ ؎

مزے کی چیز ہے یہ مجمع حشر حسین کیا گیا گذرتے ہین نظر سے

باوجود اس خیال کے یہ اور نہ اُٹھین۔ واقعی کچھ ضرورت نہین کہ یہ لوگ زبردستی ایک بدمزگی کے ساتھ اُٹھائے جائین۔ ان کا اُٹھانا منظور ہے تو ہجوم حسینان اور انبوہ پریوشان کا انکی طرف سے ہوکے گذر جانا ہی ان کے بیدار کرنے اور اُٹھا بٹھانے لیے کافی ہے۔

”جہانگیر“

یہ شکسپیر کا مشہور پلے ہملٹ ہے۔منشی محمد امتیاز علی صاحب بی آے نے اس کو اردو مین ترجمہ کرکے ”جہانگیر“ کے نام سے شایع کیا ہے۔ ترجمہ کرتے وقت نام بدل ڈالے گئے ہین اور کامیابی کے ساتھ کوشش کی گئی ہی کہ کوئی جملہ اور کوئی واقعہ دلیسی سوسائٹی کے مخالف نہونے پاے۔اسکو عرصہ ہوا کہ انگریزی کتابون کے اردو مین لائے جانے کا سلسلہ پڑ گیا۔ مگر میرے خیال مین کوئی ترجمہ اس حد تک ہماری مادری زبان کے سانچے مین نہ ڈہل سکا ہوگا جس قدر یہ ترجمہ ڈہل گیا ہی۔ یہ پہلا ترجمہ ہے جس ہین اردو وائڈ یٹک (یا محاورہ) زبان سے کام لیا گیا ہے۔ اصطلاحات۔ محاورون اور ضرب المثلون نے اس قصے کو بالکل اُردو اور نجیل زبان کا جامہ پہنا دیا ہے۔ چونکہ اردو لٹریچر کو ترقی دینا آجکل ایک بہت ضروری امر ہے لہذا مین اس ترجمے کو اردو کا عمدہ سچا اور پہلا نمونہ پاکر مترجم صاحب کا نہایت شکر گذار ہون۔ اور بہ حیثیت ایک نیک نیت دوست کے اپنے خریدارون کو اس ترجمے کی طرف متوجہ کرتا ہون۔ وہ مترجم کی فصیح اردو۔ اور مصنف کے نازک اور اچھوتے خیالات کو نہایت دلچسپ پائینگے۔

”جہانگیر“ ۲۰ × ۲۶ پیمانے کے عمدہ ولایتی سفید چکنے کاغذ پر چھپا ہے۔ اور علاوہ ٹیٹل کے ۱۰۰ صفحون پر تمام ہوگیا ہے۔قیمت فی جلد مع محصولڈاک ایک روپیہ ہے۔ ویلیو پے ایبل کی یا نقد درخواستین لکھنؤ ڈاک خانہ امین آباد کے پتے سے جناب منشی امداد علی صاحب کے نام آئین۔

ہان

جس طرح بیوفاؤن کی طرف سے اکثر ”نہین“ کی صدا آتی ہے اُسیطرح عشاق ہر موقع پر چاہے ممکن ہو یا نہو ”ہان“ کہدیا کرتے ہین۔ کیونکہ نہ کہین۔ یہان تو یہ خیال ہے ”سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار مین آئے“ گویا مذہب عشق کا ایک واجب العمل رکن ہو گیا ہے۔ ہان اور نہین مین عجیب متضاد نسبت ہے۔ ایک دوست ہے تو ایک دشمن۔ ایک مظہر کرم ہو تو ایک ذریعہ ستم۔ ”نہین“ سے کسی کی دلشکنی ہوتی ہے تو ”ہان“ سے کسی کے آنسو پچھتے ہین۔ ”نہین“ کلیجے مین ناسور ڈالتا ہے تو ”ہان“ مرہم زخم جگر ہے۔ ”نہین“ خرمن آرزو مین آگ لگاتا ہے تو ”ہان“ دل سوزان مین ٹھنڈک پہونچاتا ہے۔ ”نہین“ جفاے یار ہے تو ”ہان“ تسلیم و رضاے دل بیقرار۔ ”ہان“ نے حسن و عشق کی دُنیا مین ایسا دلبستگی کا اثر ڈالا کہ حسن کے جلوے روز بروز رونق پاتے گئے اور عشق کے ولولون کو ترقی ہوتی گئی۔ یہ ہماری ”ہان“ کی برکت ہے کہ حُسن روز بروز پر اترانے والے ناز آفرینیون مین جدت دکھاتے جاتے ہین۔ مبتلایان عشق نے ہر ہر موقع پر ”ہان“ کہہ کے پریوشون کے ناز کو اس درجہ بڑھا دیا کہ غرور حسن سے زمین پر پاؤن نہ رکھنے والے گویا ”ہان“ کا لفظ ہی بھول گئے۔ اب یہ دل پُر آرزو پر قیامت ڈہا دینے والا لفظ ”نہین“ بھی اُن کی ایک دلفریب ادا سمجھ لیا گیا ہے۔

”نہین“ کی آواز تو مجمع حسینان سے ہمیشہ ہی آتی رہتی ہے۔ آرزو جس لفظ کے سُننے کی ہے۔ اور عشق کی بیقراریان جو لفظ کسی کی زبان سے کہلوانا چاہتی ہین وہ ”ہان“ ہی۔ زر دیے جانے کے قابل یہی لفظ ہے۔ وفاشعاری اور عشق کی قدر دانی ”نہین“ ہی سے ظاہر ہوتی ہے۔ زمانہ بیوفائی کا ہے۔ اور حُسن کے اسٹیج پر روز بروز ایک سے ایک زیادہ مجرب بیوفا اور ناآشنا پیدا ہوتے جاتے ہین۔ کان جس لفظ کے سُننے کو ترس گئے

وہ " ہان " ہے - مدتون سے یہ مقصود رہی کا لفظ سننے مین نہین آیا - اور جو ملتا ہے اسی لفظ کے سننے کا آرزو مند ملتا ہے - عشاق کیا معنے آرزو مندی کی ساری دنیا ایک بیتابی کے ساتھ کان لگائے بیٹھی ہے کہ کس طرف سے " ہان " کی آواز آئے اور سُن کے جی خوش ہو جائے - بہر حال اگر دلچسپی کی امید ہو سکتی ہے تو " ہان " کے لفظ مین - اور اسی لیے دونون مین جیانٹ کے ہم نے اِسے اختیار کیا ہے -

ذرا " ہان " کا جواب پانے کے منتظرون کو بھی ایک سرسری نظر سے دیکھ لو کہ اُنکی تمنائین اُنہین کس قدر بیتاب کر رہی ہین - اور امید اُنہین اس ایک انتظار مین کیا کیا کرشمے دکھا رہی ہے - اِس مجمع مین اگرچہ بہت بڑا مجمع دلدادگان یار ہی کا ہے مگر کچھ انہین پر منحصر نہین - ہر خیال کے لوگ ہین - امیدون کا رُخ ایک ہی جانب نہین ہوتا - اسوجہ سے یہان مختلف خیالات اور مختلف آرزون کے لوگ نظر آئین گے -

بوڑھا ناتوان باپ اپنی ضعیفی کی کانپتی ہوئی آواز سے بیٹے کو نصیحت کر رہا ہے - کہتا ہی " بیٹا ! زمانہ نازک ہے - پھونک پھونک کے قدم رکھنا چاہیے - وہ دن گذر گئے جب صرف خاندانی وقعت تمہارے آگے لوگون کا سر جھکوا دیا کرتی تھی - اب وہ مشاغل جنہین لوگ کسی گذشتہ زمانے مین دلچسپی اور طبیعت بہلانے کے لیے کیا کرتے تھے تمہین ترقی سے روکین گے - اُس زمانے کی جوانی نے ہمین کچھ نہ کرنے دیا - تم اُٹھو - ان سب باتون کو چھوڑو - بدمعاش اور خراب کُن احباب کی صحبت ترک کرو - دین اور دُنیا دونون تمہارے قبضے سے نکلی جاتی ہین - دین پر حملہ کرنے والون کو اب آزادی ہے جیسے چاہتے ہین بکا لیتے ہین - دنیا بے لیاقت اور بے تعلیم کے نہین حاصل ہو سکتی - بیٹا یہ نصیحتین تمہارے کام آئین گی - اب تمہارا کام بس اسی قدر ہونا چاہیے کہ تمام فضول مشاغل سے مُنہ موڑو - اور لکھنے پڑھنے مین دل لگاؤ " اتنی نصیحتین کر کے باپ بیٹے کی طرف بڑے شوق سے کان لگاتا ہے کہ دیکھین کیا آواز آتی ہے - ان سب باتون کے جواب دو ہی ہین - " ہان " یا " نہین " - مگر افسوس زمانے نے نوجوانونکو اس درجہ خراب اور نالائق بنا رکھا ہے کہ " ہان " کی بمشکل امید ہو سکتی ہے - بوڑھے نے کان تو لگا دیے مگر اُسے امید نہین کہ بیٹے کے مُنہ سے " ہان " نکلے - افسوس اِکیا ایسی ہی ہے - چاہتا ہے کہ " ہان " سنے اور یہ آرزو پوری کرنے والی آواز سنائی دے - مگر نہین -

کچھ زور نہین چلتا۔ اب اس موقع پر ”ہان“ کے سُننے کی تمنا ہے مگر ہائے نہین پوری ہوتی۔ اول تو صاحبزادے یہ لفظ زبان سے نکالنے ہی کیون لگے اور اگر پاس ولحاظ نے زبردستیان کرکے کہلوا بھی دیا تو ایسی پژمردہ صورت اور ایسے ناراضی کے لہجے مین کہتے ہین کہ اُس ظالم ”ہان“ سے ”نہین“ اچھی۔

تیماردار اپنے مریض کو لیے حکیم صاحب کے سامنے بیٹھا ہے۔ حکیم صاحب متانت اور زور کے دواب سے اپنے اُجلے فوق البھڑک کپڑے بجا بجا کے غریب مریض کی نبض دیکھ رہے ہین۔ تیماردار اور مریض دونون کی آرزومند نظرین حکیم صاحب کے چہرے کی طرف لگی ہوئی ہین کہ دیکھین نبض کی رفتار حکیم صاحب پر کیا اثر ڈالتی ہے۔ مگر حکیم صاحب نے اپنے ضابط چہرے سے کوئی بات نہ ظاہر ہونے دی۔ اب تیماردار مریض کا حال بیان کرنے لگا۔ ”بخار کسی وقت مفارقت نہین کرتا۔ پانچ چھ مہینے گذر گئے ہلکی ہلکی حرارت ہر گھڑی موجود رہتی ہے۔ کھانسی بھی آتی ہے۔ ناتوانی اور لاغری روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اب سوا پوست واستخوان کے کچھ نہین باقی رہا۔ صاحب فراش ہوگئے ہین۔ حرکت محال ہے۔ غذا بالکل ترک ہوگئی۔ اور اُس پر ستم یہ کہ دست بھی آتے ہین“۔ حکیم صاحب نے نسخہ لکھا۔ تیماردار نے مریض کو گھر روانہ کیا اور تنہائی مین حکیم صاحب کے سامنے ہاتھ جوڑ کے عرض کرنے لگا ”میرے حکیم صاحب کیا عرض کرون کہ کتنون کی آرزوئین خاک مین ملی جاتی ہین یہ بخار کیسا ہے؟ آپ ہی کے فرمانے پر ہماری امید کا مدار ہے۔ بس اتنا فرما دیجیے کہ یہ اچھے ہوجائینگے؟“ یہان بھی امید کا رہنا اور نہ رہنا انہین دو لفظون پر منحصر ہے ”ہان“ اور ”نہین“۔ مگر حکیم صاحب کی زبان سے ”ہان“ کی بھلا امید ہوسکتی ہے۔ اُنکی صورت کہے دیتی ہے کہ مریض کی طرف سے وہ مایوس ہین۔ گو مروت ”نہین“ کا دل کہانے والا لفظ اُن کی زبان سے نہین نکلنے دیتی مگر دل ہی دل مین کہ رہے ہین کہ کیا کہون۔ یا تو وہ ساکت ہین۔ اور یا مجبور دلدہی کے لیے ”ہان“ کہتے بھی ہین تو اُس وضع سے جسکے معنے ”نہین“ ہین۔ یہان بھی دیکھو بیچارہ آرزومند ”ہان“ کا لفظ سننے کا مشتاق تھا مگر نہ سُن سکا۔ ہم سچ کہتے ہین کہ یہ ”ہان“ کا لفظ کسی ایسے ہی خوش نصیب کے سننے مین آجاتا ہو تو آجاتا ہو۔ ورنہ لوگ اکثر ترس ہی کے رہجاتے ہین۔

روزگار کے پیچھے زمانے کی خاک چھاننے والا اور ترقی کا امیدوار - دونون اپنے اسٹیشن کے حاکم کے سامنے دست بستہ کھڑے ہین - پہلا التجا کے لہجے مین عرض کرتا ہے کہ "مین گردش زمانہ کی بہت سے دمہریان سہکے حاضر ہوا ہون - بیوی بچون کی تکلیف نے اب طاقت صبر بھی نہین رکھی - بس اتنی عرض ہے کہ کہین روٹیون کا سہارا ہوجائے" دوسرا مزاج شناسی کے تیور دکھا کے کہتا ہے "میری خدمات اب صلے کی مستحق ہین - مین نے بہت جان توڑ توڑ کے محنت کی - حضور پر تو سب حال روشن ہے - اب میری ترقی ہونا چاہیے"

ایک اپنی مظلومی کی تصویر کھینچ کے دکھا رہا ہے - اور دوسرا اپنے استحقاق کے واجب التسلیم ثبوت دے رہا ہے - دونون منتظر ہین کہ دیکہین سُننے والے کی زبان سے کیا نکلتا ہے "ہان" یا "نہین" ؟ دونون کی آرزوئین "ہان" پر منحصر ہین مگر حاکم کی پیش بیش سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ دو مین سے ایک کو بھی دلدہی کرنے والے الفاظ "ہان" کی امید نہین - یہان بھی دیکھو سناتی کہ "ہان" کی آواز کان مین آجائے - مگر نہ آئی -

غریب الوطن آوارہ دشت غربت کا مدتون کے بعد ایک ایسی آبادی پر گذر ہوا ہے جو باعتبار ظاہری وضع کے وطن سے ملتی ہوئی ہے - باغون کی قطع عمارتون کی صورت سواد وطن کا دہوکا دے رہی ہین - وہم کے فریب مین پڑ جانے والے مسافر کی امیدین یکبیک ترقی کرگئین - نظر نہایت شوق سے اُس عمارت کی طرف جانے لگی - آرزوئین خیال وطن کے درختون کی ٹہنیون مین اُلجھنے لگین - دلکے حوصلے بڑہ گئے - تھکے پاؤن مین نئی جان اور نئی قوت آگئی - وہ وطن کی صحبتین - وہ اطمینان اور فارغ البالی کی گھڑیان - وہ احباب کی جانبازیان - وہ عزیزون کی وفاداریان - سب چیزین نظر کے سامنے پھر گئین - دل مین خیالی پلاؤ پکاتا - اور امیدون کی مزیدار کرشمہ سازیون سے کھیلتا روانہ ہوا - چند ہی قدم چلا ہوگا کہ ایک صورت نظر آئی - وہم نے اُس صورت پر ہموطنی کا کچھ ایسا نور چمکتے دکھا دیا کہ امیدین یکبیک اور اُبھر پڑین - ذوق و شوق سے اُسکی طرف بڑہا - اور نہایت شگفتگی کے ساتھ سوال کیا "فلان شہر (اپنے شہر کا نام لیکر) یہی ہے ؟"

خیال نے دل کو یقین دلا دیا تھا کہ جواب میں "ہاں" ہی سُنے گا۔ انتظار کی جنونی ہجوم شوق میں جواب پانے کے لیے بیچین کیے دیتی تھی۔ اور امید بن مچل مچل کے جلدی کر رہی تھیں کہ نئے ہموطن ملاقاتی کے مُنہ سے کہیں جواب نکلے۔ اُس نئے ملاقاتی نے پہلے تو استعجاب کے لہجے میں کہا "وہ شہر یہاں کہاں! وہ تو یہاں سے سنکڑوں دور ہے" اِسکے ساتھ ہی سوال کے جواب میں آواز آئی "نہیں" یہ نہیں "قیامت کی تھی۔ ہائے یہ شخص تو "ہاں" کا یقین کیے بیٹھا تھا۔ یہاں بھی "ہاں" کی آرزو نے مایوس کر کے ایک غریب الوطن کے کلیجے میں ناسور ڈال دیا۔

لو ہجوم عشاق کا بھی ایک تفتہ جگر نظر آگیا۔ سالہا سال کی آرزوؤں نے آج دولت وصل حاصل کرائی ہے۔ خدا خدا کر کے اور ساری زندگی مایوسیوں کی نذر کر چکنے کے بعد کسی وعدہ فراموش کی ایک "ہاں" آج پوری ہوئی ہے ستم شعاروں کا پہلو جور ہجران سے ہدوں سے آباد ہوا ہے۔ اور تمناؤں کا پروگرام سرگرمی سے دربار حسن کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے۔ یہ عالم ہے کہ آرزومند ہر جملے پر "ہاں" کا امیدوار ہوتا ہے اور "نہیں" سُنتا ہے۔ یہاں وہ مروت بھی نہیں جسنے حکیم صاحب کی زبان سے "ہاں" کہلوادی تھی گو اُس "ہاں" کے معنے "نہیں" تھے۔ یہاں کی بیمروتی ابھی کچھہ اِس غضب کی ہے کہ لوگ جیو تے ہی بلا تکلف "نہیں" کہہ دیتے ہیں۔ ہائے پیارے لب لعلیں کس قدر دل فریب و دلستان ہیں۔ کاش انہیں سے کوئی بھی لفظ "ہاں" سے آشنا ہوتا۔ افسوس ایک بھی نہیں۔ وہ زمانہ گذر گیا جب وفا طراز اور مہ جبین معشوقوں نے دلدہی عشاق کو حسن و جمال کا جوہر سمجھ لیا تھا۔ زلیخا کی دلداریاں۔ شیرین کی وفا طرازیاں۔ لیلےٰ کی بے بسی اور بیتابیاں اُسی زمانے کے ساتھ گئیں جو پری رخوں کو محبت و وفا کا نمونہ بنا کے دکھاتا تھا۔ اب دل لیکے کر جانے والے اور جذبات عشق کی بیتابانہ آرزوؤں کو ایک مختصر سے لفظ "ہاں" کے بارے میں ترسا دینے والے حسینوں کا زمانہ ہے۔ اب بیوفائیاں ناز۔ اور وعدہ خلافیاں ادا تصور کیجاتی ہیں ہائے اِس پیاری صورتوں کے جھرمٹ میں کوئی نہیں ہے جو کسی کا دل رکھہ لینے ہی کے لیے زبان سے "ہاں" کہہ دے۔

ہر کامیابی کا مژدہ سنانے والا لفظ "ہاں" ہے جنکی آرزوئیں پوری ہو رہی ہیں اُنکے

کانون مین ہرطرف سے یہی آواز آرہی ہے کہ ترقی کے میدان مین ہر قدم پر آگے والون سے وہ پوچھتے ہین، "ہم بھی آئین؟" اور فوراً جواب مین "ہان" کا پیارا لفظ سُنتے ہین۔ زمانہ مقصد وری کی گاڑی مین بٹھا کے اُنہین اُڑائے لیے جاتا ہے۔ اور صرف یون نہین ہر مقام پر اپنی تمناؤن کے جواب مین "ہان" کا مژدہ سنتے جاتے ہین۔ انکا خوشی کے دریا مین ڈوبا ہوا اور مقصد ور مجمع بھی ہمارے خیال کے سامنے موجود ہے۔ اس مضمون کے بڑھ جانے کے لحاظ سے اُن کی تصویرین دکھانا ہم کسی اور وقت پر منحصر رکھتے ہین۔ یہ سمان گو ہمین اپنی بدقسمتی کے زمانے مین بھلانہ معلوم ہوتا ہو مگر دیکھنے کے قابل ہے کہ کامیاب بامراد لوگ کس کس مقام پر کس کس وضع سے کیا کیا آرزوئین دل مین لیے کھڑے ہین۔ اور کیسی کیسی حوصلے بڑہانے والی "ہان" کی آوازین ہر طرف سے اُنکے کان مین آرہی ہین۔

ہمین اب اپنی طرف دیکھنا چاہیے کہ ہم بھی کسی مقصد مین کامیاب ہوتے ہین اور ہماری تمناؤن کے جواب مین بھی کسی طرف سے "ہان" کی آواز آتی ہے یا نہین؟ افسوس اس سوال کے جواب مین بھی ہم "ہان" نہین کہہ سکتے۔ ہمارا ادبار۔ ہمارا تنزل۔ ہماری نااتفاقی۔ ہماری مصیبت کسی وقت ہمین موقع نہین دیتی کہ قومی آرزوؤن کے مقابل مین "ہان" کا مژدہ سُنین۔ اے اسلام! اے مبارک اور برگزیدہ دین الٰہی! یہ بھی غنیمت ہے کہ تیری برکتین اور تیرے جوش کبھی کبھی ہمارے دلون کو اُبھار دیا کرتے ہین۔ اور ہم اُٹھ کھڑے ہوتے ہین کہ زبردستی ہی سہی مگر تقدیر سے "ہان" کہلوا چھوڑین۔ ہم اسے بھی کافی سمجھتے ہین کہ تو اب تک ہماری ہمدردی کو موجود ہے۔ مگر زمانے کا رنگ ہمین ڈرا رہا ہے کہ خدانخواستہ کبھی وہ دن آجائے گا۔ جب ہم پُردرد آواز سے سوال کرین گے "روے زمین پر اسلام ہے؟" اور جواب مین کسی طرف سے "ہان" کی آواز نہ آئے گی۔

"اے گُل بتو خرسندم تو بوے کسے داری"

چاہے زبان سے کوئی خوشی منائے مگر خوشی کیا خاک ہوئی؟ اصل مین تو دل پر ایک چوٹ لگی کسی نازآفرین نے یاد آکر دلمین ایک تڑپا دینے والی چٹکی لی۔

آنسو بھر آئے - اور قصۂ ہجران بیان کرنے والی زبان سے ایک آہِ فلک دوز نکل گئی - ہان یہ اور بات ہے کہ قدر دانان حُسن اور دلدادگان یار کو اِس بیتابی مین بھی مزہ ملتا ہو - خیر - چاہے رنج ہوا ہو یا راحت - درد اُٹھا ہو یا مزہ ملا ہو مگر کسی ظالم نے مصرع قیامت کا کہا ہے - ہاے "اے گل بتو خرسندم تو بوے کسی داری" آہ اِس دکھے دلنے مار ڈالا - کون ؟ جانے بھی دو - کوئی ہوگا - لیکن یہ یاد اِس بلا کی ہے کہ ٹالے نہین ٹلتی - ہزار دل کو اور طرف متوجہ کرو - طبیعت کو دوسری باتون مین بہلاؤ مگر ایک پیارا خوشنما پھول اُنہین نہین یاد دلاتا جو ہمارے دہیان بٹانے سے نہ یاد آتے ہون -

پھول حُسن نکو کی ایک قدرتی دلفریب تصویر ہے - نرگسین آنکھین - گلابی رخسارے نازک ہونٹھ - پیچیدہ زلفین - اور پھر ایک شگفتگی کے قریب پہونچی ہوئی حسن کی مجموعی بے تکلف اور سادی حالت باغ کی مختلف دلفریبیون کا مجموعہ ہے - اور سب پر زیادہ لطف - یا بیتاب عاشقون کے مذاق مین غضب - یہ کہ پھول مین بُو ایک ویسی ہی چیز ہے - جیسی عشوہ فروشون کے حسن دلربا مین ادا - اب غور کرنے کی یہ جگہ ہے کہ حسینون نے اپنے حسن وجمال کے تمام جُزئی کرشمون کی طرف سے دلربائی اور برق افگنی کا چارج کسے دیا ہے - کون نہین جانتا کہ ادا ہی وہ چیز ہے جو سنگدل نازنینون کی جور پسندی کے نمونے دکھا دکھا کے کلیجون مین ناسور ڈالتی رہتی ہے - پھر یہ پیارا پیارا پھول بیتاب کیون نہ کردے - کیونکہ نازک اور شگفتہ رخسارون کے ہمرنگ ہونے کے علاوہ ایک قسم کی خوشبو بھی رکھتا ہے جو کسی کی ادا سے ملتی ہوئی چیز ہے -

پھول تو یہان براے نام کہدیا گیا ہے - یا یون کہیے کہ توضیح کے لیے ایک خوشنما چیز محسوسات مین سے چھانٹ لی گئی - ورنہ جس کو دیکھ کے کوئی یاد آجائے وہی پھول ہی - جو لوگ کسی کے خیال مین غرق ہوگئے ہین اُنکی خیالی آنکھین ہر چیز کو اُسی کا جلوہ گاہ سمجھتی ہین جسکے خیال نے اُن پر ایک محویت طاری کر دی - اُن کا تو مذہب ہے "ع ہر چہ آید در نظر دانم توئی" توئی سے کیا مطلب ؟ اس کا فیصلہ ہر شخص اپنے مذاق کے موافق کر لیتا ہے - صوفیۂ صافیہ اگر پھول کو مظہر خالق سمجھ کے بیتاب ہو جاتے ہین تو یار کی پیکر تصور باندہنے والے صنم پرست روے جانان کو یاد کرتے ہین اور کلیجا ہاتھون سے تھام لیتے ہین - ہر شخص کو وہی لطف ملتا ہے جو اُسکے مذاق کا ہے - پوچھیے

ہمین کیا لطف آیا - اپنی آرزون اور تمناؤن کے مفتیون سے پوچھیے کہ ہم بھی کھ دینگے کہ یہی پھول کبھی باغ اسلام مین ایک کلی ہو کر ظاہر ہوا تھا - اور کچھ اس شگفتی پر تھا کہ اس قسم کے پھول تو آجتک سیکڑون شگفتہ ہوے مگر وہ شگفتی اور تر و تازگی پھر نہ نظر آئی - اُس زمانے کی بسی ہوئی بو کا کچھ کچھ اثر اب تک ہمارے دماغ مین موجود ہی جس سے اس بو کو ملتا ہوا پا کر ہمین باغ اسلام کی وہ اگلی رونق یاد آگئی - اور اُسکے ساتھ تمام ترقیون اور شان و شوکت کا نقشہ آنکھون کے سامنے پھر گیا - بس بیتاب ہو جانے یا وہ حالت یاد کرکے خوش ہو لینے کے لیے یہ ادنے اشارہ کافی ہے -

واقعی یہ ایک عام قاعدہ ہے کہ جو کوئی چیز کسی کو یاد دلا دیتی ہے اُس سے صدمے کے سوا کبھی خوشی نہین حاصل ہوتی مگر دل کو اُس کے ساتھ ایک قسم کا اُنس سا ہو جاتا ہی دیدار جانان نہین نصیب ہے تو تصویر یار کو نظر کس شوق سے دیکھتی ہی - اور جی چاہتا ہی کہ ہر وقت کلیجے سے لگائے رہیے - جن بدبختونکو تصویر بھی نہین نصیب ہے وہ خیالی تصویر یار کو گھڑی گھڑی اپنی مشتاق آنکھون کے سامنے پیش کرتے ہین - اور بیتاب دل کے لیے کیسا پیارا اور دلچسپ مشغلہ تیار کر لیتے ہین -

قدیمی شکستہ عمارتون کے حسرت ناک آثار چونکہ اپنے نامورون کو یاد دلا دیتے ہین اور اولوالعزم لوگون کی ایک سچی اور صحیح تاریخ پیش کر دیتے ہین اسوجہ سے جب کبھی اُن مین جانے کا اتفاق ہو جاتا ہے پھر واپس آنے کو جی نہین چاہتا - خود بخود اسی بات کی کچھ دھن سی بندھ جاتی ہی کہ چاہے جو کچھ ہو یہین کے ہو رہیے اور ان منہدم آثار کے ساتھ اپنے تئین بھی ایک حسرت کی یادگار بنا دیجیے - ویرانہ پسند طیور جنھین قدما سے محبت ہے اور جنکی عمر شکستہ کھنڈرون پر بیٹھ بیٹھ کے روتے گذر جاتی ہے - صحرا نشین زاہد جو اُجاڑ مقامون کی آباد کرنے مین اپنی عمرین گذران دیا کرتے ہین دونون کو تمام دنیا کے موجودہ خود پسند امراسے زیادہ سمجھنے لگتے ہین سچ تو یون ہے کہ آثار قدما کو دیکھتے دیکھتے اُن کی نظرین اور اُن کی صورت کچھ اُنھین چیزون سے مانوس ہو گئی ہے جو کسی ٹوٹی ہوئی امید یا شکستہ آرزو سے تعلق رکھتی ہو ایک پرانے خیال کا آرٹھا ڈاکس ہندو (جس پر نئی تہذیب کا اثر نہین پڑا) ہندوستان کی سیر کی غرض سے ریل پر سوار ہوتا ہے - اُس مقدس زمین پر پہونچتا ہے جو

جمنا کے کنارے واقع ہے۔ جسے قدامت کی مذہبی تاریخ بندرابن کے نام سے یاد دلاتی آئی ہے۔ اُس مقام کو وہ شوق اور دلچسپی کی نظر سے دیکھتا ہے۔ وہان کی سینری مختلف قدرتی چیزون کو اپنے دامن مین لے کے نظر کے سامنے کر دیتی ہے۔ اُن چیزون کی ہسٹری مذہب بتاتا جاتا ہے۔ اور وہ خیالی اگلا گذشتہ سین اُسکی آنکھون مین پھر جاتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ سری کرشن جی کھڑے بنسی بجا رہے ہین۔ بنسی کی سہانی آواز چارون طرف کی فضا مین گونج رہی ہے۔ اور ایک بیساختگی و ازخود رفتگی کا سمان بندھا ہوا ہے۔ برج کی نازنین ویری جمال گوالنین اور عقیدت مند حور وش لڑکیاں ہمہمت سے دوڑتی چلی آتی ہین۔

اور ایک محویت کے عالم مین وہ دلکش آواز سن رہی ہین جسکو اعتقاد اور موثر بنائے دیتا ہی۔ مذہب کی تاریخ قدامت کی طرف اور زیادہ کھینچ لیجاتی ہی اور وہ سین نظر کے سامنے ہوجاتا ہے جہان مہاراجہ رامچندرجی اپنے بھائی لچھمن اور وفادار وعصمت شعار معشوقہ سیتاجی کے ساتھ چترکوٹ پہاڑ کے دامن مین کھڑے ہین۔ وہان کے سبزہ زار کی بہار اور پھولون کی تروتازگی اُن کے درد آشنا دل پر اثر کر رہی ہے اور وجد مین آ آکر اپنی نازنین محبوبہ کو اشارے سے بتا بتا کے باغ قدرت کے حُسن فریب کا لطف یاد دلا رہے ہین۔ ایسے موقعون پر ہر ادنے اشارہ دیکھنے والے کے حق مین وہی پھول ہوجاتا ہے جسکی نسبت کوئی اگلا دقیقہ سنج کہہ گیا ہی

"وا ے گل بتو خرسندم تو بوے کسے داری"

اِس مضمون کو کوئی اور نازک خیال کس خوبصورتی سے ادا کر رہا ہے کہ سنتے ہی بے اختیار وجد کا عالم طاری ہوجاتا ہے اور خواہ مخواہ مُنہ سے "واہ" نکل جاتی ہے۔

گل گفت کہ من مذہب دینی دارم	با روح رسول ہمنشینی دارم
رنگم چو محمد است و بویم چو علی	خُلق حسن و خوے حُسینی دارم

ایک پیارا پھول کسی سچّے مسلمان کی نظر سے گذرا۔ مذہب کے جوش نے وہ دینی باتین یاد دلا دین جو ہر وقت اُسکے خیال مین بسی رہتی ہین۔ اُسکے خیال کے کان سُننے لگے کہ وہ خوشنما پھول زبان حال سے کلمۂ توحید پڑھ رہا ہے۔ اور اس بات پر فخر کر رہا ہے کہ حضرت رسول علیہ السلام کو مین بالطبع مرغوب تھا۔

پھر اپنے رنگ - خلق - خو - بو ہر چیز کو دکھا کر گویا کسی دینی مقتدا کو یاد دلاتا ہی - حالانکہ ایک مسلمان کو اپنے اسلامی خیالات زندہ کرنے کے لیے کسی پھول کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہین - پھول تو گویا نازک خیال شاعر کی ایک قسم کی مزیدار آورد ہے - دراصل صحراے عرب کی تپتی ہوئی زمین - اُس کی بالو کے چمکتے ہوے ذرّے - اُسکے ریگستانون کی جھاڑیون اور ببولون کے کانٹے سب اپنی جگہہ پر اُس قافلے کے یاد دلانے کے لیے کافی ہین جو دینی کشش سے وہان جمع ہوا تھا - اور مصر و شام - روم و عجم - افریقہ و ایشیا - اسپین و ہندکے تازہ اور سراپا نزہت سبزہ زارون کی طرف روانہ ہوا تھا - ہماری قوم کو اُس مبارک ریگستان مین معمولاً آنے جانے والے قافلون کے اونٹون کے نقش قدم دیکھہ کر دھوکا ہوسکتا ہے کہ یہ نشان اُن اونٹون کے نہون جو اُس قدیم قافلے کو لیکے روانہ ہوے تھے -

سب سے بڑا لطف یہ ہے کہ یہ پھول جو کوہ قاف کی پریون یعنے سرکیشیا کی سادگی پسند دوشیزہ لڑکیون کے حسن کی رونق بڑھاتا ہے - یوروپین لیڈیون کے نازک سرون اور ابھرتے ہوے سینون پر خوشنمائی کے ساتھہ آراستہ کیا جاتا ہے - ہندوستان کی سبزہ اندام اور سراپا نازوانداز مہ جبینون کے گورے گالون مین بڑتا ہے اور نازک اندام معشوقون کے بستر ناز پر بچھایا جاتا ہی - کبھی حور وشون کا زیور ہوتا ہے اور کبھی حسن پرستون کی طرف سے ایک نذر کے گلدستہ بنا کر نذر بارگاہ حسن ہوتا ہی اگر غور سے دیکھیے تو وہ پھول ایک ایسی چیز ہے جو دنیا کے سارے اختلاف دفع کرکے اور باہمی جنگ وجدل کو مٹا کے سب قومون اور سب مذہبون کو ایک عمدہ خدا رسی کا مسئلہ یاد دلا کے ہم خیال بنا دیتا ہے - سعدی شیرازی کا یہ شعر بہتون کی نظر سے گذرا ہوگا - ؎

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر ورقے دفتریست معرفت کردگار

پھر جب پتیون کا یہ حال ہے تو پھول کسی قدر زیادہ فصاحت کے ساتھہ زبان حال سے وہ مضمون ادا کر رہا ہوگا جسکو درختون کے ہرے ہرے پتے ادا کرتے ہین - فرض کیجیے کہ ایک گلاب کا پھول آپ کے ہاتھہ مین ہے اور آپ اُسے غور سے دیکھہ رہے ہین - نکہت کسی کی اُٹھتی ہوئی جوانی کو یاد دلا رہی ہی - رنگ کسی کے چمکنے اور

گدگدے رخساروں کی تصویر ہے۔ بو اپنی دلکش کیفیت سے صاف بتا رہی ہے کہ کسی شوخ طبع کے ناز کا لطف اُڑا لائی ہے۔ نازک نازک پنکھڑیان کسی کے پتلے پتلے نازک اور مسکراتے ہوئے ہونٹھ ہین۔ پھر ان سب باتون کا تفصیلی حال دریافت کرنیکے بعد اُس قدرت کو خیال کرو جس نے ان سب باتون کو اس ایک چھوٹی سی چیز مین جمع کر دیا تو فوراً خیال اُس صناع مطلق کی طرف رجوع ہوگا جسکو سوا چند معدودے لوگون کے ساری دنیا سب مذاہب اور کل قومین مانتی ہین۔

وہ باسی پھول جو کسی کی پیاری گردنون مین پڑے پڑے مُرجھا گیا ہے۔ وہ پژمردہ کلیان جو کسی کی تربت پر پڑے پڑے خشک ہو گئی ہین۔ وہ پیراہن گل جسے ایک ہی جلد گذر جانے والی شب وصال نے کسی حوروش کا ملبوس خاص بنا کر ملگجا اور بے لطف کر دیا ہے۔ وہ صحن چمن مین بکھری ہوئی پنکھڑیان جو اپنی شگفتگی کی بہار و ظاہر حسرت نصیبی کے ساتھ زمین پر بکھر گئی ہین۔ وہ دماغ تر و تازہ کرنیوالی بوے گل جو بہاری آہ جگر خراش کیطرح چارون طرف ہوا مین منتشر ہو گئی ہو۔ یہ چیزین ایسی ہین کہ انہین دیکھتے ہی بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہی "اے گل بتو خرسندم تو بوے کسی داری" سارے عالم کی خاک چھاننے کے بعد آؤ باغ اسلام کی کیفیت دیکھیں یہ عجیب باغ ہی۔ اور اس کے حالات فی الحال بالکل ایک قسم کی مسٹری (راز) معلوم ہوتے ہین۔ گذشتہ صدیون مین زمانے کو اسکی طرف خاص توجہ تھی۔ بڑی بڑی تصانیف اور ضخیم تواریخ مین اسکا تفصیلی حال لکھا ہوا ہے۔ اس پچھلے زمانے مین اہل اسلام کچھ ایسے سست ہو گئے ہین کہ رہتے تو اُسی باغ کی عمارتون مین ہین مگر اپنے پر رونق باغ کو کبھی نظر اُٹھا کے نہین دیکھتے۔ جب کبھی اُسکے حالات دریافت کرنے کو جی چاہتا ہی تو اگلون کی وہ تصانیف اُٹھا کے دیکھنے لگتے ہین جنہین انہون نے اس بارونق باغ کا حال لکھا ہو۔ دل مین سمجھے ہوئے ہین کہ وہ باغ ابتک اُسی رونق پر ہو۔ حالانکہ اُن کی بے توجہی سے اُسکا وہ حال ہو کہ خدا دشمن کو نہ دکھائے۔ یہ تو اپنے مطمئن ہین مگر ان کتابون مین اُس باغ کا تذکرہ دیکھکے دو چار شخصون کے دل مین آئی کہ آؤ دیکھین جس باغ کی نزہت و تر و تازگی کا حال لکھا ہو خود وہ باغ کس حال کا ہو۔ اس شوق نے انکی سستی دفع کر دی اور وہ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ باہر نکل کر دیکھا

توجس عمارت مین تھے گو اندر نظر کو مانوس معلوم ہوتی تھی مگر باہر سے بالکل شکستہ اور قریب الانہدام ہے۔ دل پر ایک چوٹ تو مین لگی تھی آگے بڑھکے دیکھا تو دل کا کچھ اور ہی عالم ہوگیا۔ کلیان شگفتہ ہوکے پھول ہوئین۔ خود وہ قوم جس کا باغ ہے وہ تو ان پھولون سے ذرا بھی مستفید نہ ہوئی۔ ہان بادصبا کے جھونکے چلے۔ انکی بو کو اڑا لے گئے۔ وہ بو اور قومون کے دماغ مین پہونچی جو فوراً جاگ اٹھین۔ بو تو یون گئی باقی رہی ان پھولون کی ظاہری صورت۔ اُس کا یہ عالم ہوا کہ اپنے قدر دانون کی سرد مہری سے افسردہ و پژمردہ ہوگئین۔ شاخون پر صرف گلبن رہگئے اور پنکھڑیان مرجھا مرجھا کے گرین اور ادھر ادھر بکھر گئین۔ وہ لوگ جو سیر کرنے گئے تھے مرجھائی اور ہر طرف بکھری ہوئی پنکھڑیون کو چارون طرف منتشر دیکھ رہے ہین اور ایک حسرت و اندوہ کے ساتھ کف افسوس مل رہے ہین۔ یہ حالت دیکھکر دیر تک تو وہ لوگ پچھتاتے رہے اور رو یا کیے کہ ہائے اس باغ کی بہار اور رونق کے متعلق جو کچھ باتین قدما لکھ گئے ہین اُنمین سے ایک بھی نہ باقی رہی۔ آخرکار ان کے آنسو تھمے اور انھون نے یکبیک آہ کھینچ کر اُن افسردہ و منتشر پنکھڑیون کو محبت کی نظر سے دیکھا اور بے اختیار یہ مصرع اُن کی زبان سے نکلا "اے گل بتو خرسندم تو بوے کسی داری"

اے موجودہ زمانے کے وہ مسلمانو جن کو دنیا اسلام اور ترقی عرب کا وارث کہتی ہے کچھ سمجھتے بھی وہ پنکھڑیان کون ہین اور اس بو سے کیا مراد ہے۔ وہ پھول اسلامی جماعتین تھین اور پنکھڑیان تم خود ہو۔ شیرازۂ اسلام ٹوٹ گیا۔ تم ادھر ادھر بکھرے اور منتشر پڑے ہو۔ افسردگی تمھاری ہی صورت سے ظاہر ہے۔ خدا کرے آئینے مین خود تمھین بھی نظر آئے۔ بادصبا زمانہ ہے۔ اور بو تمھاری عمدہ خصلتین ہین جو تم سے نکل کے مغربی قومون مین پیدا ہوگئین۔ ہان جسطرح باسی پھولون مین ایک قسم کی بھینی بھینی خوشبو آتی ہے اوسی طرح تم مین بھی ایک حسرت کی بو ہے۔ جو چند بیدار ہونے والے شکستہ دل ہمدردان قوم کے دماغ مین پہونچی ہے اور وہ تمھاری موجودہ حالت کو خیال کرکے صرف اپنا غم غلط کرنے کے لیے کہہ اٹھے ہین "اے گل بتو خرسندم تو بوے کسی داری" افسوس تمھین کو دیکھکر یہ مصرع زمانے کو یاد آیا ہے۔ اے ہمارے قومی باغ کے باسی پھولو! تم مین چاہے کسیقدر افسردگی ہو

مگر تم ہماری نظر کو ویسے ہی بھلے معلوم ہوتے ہو جس قدر کسی خوش قسمت کو ایک تر و تازہ پھول بھلا معلوم ہوتا ہے۔ خدا کے لیے شمع سحر کے گل نہو تا۔ گل ہی ہونا ہو تو رات رہے ہی سے گل ہو نا کہ دوسری شمع روشن کرنے کا وقت باقی ہو۔
یہ پھول تو غفلت اور حسرت کی دوہری تاریکیوں میں شگفتہ ہوئے۔ ان کی بہار سے لطف اُٹھانے کا کسی کو موقع نہ ملا۔ ہان اور کلیان شگفتہ ہون تو ان کی بہار دیکھ کے خوش ہون اے ہمدردان قوم قوم باغ کے باغبان تمہین ہو۔ اس اُجاڑ باغ کی اچھی طرح آبیاری کرو کہ یہ بے روپ پودے ترو تازہ ہو کر نئی کلیان لائین اور نئے پھول شگفتہ ہون۔

انجمن دار السلام
(محمڈن نیشنل انڈرفنڈ)

الحمد للہ کہ یہ انجمن روز افزون ترقی کر رہی ہے۔ سب سے زیادہ جو بات ہماری امیدون کو زندہ کرتی ہے وہ قوم کی توجہ ہے۔ ہم دیکھتے ہین کہ دار السلام نے صرف لکھنؤ پر نہین ہندوستان کے ہر ہر حصے پر بہت بڑا اثر ڈالدیا۔ یہ انجمن اُس سچے دین کی خدمت پر آمادہ ہوئی جو جزیرہ نماے عرب مین ظاہر ہوا تھا۔ اور جسکی برکتون سے آج دنیا کی ہر قوم کچھ نہ کچھ نفع ضرور اُٹھا رہی ہے۔ اُس دین کی موجودہ تنزل حالت دیکھ کر دار السلام کے ہر ہر ممبر کے دل پر ایک چوٹ لگی۔ وہ آنکھین جنہین تواریخ کے اسٹیج پر صدہا سال تک اسلام کی وقعت و شوکت اور جاہ و جلال کے حیرت انگیز نمونے نظر آتے رہے تھے یہ قومی بربادی اور دینی بے عزتی دیکھکر آنسو ڈبڈبا لائین۔
اے ہماری تباہی کے شریکو! اے ہمارے سرگردان اور نا امید بھائیو! تم نے اپنی مصیبتین اور اپنے سر پر نازل ہونے والی بلائین ابھی غور سے نہین دیکھی ہین۔ اگر تم نے گھڑی بھر بھی غور کیا ہوتا تو ضرور تھا کہ یا تم نے اب تک کچھ کر دکھایا ہوتا اور یا کسی غم نصیب کے گریبان کی طرح اب تک تم گریبان زندگی چاک کر چکے ہوتے۔
مین وہ خیالات تمہین یاد دلاتا ہون جو میرے پردۂ دل مین ہین اور وہ آفتین تمہاری نظر کے سامنے پیش کیے دیتا ہون جو میری نظر کے سامنے پھر رہی ہین۔
وہ معمولی باتین تو تم روز سُنا کرتے ہو جو اخبارات کی زبان پر ہین یعنی قوم عمدہ اخلاق

اور اپنے واجبی انسانی فرائض کو جنہیں دین نے بھی فرض بتایا ہی چھوڑتی جاتی ہی۔ جھوٹ۔ فریب۔ بے ایمانی۔ بے حمیتی۔ اسراف۔ بے فکری۔ جہالت۔ نااتفاقی۔ بے دینی۔ وغیرہ وغیرہ۔ یہ وہ الزام ہین جو روز تمہین دیے جاتے ہین اور تم سنتے رہتے ہو۔ مگر وہ تباہی وبربادی کے اصول جنھون نے یہ سب عیوب پیدا کر دیے ہین اُنکی تصریح کسی نے کم کی ہو گی۔ کوئی قوم جبتک کوئی سرگروہ نہو کسی خاص اصول کی پابند نہین رہ سکتی۔ ہمارے سرگروہ اور ہماری مقتدا قدرتی طور پر علما ہین۔ اسلام نے اپنے حق پرست خادمون مین وہ آزادی پیدا کر دی ہی کہ تا وقتیکہ کوئی خاص قوت اُنھین ایک راہ پر نہ لگائے رہے وہ اپنی طبیعت سے کبھی اس راہ کے ساتھ وابستہ نہ رہین گے۔ اسبات کو شاید ساری دنیا کے مذاہب تسلیم کرین گے کہ "ہم دنیا مین آئے ہین اور صرف خدا پرستی کے لیے" لہذا ہم کو اپنی زندگی مین ہر قدم پر دین و دنیا دونون باتون کا لحاظ رکھنا ہوگا۔ صد شکر کہ دین کا کام پورے طور پر ہمارے علما کیے جاتے ہین مگر دنیا کا تاج بغیر اس کے کہ کسی کو دے سکنے کے لیے نامزد کرتے اُنھون نے اپنے سر سے اُتار کے رکھدیا۔ دنیا مین صرف تین موقعون پر ہمین مجبوراً ان سے ملنا پڑتا ہے۔ جب ہم پیدا ہوتے ہین کوئی دینی بزرگ ہمارے کان مین آکے بانگ دیتا ہی۔ جب ہم جوان ہوتے ہین وہ ہمارا نکاح پڑھتا ہے۔ اور جب مرتے ہین ہماری نماز پڑھاتا ہے۔ اگر علما ہماری دینی و دنیاوی دونون زندگی سے تعلق رکھتے تو ہم خواہ مخواہ اپنی زندگی کی ہر مشکل مین اُن سے مدد لیتے۔ باقی رہے ہمارے دنیاوی قومی ہمدرد جنہین قوم پر تو نہین مگر قوم کے لفظ پر جان فدا کر دینے اور تمام مال واسباب لٹا دینے کا دعوے ہے وہ دینی امور سے اس درجہ علحدہ ہو گئے کہ ان سے ملتے ہمین ڈر لگتا ہی کہ کہین بدنام نہ ہو جائین۔ اُن کا یہ عالم ہے کہ دینداری کو بالکل لغو سمجھ لیا ہے۔ بس اتنا چاہتے ہین کہ ایک مسلمان باپ کا نطفہ اور مسلمان ماں کی گود کی پلی ہوئی صورت۔ اور اسلامی خون کا پتلا چاہے نماز نہ پڑھی۔ روزے نہ رکھے۔ دین کی کچھ وقعت نہ سمجھے۔ اصول میں معجزات انبیا کی علی روس الاشہاد تحقیر کرے۔ قرآن پاک کو ایک انسانی ذہن کا نتیجہ تصور کرے غرض جس قسم کی چاہے جرات کر بیٹھے۔ مگر بیرسٹر ضرور ہو

بی اے کی ڈگری جسطرح ممکن ہو حاصل کرے۔ اُنکے نزدیک موجودہ تعلیم بشرکت دین نہین ہوسکتی۔ دعوے ہے کہ یونیورسٹی کی ڈگریان اُس صورت مین طالب علمونکو مل ہی نہین سکتین جب انگریزی کے ساتھ دین کی تعلیم بھی دلائی جائے۔ اس خیال کا گروہ ہمارے برگزیدہ دین کے لیے ایک بلائے بے درمان ہے۔ مگر حضرات کسقدر رنج و افسوس کا مقام ہے کہ مشنری جماعت کے اسکول انگریزی ڈگریون کے ساتھ ہمارے بچون کو اپنا دین تو سکھا سکتے ہین (جیساکہ تجربہ بتاتا ہے) اور ہم اپنے دین کو جسکی آدھی تعلیم مان کی گود مین ہو جاتی ہے نہین سکھا سکتے۔

ایک طرف ہندوستان نے خصوص مسلمانون مین ایک مسخرون کی جماعت تیار کردی ہے جو ہماری بدنصیبی سے ذاتی حملے کرتی رہتی ہے۔ نہ اُسکو دین سے غرض نہ دنیا سے غرض وہ اپنی مسخرگی کے انعام مین قوم کا وہ روپیہ کھینچے لیتی ہے جسے مفید اور نتیجہ خیز کامون مین صرف ہونا چاہیے تھا۔

ایسے نازک وقت مین انجمن دار السلام نے قومی اغراض پوری کرنیکی کوشش شروع کی ہے۔ دار السلام کو کسی سے کوئی غرض نہین۔ وہ اپنا کام خالصۃً لوجہ اللہ کررہی ہے۔ اور یہی سبب ہے کہ خدا اُسے کامیاب کرتا جاتا ہے۔ دار السلام نے ایک لبرریری کھولی جسمین اسوقت کچھ اوپر بارہ سو جلدین صرف قیمتی اور نایاب کتابون کی فراہم ہوچکی ہین۔ دار السلام نے شیعہ و سُنی کے اختلافات رفع کرکے دونون کو ہم زبان بنانا چاہا الحمد للہ کہ اس بارے مین بھی وہ کامیاب ہوئی۔ ہم دعوے کے ساتھ کہہ سکتے ہین کہ یہان کے شیعہ و سُنی شیر و شکر ہوگئے ہین۔ دار السلام کو کسی اخبار کی ضرورت ہوئی کہ جلد جلد اپنی کارروائیان پبلک پر ظاہر کرتی رہے اس امر مین اُسے اسقدر کامیابی ہوئی کہ بمشکل کسی کو نصیب ہوسکتی ہے۔ روزانہ اخبار انجمن کو مل گیا۔ اور غالباً ماہ جولائی مین وہ انجمن کا ہو جائیگا اور انجمن دار السلام اپنی زیر نگرانی اور نیز اپنی طرف سے اُسے شایع کرے گی۔ ہم اپنے ناظرین کو متوجہ کرتے ہین کہ اگر اُنہین دار السلام کی کارروائیان دیکھنے کا شوق ہو تو روزانہ اخبار ملاحظہ کیا کرین۔ یہ اخبار روز نکلتا ہے اور علاوہ محصولڈاک صرف چھ روپے سالانہ قیمت ہے۔ ہم وعدہ کرتے ہین کہ مضامین اور چھپائی دونون حیثیتون سے اب روزانہ اخبار دیکھنے کے قابل ہوگا

انجمن دار السلام تعلیم مسلمانان کے لیے والنٹیر فنڈ کی بنا ڈالی - اور ایک رئیس وشریف ممبر انجمن گدایانہ صورت بنا کے کھڑا ہو گیا جسکا یہ اثر ہوا کہ ہر مقام اور ہر شہر مین اسکی بنا پڑ گئی اور ہمارے والنٹیر کے ہم وضع لوگ ہر مقام پر پیدا ہو گئے - بانسے کچھہ زیادہ روپیہ فراہم ہو چکا ہی - ہندوستان سے امید ہی کہ اس کار خیر مین روز افزون ترقی دکھائیگا - رسیدین اب وزانہ اخبار شائع کریگا - کیونکہ وہ انجمن ہی کا اخبار ہی - اے اہل اسلام آپ پوری توجہ کرین کہ اس کام مین آپ کے متوجہ ہونیکی سخت ضرورت ہی - یہ آپ کا کام ہے اور آپ ہی کے کیے ہوگا - بس اب آپ کو چاہیے کہ اپنے جوش کو حرکت مین لائین اور وہ سرگرمی دکھائین جسکی ضرورت ہے -

---

صاحبو!

ہم بہت گھبرائے تھے کہ پبلک کا قرض ہمپر اُس مقدار سے زیادہ بڑھ گیا جسقدر ہمارا قرض معزز ناظرین دلگداز پر تھا - الحمد للہ کہ خدا نے ہمارا قرض ادا کروا دیا - اور مین آپ کو یقین دلاتا ہون کہ دلگداز کبھی آپ کا قرضدار نہ رہیگا - دلگداز اُس لٹی اور بے سر ساماتی کی حالت پر نہین ہے کہ کسی وقت اُس کی اشاعت خدانخواستہ ایڈیٹر کے امکان سے باہر ہو جائے - اگر آپ کا خادم مہتمم دلگداز ان دنون اشاعت دلگداز سے غافل ہو گیا تو وہ دوسری طرح پر آپ کی خدمت کر رہا تھا - وہ آپ کی مبارک انجمن دار السلام کی ترقی مین کوشان تھا - دار السلام چونکہ ایک ایسی انجمن ہے جو قوم کو یقیناً بہت کچھہ ترقی دلاے گی اسلیے اگر آپ کا اونے خادم مہتمم دلگداز چندروز کے لیے دلگداز کو چھوڑ کر اُسکی جانب متوجہ ہو گیا تو یقیناً آپ اُسے معذور رکھین گے - مگر اس زمانے کی ندامت نے اُسے اسدرجہ عبرتناک کر دیا ہے کہ کوئی تعجب نہین اگر وہ آیندہ ہر نمبر ٹھیک تاریخ اشاعت پر شایع کر دے - یہ تو معذرت تھی اب عرض یہ ہی کہ جسطرح دلگداز اپنی ذمہ داریون سے سبکدوش ہوا اُسی طرح آپ بہی جو کچھہ روپیہ آپ کے ذمہ باقی ہو اُسکو بوالپسی ڈاک ارسال فرمائین - دلگداز آپ سے کبھی تقاضا نہین کرتا - امید ہے کہ اب جو اُس نے کہا ہی اُسکو آپ معمولی نظر سے نہ دیکھین گے -

دمشق

یہ بہت قدیم شہر ہے۔ مورخین کے نزدیک سب سے پہلے اور پرانے شہرون مین شمار کیا گیا ہے۔ آٹھ میل کے دور مین آباد ہے۔ اور سطح بحر سے دو ہزار تین سو چوالیس قدم بلندی پر واقع ہے۔ بعض مورخین کا بیان ہی کہ عوص بن آرام نے جو حضرت نوح علیہ السلام کے چند ہی روز بعد ہوا اُسنے اِس شہر کو پہلے پہل آباد کیا۔ اِس شہر کو آباد ہوے چار ہزار اکیس برس گذرے۔ اگر قدامت کی طرف نظر دوڑائیے تو یہ شہر قدیم ناموروں اور گذشتہ بہادرون کا بہت بڑا معرکہ گاہ نظر آئیگا۔ وہ تختہ زمین جس پر یہ شہر آباد ہی خدا جانے کیسے کیسے صدمات عظیم اٹھا چکا ہی۔ واقعی شہر دمشق نے زمانے کی بہت مار کھائی۔ اور متلون مزاج زمانے کی سرد مہریون سی خدا جانے کن کن قومون کے سانچے مین ڈہلتا رہا۔ شاہان بابل و فارس مستولی ہوے اور چار سو برس تک اُن کی تلوار کے نیچے سر اطاعت جھکائے رہا۔ یونانیون نے فتح کیا اور ڈہائی سو برس تک اسنے اُن کے ساتھ بہی نباہ دی۔ زمانے نے جب یونانیون کی حکومت کا ورق اُلٹا دمشق پر رومیون کا قبضہ ہوگیا۔ ساڑہی سات سو برس تک رومیون نے حکومت کی۔ آخر تقدیر نے اسے اُن کے قبضے سے نکالا۔ اور فاتحان عرب کے سپرد کر دیا۔ ساڑہے چار سو برس تک اُنھون نے بھی اسپر حکمرانی کرکے اپنی آرزو پوری کرلی۔

تین سو تینتیس برس پیشتر سنہ عیسوی کے اسکندر اعظم نے دمشق پر حملہ کرکے فتح کرلیا تہا۔ سنہ ۶۱۴ عیسوی مین ایرانیون نے قبضہ کیا اور بالکل تباہ کرڈالا۔ ۶۳۴ء مین اسلام نے قبضہ کیا۔ اور ۶۶۱ء مین خلافت بنی امیہ کا دار الخلافت قرار پایا۔ نوے برس سے کچھہ زیادہ اسکا زمانہ رہا اور اِس کے بعد یہ شہر دولت عباسیہ کا مطیع ہوگیا۔ جب مصر مین

بنو فاطمہ کی خلافت قائم ہوئی تب انکے قبضے مین آیا۔ وہ بہی آخر اپنے تئین نہ سبہال سکے اور سلجوقی ترکون کا تصرف ہوگیا۔ اس زمانے مین کروسیڈ کی لڑائیان شروع ہوئین ایک بار ساتوین لوئیس اور شاہ جرمن نے سنہ ۱۱۴۷ء مین صلیبی جہنڈا ہاتھ مین لیکر محاصرہ کیا اور پسپا ہوے۔ پہر دوبارہ عیسائیون نے سنہ ۱۱۵۳ء مین صلیب اُٹھائی اور دوسرا محاصرہ کیا اب بھی شکست کہائی۔ پندرہوین صدی عیسوی کی ابتدا مین تیمور نے قبضہ کرکے تباہ و برباد کرڈالا۔ اور مملوکون کے سپرد کردیا جو سوریہ کے مالک تھے تین سو برس تک اُن کا مرکز سلطنت رہا۔ آخر سنہ ۱۵۱۶ء مین سلطان سلیم اول نے قبضہ کیا۔ اور وہ مبارک نسل حکمران ہوئی جو آجتک حکومت کررہی ہے۔

مگر دمشق کی عظمت کا وہی زمانہ تہا جو تقریباً ایک صدی تک خلفاے بنی آمیہ کا دارالخلافت رہنے کی حالت مین گذرا۔ گو بغداد کو سات سو برس تک دولت عباسیہ نے ترقی کا زیور پہنایا مگر جو نسبت بغداد کو ان کے ساتھ تہی وہی نسبت دمشق کو دولت اُمیہ کے ساتھ تہی۔ یہ سو برس جو بڑی شان و شوکت اور رعب وداب کے ساتھ گذرے ایسے نہ تھے کہ دمشق کی رونق مین کوئی کمی رکہی ہو۔ فرق اتنا ہی کہ دولت عباسیہ نے بغداد کو خود ہی آباد کیا اور دمشق بہادران اسلام کی تلوارون سے فتح کیا گیا تہا۔ اہل اسلام دمشق کو کبھی نہین بہول سکتا۔ یہی وہ شہر ہے جسکی فتح کے ساتھ اسلام کی پہلی پر زور اور راشدہ خلافت نے بہت بڑا پلٹا کہایا تہا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کا پہلا فتح کیا ہوا شہر یہی دمشق ہی ہے۔ اور فاروقی سطوت و رُعب وداب کا پہلا نمونہ دمشق ہی کی دیوارون مین ظاہر ہوا تہا۔ ابو عبیدہ بن الجراح سے سیف اللہ خالد بن ولید نے امیر العسکری کا چارج اسی شہر مین لیا تہا۔

افسوس او دمشق وہ شہر ہی جس پر اسلام نے بہت سی قیمتی جانین چڑہادی تہین۔ اور جسکی شہر پناہ کے نیچے بڑے بڑے بہادران اسلام نے اپنا خون بہادیا۔ گھڑی بہر کو آپ اپنے تئین اُس قدیم زمانے مین پہونچا دیجیے۔ دیکھیے ٹامس + کی سرگرمیون نے فوج اسلام مین ایک تشویش پیدا کردی ہے۔ ام ابان کے شوہر شہید ہوچکے ہین

+ جسے عربی مورخین توما لکہتے ہین۔ مسلمان اہل تاریخ کا دعوے ہے کہ توما ہرقلوس قیصر روم کا داماد تہا۔ مگر یورپ کے مورخ انکار کرتے ہین۔

اور وہ اُن کی لاش سے لپٹی ہوئی کہہ رہی ہین "پیارے شوہر۔ تم مبارک ہو بہت مبارک۔ تم اپنے خدا کے پاس پہونچ گئے جس نے پہلے ہم دونون کو ملایا تہا اور اب جدا کر دیا۔ مین تمہاری موت کا بدلہ لونگی۔ اور جہان تم ہو وہان تک پہونچنے کے لیے اپنی پوری قوت صرف کر دون گی۔ کیونکہ مجھے تم سے محبت ہے۔ اب اِس وقت سے کبھی کوئی مجھے ہاتھ نہ لگائے گا۔ کیونکہ مین نے اپنے تئین خدا کی نذر کر دیا ہے" یہ کہکے ام ابان نے اپنے شوہر کو دفن کیا ہے۔ تیر کمان ہاتھ مین لیکے نکل ہین۔ پہلا تیر صلیب بردار دمشق کے سینے پر پڑا ہے اور دوسرا ٹامس کی داہنی آنکھہ مین۔ اور ٹامس درد سے روتا ہوا بھاگا ہے۔

یہ تو معلوم ہوا کہ مسلمانون نے کس جانفشانی سے دمشق کو لیا تہا۔ رہا یہ امر کہ اسلام نے اِس شہر پر کیا رنگ چڑہایا اور اسکو کس درجہ ترقی دلائی اسکا حال ہمارے معزز کرمفرما اور لائق دوست جناب مولوی محمد خلیل احمد صاحب مدرس فارسی مدرسۃ العلوم علیگڈہ کالیج سے سُنیئے اُنہون نے سلسلہ وار لکہنے کا وعدہ کیا ہے:۔

اے دمشق تیرے قدرتی منظرون اور دلفریب فضاؤن نے سیاحون کی نظرون کو خیرہ کر دیا ہے۔ ابتک تیرے آثار قدیمی فیاضیون کے زندہ یادگار باقی ہین۔ تمام دنیا کے معمورہ شہر جن کو اپنے بانیون پر بڑا ناز تہا تجھکو ہمیشہ نگاہ رشک سے دیکھا کیے۔ انہین انسانی آراستگیون کا ناکامی پر خاتمہ ہو چکا۔ لیکن تیرے مزاج تعمیر مین قدرت کے بے بہا عطیے ابتک محمور ہین۔ بنی امیہ تیرے جگر گوشے جب تجسے وداع ہوئے تو تو نے اُنکی سرشت مین اپنی لطافت ہوا سے ایک ایسی تیز قدمی کرنے والی اولوالعزمی پیدا کر دی تہی کہ اُنہون نے بر افریقہ مین گھوم کر اندلس کے دلفزا میدانون کو اپنا بالین استراحت بنا لیا۔ تیرے قریب بغداد کیطرح کسی دریائی سیلاب کا خطرہ نہین ہے۔ بلکہ تیرے لبریز پاکیزہ چشمے مودبانہ خرام سے تیرا ادب کرتے ہین۔ نہ تجھکو بر فارس سے مجاورت تہی کہ زمانہ کے قزاق نسل انسانی کے برباد کرنے والے تو ہمسے تیرے عزیز الوجود مہمانون اور حامیون کی ہڈیون کو ریزہ ریزہ کرتے سمرقند۔ شیراز۔ غرناطہ کو اپنی سیرگاہ ہون

† دیکھو گبن کی ہسٹری آف دی ڈکلائن اینڈ فال آف رومن امپائر۔

اور روح افزا سبزہ زارون سے تمام دنیا پر ناز ہے۔ لیکن تیز اگا یا ہو غوطہ اُنکے سامنے ایسی مفتیم مثال پیش کرتا ہے جس سے سبکو سر جھکانا پڑتا ہے۔ تو بتا تو سہی کہ تجھ مین وہ کیا کیا بدیع المثال نیرنگیان تھین جنکو تیرے مورخ نے طویل جلدون مین ترتیب دیا۔ اس شہر کی عمر جسکا عنوان آپ نے ملاحظہ کیا بہت دراز ہی۔ اسکے حالات مین عجیب دلچسپی ہی۔ ہر زمانہ کے سیاحون کے لیے وہ نہایت دلکش ہین اور جب مختلف زمانہ کے حالات ہمارے خیالات کے سامنے پیش ہوتے ہین تو اُنکی دلکشی ہزار چند ہوجاتی ہے۔ لیکن افسوس زمانہ کی رگڑسے ہمارے جذبات اسلامی اور قومی مضمحل ہوگئے ہین۔ لیکن تاہم ہماری انجمنون مین اگر اس قسم کے تذکرون کی تکرار رہی تو طبیعتین اُنسے مالوف ہوکر کچھہ نہ کچھہ بدل ما تحلل حاصل کر ہی لیا کرین لہذا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ ابن جبیر اندلسی کے سفرنامے سے اس شہر کے بعض حالات التقاط کرکے نقل طبع کیے جائین۔ یہ شخص اندلس کا رہنے والا بڑا ذی رتبہ تاریخی نامور ہے۔ جمعرات کے روز ۸۔ شوال ۵۷۸ھ مین حج کے ارادہ سے شہر غرناطہ سے چلا اور مصر ہوتا ہوا عراق اور شام کے راستہ سے گذر کر ۱۲۔ محرم ۵۸۱ھ کو اپنے وطن مین پہونچا۔ وہ لکھتا ہی دمشق ممالک شرقیہ مین گویا فردوس ہی۔ مشرقی حسن وجمال کا آفتاب ہالسے طلوع ہوتا ہی یہ اُن تمام شہرون مین بمنزلہ عروس کے ہی جن پر اثنا رسیاحت مین میرا گذر ہوا۔ اگر شگفتہ پہولون پر نظر ڈالیے تو گویا دمشق کے دوش پر ہفت رنگ حلے پڑے ہوئے ہین۔ اور اگر اُسکے باغون کی نضارت اور تازگی کو دیکھیے تو جابجا سندسی حلون کا جلوہ نظر آتا ہی۔ اسکی سنگین چٹانین گذرنے والون سے پکار کے کہتی ہین کہ "آئیے دیکھیے کیسا خوشگوار شیرین پانی ہی"۔ دمشق کے لیے بڑا مایۂ ناز یہ بھی ہی کہ ایزد ذوالجلال نے اسکی ایک بلندی کو حضرت مسیح اور مریم بتول کے لیے قرارگاہ بنایا۔ باغ اُسکو ایسا حلقہ کیے ہوئے ہین جیسے ماہ کو ہالہ۔ اُسکے شرقی جانب ایک نہایت وسیع میدان مدلہ تک سبز رنگ ہی۔ جس طرف نگاہ گردش کرتی ہے اُس میدان کی سبزی نگاہ کے لیے زنجیر پا ہو جاتی ہے۔ بیشک لوگون کا یہ قول سراپا صداقت ہے "کہ اگر فردوس روے زمین پر ہی تو وہ خطۂ دمشق ہے" اور اگر آسمان پر ہی تو اِس خطہ کے محاذی ضرور ہی ہے۔

سنجلا اور یادگاروں کے وہاں ایک مسجد جامع ہے۔ خوبی تعمیر۔ استحکام بنا۔ دلکشی نقش و نگار کے لحاظ سے وہ تمام اسلامی دنیا کی جامع مسجدون مین یکتا ہے۔ علاوہ اور صناعیوں کے ایک یہ امر بھی اسمین عجیب ہے کہ مکڑیان اسمین جالا نہین لگا سکتین۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک نے اسکو تعمیر کیا ہے۔ جب خلیفہ نے اسکی تعمیر کا قصد کیا تو شہنشاہ قسطنطنیہ کو ایک فرمان واجب الاذعان بھیجا کہ فوراً بارہ ہزار صناع اپنے ملک سے منتخب کر کے روانہ کرے اور درصورت توقف اُسکے پاداش کا منتظر رہے چاروناچار بعد کچھ خط و کتابت کے بادشاہ کو اسکی تعمیل کرنا پڑی اور اس ساز و سامان سے اسکا آغاز ہوا کہ شوکت امویہ نے کوئی گوشہ تلاش کا اُسکی تکمیل مین نہین چھوڑا۔ اُسکی تمام دیوارون پر ایک قسم کے سونے سے جسکا نام فسیفسا ہے زرین پتھر جڑے گئے اور الوان رنگارنگ سے جو سونا ملا کر طیار کیے گئے تھے اُن پر بیل بوٹے بنائی گئے ان پتھرون کے ساتھ ملکر اُس مین ایسی زیبا رنگی پیدا ہوگئی کہ زبان اُسکے بیان سے قاصر ہے اُنکی تابش اور درخشانی سے نگاہ جم نہین سکتی۔ ابن النعلے اسدی نے ایک مستقل رسالہ اس مسجد کے حالات مین لکھا ہے کہ اس مسجد مین ۵ کرور ۴۴ لاکھ روپیہ صرف ہوئے ہین۔ باقی آیندہ۔

لالۂ خودرو

ایک خستہ جگر اپنے سفر عشق کے ولولے مین ڈھاک کے جنگل سے نکل کے کسی نہایت نظر فریب سبزہ زار مین پہونچا ہے۔ شام کا وقت ہے۔ آفتاب غروب ہو رہا ہے اور قدرت کے جذبات اُبھرتے آتے ہین۔ یہ عالم ہے کہ جدھر نظر جاتی ہے ع کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا اینجاست + مگر یہ حرمان نصیب کسی طرف نہین متوجہ ہوتا۔ اپنی معمولی جنون کی دھن مین قدم بڑھائے چلا جاتا ہے۔ ناگہان لہلہاتے ہوئے سبزہ زار کی خوشگوار سبزی مین ایک لفریب سرخی نظر آئی اور مسافر کا قدم رُک گیا۔ یہ ایک سرخ لالے کا پھول تھا۔ اسکی دلکش خوشنمائی شام کی دُھندلی روشنی مین اسدرجہ بھلی معلوم ہوئی کہ ہمارا منچلا صحرا نورد آگے نہ بڑھ سکا۔ غور سے اُس پھول کو دیکھنے لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے بیٹھ گیا۔ کہ اُس حُسن کے چھوٹے سے رسالے کا خوب مطالعہ کرلین تو آگے بڑھین۔ یہ پھول نہ تھا اس کی

ہر سنگھڑی حسن دلربا کی ایک سچی تصویر تھی یا کتاب حسن کے ایک ورق کا حکم رکھتی تھی اس مسافر کے خیالات کا اندازہ کون کرے۔ اسے تو خدا جانے کیا کیا یاد آگیا ہوگا۔ خیال کبھی کسی کے رخسارون۔ کبھی لب لعلین۔ کبھی دست حنائی اور کبھی کسی کے گلنار دوپٹے کیطرف جاتا ہوگا۔ جس بات پر ہمین غور کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ اس صحرا نورد کا ایسا جہاندیدہ شخص جسکو کسی کا پیارا خیال نہین معلوم کدھر کھینچے لیے جاتا تھا اس ایک پھول مین کیا بات تھی کہ چلتے چلتے رک گیا۔ دنیا کے خدا جانے کیسے کیسے سرسبز اور شاداب باغ۔ کس کس غضب کے سراپا بہار اور نوشگفتہ پھول اُسکی نظر سے گذرے ہونگے۔ مگر کوئی اس کے دل پر وہ اثر نہ ڈال سکا جو اس ایک خودرو اور صحرائی پھول سے پڑ گیا! اگر یار کے گلابی دوپٹے کو اس پھول نے یاد دلایا تو کون سی نئی بات ہوئی؟ سارا دامن صحرا کسی کے دھانی دوپٹے کے آنچل پیش نظر کیے دیتا ہے۔

بات یہ ہے کہ جس چیز کی آبیاری قدرت کرتی ہے۔ اور جس چہرے مین نیچر کی مشاطہ کا سحر آفرین ہاتھ لگ جاتا ہے اُس کے جذبات اسدرجہ بڑھجاتے ہین کہ دیکھتے ہی دل یک بیک ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ دنیا ہر پہلو سے اس امر کا تجربہ کر رہی ہے کہ انسانی تکلفات اپنی صناعیون سے چاہے جسقدر کرشمے دکھائین مگر قدرت کی ایک ادنے سی کاریگری اپنی سادگی کا تماشا دکھا کر سارے کرشمون کو خاک مین ملا دیتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہان سے خالقیت اور مخلوقیت کا نازک اور واجب التسلیم مسئلہ ثابت کیا جاتا ہے۔

اُن صحراؤن اور غیر آباد مرغزارون کو دیکھو جن کے قدرتی رنگ مین رنگے ہوئے دامن پر کسی کے نقش قدم کا دھبا بھی نہین پڑا ہے اگرچہ کوئی لطف اُٹھانے والا نہین مگر کس قیامت کی بہار دکھا رہے ہین۔ عام خیالات کی بنا پر پریان۔ مذہبی معتقدات مین فرشتے اور ایک جا نکلنے والے کی نظر مین صرف آزاد طیور چہچہا چہچہا کے اُڑتے پھرتے ہین۔ اچھوتے اور پاک چشمے خوشنمائی کے ساتھ جاری ہین۔ اور چارون طرف باغبان قدرت کے ہاتھ کے لگائے ہوئے خودرو پودون نے ہری ہری زمین پر رنگا رنگ کی گلکاریان کی ہین۔ یہ سمان آج تک زمین کے اُن ٹکڑون پر جنہین ہمارے تکلفات نے بھدا بنا ڈالا ہے کسی کو نہ نظر آیا ہوگا۔ ہائے وہ بے تکلفی کہان کہ جو چیز ہے اپنے مقام پر آزاد ہے۔ چڑیان ہین تو جہان چاہتی ہین بیٹھ کے دو تانین اُڑا لیتی ہین۔ نہرین ہین تو جدھر جی مین آتا ہے

مرجھاتی ہین۔ درخت ہین توجہان مناسب سمجھتے ہین اُگ آتے ہین۔ پھولون سے جب تک بنتا ہے اپنی ہنسی کو روکتے ہین۔ جب جی چاہتا ہی کھلکھلا پڑتے ہین۔ پھر آپ ہی جب وقت آجاتا ہے اور پھولون کو اپنا جانشین کرکے افسردگی کے ساتھ گر پڑتے ہین۔ لیکن اُنکی افسردگی سبزہ زار کے جان فزا سین پر کوئی اثر نہین ڈالتی صحرا کے آزاد دلرباؤن (یعنی نازک نازک پھولون) کی یہ صحبت اسدرجہ نکھری اور بیغم ہے کہ نہ کسی کی افسردگی کا کسی کو ملال ہوتا ہے اور نہ کسی کی خوشی اور نازفروشی پر کوئی اترا اُٹھتا ہی اگرکسی کو خوشی ہی تو اپنی اور غم ہے تو اپنا۔ یہ لطف بھلا وہان کہان نصیب جہان ہمارا انسانی باغبان نیچر کے اصول توڑکر اِدھر کے درخت اُدھر اور اُدھر کے درخت اِدھر لگاتا ہی جہان آزادی پر پہرے بٹھائے گئے ہین۔ اور جہان ایک ادنے بے تکلفی پر کاٹ چھانٹ کے فوجداری قانون پر عمل درآمد کیا جاتا ہے۔ ہائے وہان وہ لالۂ خودرو ہی نہین جو دل چھین لیا کرتا تھا۔

ہمارے باغ چمن کا ہر ہر پھول بڑی تمناؤن سے دو چار روز کے لیے شگفتہ ہوا ہے لاکھ بہار کا موسم آئے اور ہزار علم نباتات کے اصول برتے جائین اصل تو یون ہی کہ جب مقابلہ کیجیے تو یہی دل مین آتا ہی کہ سارے باغ کو لالۂ خودرو کے اس ایک دلفریب پھول پر قربان کر دیجیے جو بے کسی کی کوشش کے خود بخود کسی صحرا مین اُگ آیا ہی مگر باغ پر کیا منحصر ہے اپنی اور قدرت کی کاریگریون کا جب مقابلہ کیجیے گا اپنی صنعت کے دلکش نمونے پھیکے نظر آنے لگین گے۔ شہرون کی عمارتین نظر سے ہر وقت گذرتی رہتی ہین۔ عالیشان محل اور مرتفع کوٹھیان اپنے مقام پر بڑی آن بان دکھا رہی ہین اور نہایت باشان وشوکت معلوم ہوتی ہین۔ مگر جب اُس ریگستانی سین کو دیکھیے جہان بالو کے خوشنما سفید سفید ٹیلے کوسون تک چلے گئے ہین۔ جنہین ہوا ہر وقت برابر کرتی رہتی ہی اور جسکی بے میل سفیدی آسمان کے نیلگون رنگ کے نیچے دلفریب بہار دکھایا کرتی ہی تو اُن عمارتون سے دل ہٹ جاتا ہے اور جی بے اختیار یہی آتا ہی کہ بس یہین کے ہو رہیے۔ ان ٹیلون کے آس پاس رہنے مین سوطرح کی تکلیف ہی مگر قدرت نے اُنکی سادگی مین خدا جانے کیا دلکشی پیدا کر دی ہی کہ بادی النظر مین دل ان سختیون اور تکلیفون کے گوارا کر لینے کا وعدہ کرتا ہی۔ کیون؟ اسلیے کہ وہ اپنا سیشن کا لالۂ خودرو ہین

دنیا مین سیکڑون دفعہ روشنی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہی۔ اور صرف معمولی طرز کی روشنی نہین۔ وہ روشنی جسے یورپ کی نئی جدتون نے بہت صاف اور پاکیزہ کر دیا ہی مگر کبھی کسی کے خیال مین بھی گذرا ہی کہ آسمان کے جگمگاتے ہوئے تارون کی بنا کسی دنیاوی روشنی کے آگے ماند پڑ سکتی ہے؟ ان تارون کی روشنی مین یہ بھی ہی کہ کوئی کم چمکتا ہوا کوئی زیادہ۔ عشاق کے دلہاے سوزان یا کسی گلوے مصفا کے شکستہ ہار کے موتیون کی طرح بے ترتیب اور بکھرے بھی پڑے ہین مگر باوجود ان سب باتونکے اُنکا جھلملانا بھی ایسا بھلا معلوم ہوتا ہی کہ انکے ہوتے کسی قسم کی روشنی نظر مین نہین جچتی۔ اصل مین یہ تارے اگر غور سے دیکھیے تو ایک قسم کے لالۂ خودرو ہین۔ کیونکہ خاص قدرت کی کاریگری کا نمونہ ہین لالۂ خودرو کچھ وہ سرخ داغدار پھول ہی نہین ہی جس سے ہماری شعرا عشاق کے دلون کی تشبیہ کا کام لیا کرتے ہین۔ مردہ چیز جسکو قدرت صرف اپنی فیاضی کا نمونہ بنائے۔ اور جو نیچر کے سانچے مین ڈہلکر اچھوتی اور بے تکلفانہ سادگی کے ساتھ دنیا والون کی نظر کے سامنے پیش ہو جائے لالۂ خودرو ہے۔

یہ جہانتاب آفتاب یہ چودھوین کا چاند۔ یہ اندھیری راتون کے تارے۔ یہ نیلگون آسمان سچ پوچھیے تو اپنے محل پر سب لالۂ خودرو ہین۔ ان مین سے کون ہی جسکے مقابل مین دنیا باوجودیکہ اتنی دور تک بڑھ آئی اپنی کاریگری کا ایک نمونہ بھی پیش کر سکی ہو۔ کھلی اور اونچی کوٹھیون مین خس کی ٹٹیون سے چھن چھن کر ہوا آتی ہی اور دل و دماغ تازہ کر دیتی ہی۔ مگر یہ ہوا چونکہ انسانی حکمتون سے بنائی گئی ہے اسلیے اس مین وہ لطف نہین جو کسی سبزہ زار اور کھلے میدان مین نسیم سحر سے حاصل ہوا کرتا ہی۔ اس ہوا پر ہماری تدبیرون کا کچھ اثر نہین پڑا ہی۔ ہماری کثافتون سے بالکل پاک و صاف سیدھی خدا کے پاس سے آتی ہے اور آزادی کے ساتھ کھلے اور وسیع صحراؤن مین خوش خرامیان کرنے لگتی ہے۔

ان سب باتون کو چھوڑ کر حسن و عشق کی دنیا مین آئیے۔ اور حسن کے ان جلوہ گاہون کو دیکھیے جو زمانے کی آرزوؤن کو کہربائی کشش سے اپنی طرف کھینچ لیا کرتے ہین۔ یہ قوی معمولی اور اکثر سنی ہوئی بات ہے کہ جو حسن دنیاوی تکلفون سے معرا ہوتا ہے اور جس چہرے کو ہماری صنعتون کے زیور آراستہ نہین کرنے پاتے ہین اُنکی فطری جذبات

اور قدرتی کششین بدرجہا بڑھی ہوئی ہین۔ ایک سونے کی ہیکل نے کبھی وہ لطف نہ دکھایا ہوگا جو چند خوشنما پھولون نے کسی کے پیارے اُبھرے ہوئے سینے پر شگفتہ ہوکر دکھا دیا ہوگا۔ اور اگر اِسطرف بھی توجہ نہ کی گئی اور پھولون کا زیور بھی حسن کے لیے باعث رونق نہ سمجھا گیا تو قدرتی سادے حُسن کے جذبات کچھ اور بھی بڑھے ہوئے نظر آنے لگے۔ وہ ظالم صورت جو صرف سادگی کے زیور سے آراستہ کی گئی ہی اور جسکی آب و تاب مین کاریگری کی مشاطہ نے نہین دخل دیا ہے اُسکی نظر ناز کے تیر عجب صفائی سے دلونپر بیٹھ جاتے ہین۔ ہاے یہی نشانہ ہی جو کبھی خطا نہین کرتا۔ ایک سادی صورت سادی اداؤن سادے لباس اور سادی وضع مین جسکو نیچر کے معلم نے چند فطری شوخیان سکھا کر بانکپن کی اداؤن مین مشاق بنا دیا ہی اور جوانی کا جوش ان سب چیزون کو اور لیے اُڑتا ہی جو دلفریبی اور دلربائی اُسمین ہی اور کسی تکلف پسند نازفروش مین نام کو نہین۔ حسن عموماً لالۂ خودرو ہے۔ اور یہی وجہ ہی کہ ہر حال مین کچھ نہ کچھ جذبات اُسمین ضرور موجود ہوتے ہین۔ مگر یہان یہ لطف اور زیادہ ہوگیا کہ اُسکی قدردانی بھی کی گئی تو قدرت کے مذاق کی پابندی مین۔ قدردانون نے قدر تو کی مگر اپنی تکلف پسند کاریگریون کا روغن نہین پھیرا۔

مگر اُس حسن کی تاثیر دنیا بھر مین بمثل و بے نظیر ہوتی ہی جسکی قدردانی کرنے والا بھی کوئی نہین۔ سچا اور اصلی لالۂ خودرو وہی حُسن ہی جسے نیچر اور قدرت دونون نے نازنین بنا کے دنیا مین بھیجا ہے۔ مگر زمانے نے نازبردارون کو اُسکی طرف متوجہ نہونے دیا۔ اور یونہین بے توجہی اور بے پروائی کی گود مین پلکر اُس شگفتگی کے عالم کو پہونچگیا کہ لوگ کلیجا تھام تھام کے رہجاتے ہین۔ اُسکی نزاکت اور عالم فریب چلبلی صورت کو اچھوتا اور کوراکھنے کے لیے قدرت نے بے پروائی کے ایسے کڑے پہرے بٹھا دیے ہین کہ شکستہ دل و خستہ جگر عشاق دور ہی سے دیکھتے ہین۔ نظر شوق کو اُسکی طرف لیجا کے حسرت سے واپس لاتے ہین۔ تڑپ تڑپ کے رہجاتے ہین مگر خدا جانے کیا بات ہے کہ ہاتھ نہین لگا سکتے۔

اگلے قصہ خوانون اور داستان گویون بلکہ مورخین کا بھی قاعدہ ہے کہ جب کسی حُسن کو منتخب کرنا ہوتا ہی تو شاہی محلون اور وزارت و امارت کے ایوانون مین تلاش کرتے ہین

حُسن کے اُس پھول کو کوئی نہین پوچھتا جو کسی غریب کے جھونپڑے اور کسی بدبخت کے ذلیل مکان مین شگفتہ ہوا ہو۔ حالانکہ یہ اکثر آزمائی ہوئی بات ہو کہ قدرت اپنی اعلیٰ درجہ کی بہار اور نیچر اپنی خاص فرمائشی صنعت اُنھین کم حیثیت مکانون مین ظاہر کرتا ہو جدھر کسی کو نظر لیجاتے بھی شرم آتی ہے۔

دیکھو وہ سرکیشیا کی دوشیزہ لڑکی کس آزادی سے کوہ قاف کے دامنون مین پھر رہی ہے اور اسکے عالم فریب حُسن پر قدرت نے کیسے غفلت کے پردے ڈالدیے ہین کہ کوئی پوچھتا بھی نہین۔ اُدھر ذرا تکلیف کرکے آنکھ اُٹھاؤ دیکھو وہ ایک ذلیل دہقان کی باعصمت لڑکی کن مشقت اور محنت کے کامون مین محو ہو رہی ہے۔ ان سخت کامون سے اُسکے ہاتھون کی نرمی اور نزاکت تشریف لیے جاتی ہو مگر نیچر کی مشاطہ اُسکے پیارے چہرے کو روز بروز زیادہ چمکاتی جاتی ہے اور جوبن ساعت بساعت زیادہ شگفتگی کے ساتھ اُبھرتے آتے ہین۔ ہاے قدرت اتنی بڑی دولت اور ایسی بے بہا چیز دیکے اُس پر ظلم کر رہی ہے۔

ان سب کو جانے دو۔ کبھی اُس پری چہرہ حور وش ذلیل پیشے والی نازنین کو دیکھا ہو جو اپنے اُسی ذلیل کام مین سرگرمی دکھاتی ہوئی نظر کے سامنے سے نکل جایا کرتی ہو۔ تم بیٹھے ہوے ہو اور وہ اپنی گردن جھکائے خفی تبسم نازکی ادائین ظاہر کرتی محلہ بھر کی خاک چھانتی پھرتی ہو۔ اُسکا چھریرا قد۔ اُسکا روشن اور شباب کے نورانی رنگ مین رنگا ہوا نمکین اور گورا چہرہ۔ اُسکی دلفریب مسکراہٹ۔ اُسکا کچھ کچھ اُبھرا ہوا سینہ۔ اُسکی روشن اور چمکتی ہوئی جبین ناز۔ اُسکی چلبلی اور شوخ آنکھون کے تیر۔ اُسکی پیاری پیاری دلربا ادائین۔ اُسکا جھوم جھوم کے چلنا۔ کون چیز ہے کہ انسان دیکھکے دل ہاتھون سے نکھو بیٹھے۔ مگر زمانے نے اُسے ایک ایسے مقام پر رکھا ہو کہ قدردانی کرنا درکنار کسی سے اتنا بھی نہین ہوتا کہ اُس غریب نازنین کا ہاتھ ہی بٹالے۔ لوگ مشتاق ہوتے ہین۔ دلون مین تمنائین پیدا ہوتی ہین۔ آرزوئین ہر ایک کو اُسکی طرف متوجہ کرتی ہین مگر قدرت نے اُسے کچھ ایسی حفاظت مین رکھا ہو کہ کسی کا ہاتھ اُس تک نہین پہونچ سکتا۔ وہ باغ حُسن کی ایک لالۂ خودرو ہے۔ بظاہر اسباب قدرت اُس کے ساتھ دشمنی کر رہی ہے۔ دھوپ کی تپش مین اُسکا گورا اور نازک چہرہ سانولا ہوا جاتا ہو

پھول کے ایسے پیارے پاؤن جو خدا جانے کس کس کے دلون کو سہلتے ہوئے چلتے ہین بے روپ ہوئے جاتے ہین۔ نرم نرم ہاتھون کا گدگدا پن اُس ذلیل کام کی نذر ہوا جاتا ہے جس پر اُسکی کمائی منحصر ہے۔ الغرض اسکا سارا حُسن خاک مین ملا جاتا ہے۔ یہ سب تو لغو اور دل بہکانے والی باتین ہین اصل یون ہے کہ جو خوشنما چیز خود بخود قدرت کی کارگذاری سے پیدا ہو جاتی ہے اُسکے جذبات ساحرانہ اثر رکھتے ہین۔ کوئی چیز ہو پھول ہو۔ پھل ہو۔ درخت ہو۔ حسین ہو۔ جو ہو۔ اپنے مقام پر اور اپنی حیثیت سے قیامت کی تاثیر رکھتا ہے۔ اور ہم اُسکو لالۂ خودرو ہی کے لفظ سے تعبیر کرینگے۔

اسلام بھی سچ پوچھیے تو ایک قسم کا لالۂ خودرو تھا جو اتنے جوش و خروش کے ساتھ ترقی کر گیا۔ ظہور اسلام کے زمانے مین عیسائی اپنے باہمی اختلافات مین پڑے ہوئے تھے۔ اور انکی نظرین اپنے اندرونی فسادات کی طرف متوجہ تھین۔ آتش پرستون کو قابل سلطنت کوئی بادشاہ نہ ملتا تھا۔ ایک بادشاہ تخت سے اُترتا تھا اور دوسرا بیٹھتا تھا۔ دو عورتین بیٹھین اور قتل کر ڈالی گئین۔ ایسے وقت مین اسلام نے اس سرزمین سے ظہور کیا جہان کسی کا خیال بھی نہین جا سکتا تھا۔ اور نہ ان سلطنتون کو اُس طرف متوجہ ہونے کی فرصت تھی اسلام عرب ہی مین تدریجاً ترقی کرتا گیا اور ان طاقت ور سلطنتون کو خبر بھی نہ ہوئی۔

بے شک اسلام نے ایک نہایت خوشنما اور معطر پھول کی طرح اس زمین مین ظہور کیا جہان نہ کسی قسم کے تکلفات تھے۔ نہ کسی کو اُدھر کا خوف ہو سکتا تھا۔ رومیون اور ایرانیون کی غفلت کے دامن اور ایک ریگستانی صحرا کی گود مین پیدا ہوا۔ اور تعجب یہ کہ جس زمین مین اُس پھول کا پودا اُگا اُسمین کانٹے دار درختونکی بھی بمشکل امید ہو سکتی تھی۔ ان باتون نے زمانے کو اُسکی طرف متوجہ ہونے دیا۔ اور صرف یانی جوش اور دلی جذبات سے بخوبی شگفتہ ہو کر یک بیک اُس ترو تازگی کو پہونچا کہ جسکی نظر پڑی عاشق و دلدادہ ہو گیا اسلام وہ قدرتی اور معجز نما جذبات ہی تھے جنھون نے ساری دنیا کو شرق سے مغرب تک اپنی خوبیون کی طرف کھینچ لیا۔

ہائے افسوس اب یہ پھول مرجھایا جاتا ہے اور کسی کے بنائے کچھ نہین بنتی۔
مسلمانو۔ اُٹھو۔ اس کمہلا جانے کے قریب ہو پہنچے ہوئے پھول کی خبر لو۔ ورنہ یہ پھول جتنا خوشنما ہے اُسی قدر جلد افسردہ ہو جانے کا بھی اندیشہ ہے۔

تیر نظر

ایک نظر اور! قربان نگاہِ تو شوم باز نگاہے! پہلی جادو بھری نظر نے بیتاب کر دیا۔ تڑپا دیا۔ کلیجے مین ناسور ڈالدیا۔ کوئی بات اُٹھا نہین رکھی مگر خدا اس ظالم شوق سے سمجھے کہ پھر بھی زبان سے یہی نکلتا ہے "ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا" اور قیامت یہ کہ کسی نے وفا پسندی نہ ہی اپنے چلبلے پن ہی سے ایکبار چھوڑ سو دفعہ شوخ آنکھون سے دیکھا اور شرما کے نظر نیچی کر لی۔ لیکن ساعت بساعت یہی التجا ہے کہ خدا کے لیے ایکبار اور۔

آزاد منش مےکش ساقیہ دریا دل کے دست نگر۔ عجب ذوق و شوق سے گرد حلقہ باندھے بیٹھے ہین۔ کبھی ساقیۂ ماہوش کو شوق کی نظر سے گھورتے ہین اور کبھی گلرنگ کی بوتلون کو للچائی ہوئی نگاہ سے دیکھتے ہین۔ اور شوخ طبع پری جمال ساقیہ کا یہ عالم ہے کہ ترسا ترسا کے اور جھکا جھکا کے ایک ایک جرعہ عنایت کرتی ہے۔ غرضکہ آگ کسی طرح نہین بجھتی اور ہر طرف سے یہی آواز آرہی ہے کہ "ایک جام اور" ایک ہی ایک کہکے پوری پوری بوتلین چڑہا گئے اور حرص اُسی حالت پر رہی۔ ایک پیاس ہے کہ کسی طرح بجھنے ہی کو نہین آتی۔

بس یہی عالم نگاہ ناز کے امیدوارون کا ہے۔ وہ پیاری صورت جو ہر وقت دل مین بسی رہتی ہے اور کبھی کبھی سامنا ہو جاتا ہے۔ چاہتے ہین کہ ایک نظر غلط انداز اور ڈالدے مگر اس ظالم نے گویا قسم کھالی ہے۔ شوخی اور شرم دونون ملکر ان رخسارون پر ایک پیاری مسکراہٹ پیدا کر دیتی ہین جن پر شباب کا نورانی روغن پھرا ہوا ہے۔ چلبلاہٹ اسکے پہلو مین گدگدا دیتی ہے۔ اور بے اختیار گھبرا کے وہ گوشہ چشم سے ایک تیر مارتی ہے اور شرما کے نظر نیچی کر لیتی ہے۔ اسوقت گویا لمبی لمبی پلکین اور سینے مین پیوست ہو جانے والی شعاع نظر دل و جگر کی بیتابی کی کھجلی دفع کرنیکے لیے ٹہوکے سہلا دیتی ہین اور آتش شوق تیز تر گردد کا مضمون ہو جاتا ہے۔ بے اختیار زبان سے نکل جاتا ہے "ہاے ایکبار پھر تو نہین دیکھہ لو"

نگاہ یار ہمیشہ تیر یا برق یا اسی قسم کی کوئی اور جگر دوز اور خانمان سوز چیز تصور کی گئی ہے

اور حقیقت مین ایسا ہی ہے - یہ کیا ہے کہ کسی جادو نگاہ نے جاتے جاتے مُڑکے دیکھا اور یہان کلیجا تھام کے بیٹھ گئے - کسی نے نظر ناز سے ایک نگاہ غلط انداز ڈالی اور گویا جان نکال لی - پھر سمجھ مین نہین آتا کہ دل پر ایسی ایسی چوٹین کھانے پر بھی لوگ کیون اس ظالم اور جانستان نگاہ کے آرزومند رہتے ہین -

وہ آہنی تیر جو عرصۂ کارزار مین اُڑتے پھرتے ہین اور جو بہادرون کے پاس سے بہادرون ہی کی طرف پیام مرگ لے کے جایا کرتے ہین اُن کی آن بان اُنکا خوشنمائی سے ساتھ لوٹتے ہوئے تارون کی طرح آسمان کے نیچے اُڑنا اور ایک نورانی خط ڈال دینا بھی آنکھون کو بہت بھلا معلوم ہوتا ہے - مگر دلون کو اُنکی خوشنمائی کے ساتھ کوئی ایسا لگاؤ نہین ہو جاتا کہ بے اُنکی زیارت کیے رہا ہی نہ جائے - یہ نہین کہ عشق نے اُس درجہ بے خود کر دیا کہ چوٹ پر چوٹ کہاتے ہین - دل و جگر چاک چاک ہوتے جاتے ہین مگر زبان سے سوا اور کے لبیک کا لفظ نہین نکلتا -

اے پیارے تیر نظر! بتا تو سہی تجھ مین کیا بات ہے کہ تو چاہے کیسی ہی جانستان چٹکیان لے لیکن مشتاق آرزو اور تمنا کے ساتھ تجھے اپنی گودہی مین بٹھا لیا کرتے ہین - تو جن جگر دوز تیورون سے جان لینے کے لیے بڑھتا ہے ان سے عقلا کو ہمیشہ بچتے ہی دیکھا اور شعرا اُن کی شکایت ہی کرتے رہے مگر ہمیشہ جان فروش عشاق ان تیورون سے چاہے جان جاتی رہے بچا کیسا مُنہ نہین موڑتے - ان ظالم تیرون نے بہت بڑا ظلم کیا دنیا ہمیشہ انکی مار کھایا کی اور کھاتی ہے - موجودہ انصاف اور آزادی بخش گورنمنٹ نے ہر قسم کے اسلحہ چھین لیے مگر حسینون سے یہ ظالم اور دل کو صدمہ پہونچانے والے تیر کوئی نہین چھین سکا - ہر طرف سے اطمینان ہو گیا مگر یہ جو روشنا دری رخ نظر ناز سے جو یہ محفلون کی محفلین درہم و برہم کر دیا کرتے ہین اسکا کوئی علاج نہین -

اے حکمی نشانہ اُڑانے والی آنکھو! کوئی دل نہین جو تمہارا زخمی نہو - ہر جگر مین تمہاری پلکون کی پیا بنسی چبھی ہوئی ہے - اور جب کسی حسین کا خیال آتا ہے کھٹک اُٹھتی ہے تمہارے لال ڈورون مین کیا سمیت بھری ہے اور تمہاری نظرون کے تیر کس قاتل زہر مین بجھے ہوئے ہین کہ جو گھائل ہوا اُسے بے بسی سے تڑپ تڑپ کے جان ہی دیتے دیکھا اور کیا ہون ہی کو سزا دیتی ہو -

مسلمانون اور یونانیون کی لڑائی پر ایک ترکی نظم جو مدتون قسطنطنیہ مین گائی لئی اُس نے تیر نظر کا عجب عبرتناک نمونہ دکھایا ہی۔ اُس مین نہایت خوبصورتی سے جنگ گاہ کا نقشہ کھینچا گیا ہی کہ یونان کا ایک قلعہ محصور ہے۔ ترکون کی فوج گھیرے ہوے ہے۔ رات کا وقت ہے۔ چاندنی پھیلی ہوئی ہی۔ اور لڑائی نہایت شدت سے ہو رہی ہی۔ دال قلعہ کی پری جمال دوشیزہ لڑکی ایوان شاہی یعنی اپنے باپ کے محل کے اونچے کنگرہ پر چڑہی ہی کہ دیکھے مسیحی جھنڈے کے نیچے والے کس جانبازی سے لڑ رہے ہین۔ اس کا عصمت کے سادے دلفریب رنگ مین رنگا ہوا بھولا چہرہ چودہوین رات کے چاند کی شعاعون مین چمکا ہی۔ اُسکی نظر قلعہ کی کھائیون پر پڑی ہی جن مین پانی پر ماہتاب کا عکس جھلکار ہا ہی۔ پھر یہ نظر آگے بڑھ کے ترکی جھنڈے کے ہلال پر پہونچی ہے جسکی تابداری سے آنکھین جھپکی جاتی ہین۔ اور جھنڈے کے ساتھ اس پریوش لڑکی نے اُس ترکی نوجوان کو دیکھا ہی جو ہلالی جھنڈا ہاتھ مین لیے ہی۔ اس یونانی شاہزادی اور ترکی افسر دونون کو ایک حیثیت سے اپنے اپنے حُسن پر دعوے تھا۔ اور اس دعوے کو اسوقت کے ماہتاب کی شعاعون نے دونون چہرون پر چمک کے اور ابہار دیا ہے۔ افسر نے شاہزادی کو اور شاہزادی نے افسر کو دیکھا۔ دونون طرف سے تیر نظر چلے۔ اور دونون دل گھائل ہوگئے۔ یونانی شاہزادی نے بیتابی کے ساتھ اپنے محل کے کوٹھے سے رومال ہلایا۔ اور جواب مین ادھر ترکی نوجوان نے ہلالی نشان کو حرکت دی۔ لڑائی بڑی سرگرمی سے ہو رہی ہے۔ چند منٹ تک دونون ایک دوسرے کو دیکھتے رہے ہین۔ اسکے بعد یک بیک ترکی افسر لڑائی کے ہجوم مین غائب ہو گیا ہے۔ ادھر اس ہجوم سے نکلتا تھا کہ پھر دونون شہیدان تیر نظر کی چار آنکھین ہوئین۔ یونانی شاہزادی نے رومال کے اشارے سے ترکی افسر کو قریب بلایا۔ یہ بڑھا ہوا گیا اور عین قلعہ کی دیوار کی نیچے کھڑا ہو گیا۔ شاہزادی نے تیر کمان ہاتھ مین لیا۔ ایک خط نکالا۔ خط کو تیر مین باندہا اور تیر کو کمان مین رکھکے نوجوان کی طرف پھینکا۔ ہائے یہ تیر ترکی نوجوان کے سینے پر پڑا۔ اور نوجوان گھوڑے کی پیٹھ سے کھائی مین گرا۔ اور پانی مین ڈوب گیا۔ یہ نہین خبر کہ اُس وفادار عاشق کشتۂ ناز نین کے دل پر کیا گذری۔ ہان اسقدر معلوم ہے کہ اُس نے کوئی لفظ زبان سے نہین نکالا۔ کچھ دیر کے لیے ایک سناٹے مین آگئی اور اپنی حیرت انگیز نشانہ بازی پر تعجب کیا کی۔ اور اس سکوت مین جوش اسقدر ترقی

گر گیا کہ اپنے باپ کے کوٹھے سے کود ہی اور عین اُسی مقام پر جہان نوجوان ترک گرا تھا کھائی مین گرکے ڈوب گئی - اسوقت کسی کو اس سانحے کی خبر نہین ہوئی - مگر جب صبح ہوئی - دونون فوجین دوبارہ میدان مین آئین - اور آفتاب نے مشرق سے اپنا چہرہ دکھایا - زرد زرد سنہری کرنین پہلے قلعہ کے کنگرون پر پھر شہر پناہ کی دیوار پر اور وہانسے اُترکے قلعہ کی کھائی پر پڑین تو دو لاشین پانی پر تیرتی نظر آئین - دونون چیت پڑی ہوئی تہین اور باہم لپٹی تہین جنمین سے ایک کے سینے پر ایک تیر لگا تہا اور اُسکے پرون کے قریب ایک خط بندہا ہوا تہا - یہ وہی نوجوان ترک تہا اور اُسکی لاش سے لپٹی ہوئی یونانی شاہزادی تہی - اس مین لڑائی موقوف کرادی اور ترکی یونانی دونو فوجین ملکر ان بے نصیب شہیدونکی ناہوسانہ موت پر آنسو بہانے لگین اسلیے نہین کہ انکی شاہزادی اور انکا افسر نا اجل ہوا - اس سبب سے کہ دونون تیر نظر کے گھائل ہوکے انتہاے شوق مین مرے -

---

انجمن دار السلام

(والنثیر فنڈ)

اے مبارک اور مقدس اسلام کسی زمانے مین تو اُس علمی ترقی کو پہونچگیا تہا کہ تاج بخشی تیرے ہی فیاض ہاتہون سے ہوتی تہی - ترقی تیری ہی اطاعت اور موافقت کا نام تہا - علوم دست بستہ تیرے دربار کے سامنے کھڑے تہے کہ تو اجازت دے تو آگے قدم بڑہائین - ہائے یا اب ہی تو اس حالت مین ہے کہ ترقیان ایک آندہی کیطرح تجھے ایک تھپیڑا دیکے زور و شور سے آگے نکل جاتی ہین انکا بیابان سمندر کے لہرون کی طرح خدا جانے کن کن اطراف عالم مین پہنچ گئین اور تیرا جہاز جس مقام پر تہا اب تک اُسی جگہہ ڈگمگا رہا ہے -

زمانہ نہایت تیزی سے جا رہا ہے - جو لوگ ساتھ دے سکتے ہین جاتے ہین ورنہ تہک کے بیٹھ رہتے ہین - تیز رو زمانے کا ساتھ دینے کی جس قدر تجھ سے امید تھی اور کسی سے نہ تھی کیونکہ تیرا قدم کبھی زمانے سے بھی زیادہ جلد اُٹھتا تہا - کچھ یاد ہے کہ صحراے عرب سے نکل کے تو کتنی کم مدت مین دنیا کی انتہائی حدون تک پہونچ گیا تہا ؟ کیا بھول گیا کہ کس پھرتی سے تو تمام مراحل علم ولیقین طے کر گیا تہا ؟ تیری اس تیزروی کا تجربہ ہو چکنے کے بعد بھی کوئی خیال کر سکتا تہا کہ تو زمانے کا ساتھ نہ دیسکے گا ؟ مگر اس پچھلے دور مین تو تو نے سب سے پہلے جواب دیدیا ! ہائے یہ تجھے کیا ہو گیا ! ق آ ناتھی کہ جو جلدی

چلنا ہے گر پڑتا ہے" ؟ تیرے دوستون تیرے ہمدردون - تیرے عاشقون نے لاکھہ چاہا کہ اگر تو نہین بڑہتا تو زمانے کو بہی روک لین - مگر افسوس وہ اُنکے روکے نہ رُکا - اب وہ خود ذلیل وحقیر ہوتے جاتے ہین - اُنھون نے زمانے کے خلاف کوشش کی تہی اب زمانہ اُن سے بدلے رہا ہے -
ہر طرح کی ذلتین نصیب ہوئین مگر اب تک وہ اُسی طرح تیرے عاشق ہین - تیرے لیے اُنھون نے بہیک مانگنا تک گوارا کر لیا - تیری فیاض نسل کچھہ کچھہ متوجہ بہی ہوئی - لیکن ابہی تک اُسکا موقع نہ ملا کہ تیری ہمدردی مین وہ کچھہ کر سکین - چار پانچ سو روپیے مین وہ کیا کر سکتے ہین - ہائے اگر تجھسے کچھہ اور نہین ہو سکتا تو اسنا ہی کر کہ اپنی موجودہ غفلت شعار نسل کے دل مین ڈالدے کہ تیرے ہمدردون کی درد آواز سنین اور کچھہ کرنے پر آمادہ ہون -

---

"مسلمانون کی گذشتہ تعلیم"

مسلمانون کو اپنا گذشتہ اقبال اور اپنی اگلی لیاقت یاد کرنے کے لیے اگر کوئی کتاب ذریعہ ہو سکتی ہو تو مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی کی تازہ تصنیف ہے عربی انگریزی اور فارسی تاریخون کے ورق اُلٹے گئے ہین - عالم خیال مین بیٹھہ بیٹھہ کے گھنٹون اسلام کے قدیم منہدم عمارات کے کنڈرون کی سیر کی گئی ہے تو یہ ایک مختصر رسالہ لکھا گیا ہی جسکو ایک پرانی داستان یا صبح مایوسی مین اقبال کا تذکرہ کہنا چاہیے - ہم اس رسالے پر آئیندہ تفصیلی ریویو لکھین گے - اور ہمارے ناظرین کسی قدر واقف بہی ہونگے کیونکہ اسکا ایک خاص حصہ جسمین مدرسہ نظامیہ و مستنصریہ کا حال ہی انکی نظر سے گذر چکا ہے - اہل اسلام ضرور منگوائین اور نہ پچہتائین گے قیمت فی جلد مع محصولڈاک ۷ر ہے -
درخواستین یا بجناب آنریبل مولوی سید احمد خانصاحب بہادر کے - سی - ایس آئی - کے نام علیگڈہہ مدرسۃ العلوم مسلمانان کے پتے سے یا ہمارے دوست منشی محمد نثار حسین صاحب نثار مہتمم پیام یار کے نام لکہنؤ چوک کے پتے سے جائین - دونون جگہہ سے یہ کتاب مل سکتی ہے -

بغداد

اس شہر کے حالات اس سے پیشتر ہم مولوی محمد شبلی صاحب پروفیسر علیگڈہ
کالیج کی کتاب المامون سے نقل کر کے شائع کر چکے ہین گر اسکے بعد ہمین بیروت کا چھپا
ہوا ایک عربی رسالہ ملگیا جسکے ذریعے سے ہمین بغداد کے اور بہت سے حالات
معلوم ہوے۔ اس رسالے کا نام ہے "نزہۃ العباد فی مدینۃ بغداد" شام کے
ایک لائق عیسائی معلم نابلیون ماریني نے اسے تصنیف کیا ہو۔ گذشتہ اور قدیم حالات
بغداد کا پتا تو ہر تاریخ سے لگ سکتا ہے۔ مگر وہ خاص بات جسکی وجہ سے خواہ مخواہ اس
رسالے کی قدر کرنے کو جی چاہتا ہے یہ ہو کہ معلم نابولیون نے کچھ تھوڑے سے اگلے
تاریخی حالات بتا کے موجودہ بغداد کا نقشہ کھینچنا شروع کر دیا ہے۔ اپنے اقبال و ادبار
کی صورتین دیکھنے کے لیے ہمین بغداد کی اگلی اور پچھلی دونون حالتون کا مقابلہ کرنا چاہیے
یونہین معلوم ہو سکتا ہے کہ ہم کہان تھے اور کس ادنے حالت کو پہونچ گئے۔

اس رسالے کے دیکھنے سے پیشتر ہمارا خیال تہا کہ تاریخی چالاکیان جو اکثر یورپین مورخون
کے خمیر مین موجود ہین اُن کا اثر صرف انگریزی اور اُردو تاریخون ہی پر پڑا ہے مگر اب
معلوم ہوا کہ نہین ہمارے مسیحی دوستون کی طرف سے عربی تاریخون کے ساتھ بھی وہی
سلوک کیا جانے لگا۔ لیکن باوجود ان سب باتون کے ہم اس رسالے کو غنیمت سمجھتے
ہین کیونکہ ہماری قسمت نے مسلمانان شام و عراق کے مُنہ بند کر دیے ہین۔ اگر وہ اپنا
حال نہین بتاتے تو نہ بتائین ہم غیرون ہی کی زبان سے سُن لین گے۔

اس مضمون کو ہم سلسلہ وار کئی نمبرون مین تمام کرین گے پہلے تو کچھ قدیم واقعات
بیان کرین جو گذشتہ مضمون مین رہگئے تھے۔ اُسکے بعد بغداد کی موجودہ حالت اس
زمانے سے مدوے کے لکھنا شروع کرین گے۔

وہ مشہور و معروف شہر مدائن جو ہزار ہا سال تک ایرانیون کا پایہ تخت رہ چکا تھا۔ اور دنیا کے بڑے بڑے تاجدارون نے جس کے آگے تاج اُتار اُتار کے رکھدیے تھے ۶۳۷ء مین مسلمانون نے اُسپر قبضہ کرکے تباہ کردیا۔ ایک ہی صدی مین وہ ایسا تباہ و برباد ہوا کہ جب ۷۶۲ء مین بغداد کی بنیاد کا پتھر رکھا گیا اسکے صرف چند ٹوٹے پھوٹے آثار باقی تھے۔ مدائن کے کھنڈرون سے پندرہ میل کے فاصلے پر بغداد کی نیو ڈالی گئی یہ تو معلوم ہو چکا کہ دولت عباسیہ کے دوسرے خلیفہ ابو جعفر منصور نے اس شہر کو تعمیر کیا مگر یہ بتانا رہگیا تھا کہ اسکی بنا ڈالتے وقت اُس نے اور اُسکے عقلمند مشیرون نے کتنی بڑی ذہانت اور لیاقت صرف کی تھی۔ بغداد کی بنا طالع قوس مین ڈالی گئی تھی۔ اور شاید یہی وجہ ہوئی کہ خلفاے عباسیہ مین سے ایک بھی خاص شہر بغداد مین نہین مرا حیرت اور ترقی کرجاتی ہی جب ہم دیکھتے ہین کہ بغداد پر جتنے بادشاہون نے حکمرانی کی اُنمین سے کوئی شہر بغداد مین نذر اجل نہین ہوا۔ جب مرنے کا زمانہ قریب آیا قسمت اُنہین دہوکا دیکے بغداد کی شہر پناہ سے باہر نکال لے گئی اور قضا کے فرشتے کا سامنا کرادیا۔ بغداد کا نام جو مدینۃ السلام اور دار السلام رکھا گیا یہ بے اصل نہ تھا۔ مگر مورخین اس نام کی کچھہ اور ہی وجہ بیان کرتے ہین۔ دریاے دجلہ کو لوگ نہر السلام اور وادی السلام کہا کرتے تھے۔ اسی مناسبت سے بغداد کا نام دار السلام رکھدیا گیا۔ خیر کچھ ہو نہین ہوگا مگر اسقدر ضرور کہین گے کہ یہ نام بہت خوب گیا۔ بغداد کو لوگ زوراء کے نام سے بھی یاد کیا کرتے تھے۔ زوراء زیارت سے ہے اور چونکہ اندرونی شہر پناہ اور اُسکے پھاٹک اتنی بلندی پر تھے کہ بیرونی شہر پناہ کے باہر سے نظر آتے تھے۔ اسی سبب سے لوگ زوراء کہنے لگے۔ شہر پناہ مین چار پھاٹک تھے اپنی سمت کی مناسبت سے ہر ایک جداگانہ نام کے ساتھہ یاد کیا جاتا تھا۔ ایک باب کوفہ کہلاتا تھا۔ دوسرا دوسرا باب بصرہ کے لقب سے پکارا جاتا تھا۔ تیسرا باب خراسان اور چوتھا باب الشام تھا۔ منصور نے اس شہر کو چوبیس ہزار محلون پر تقسیم کیا تھا۔ اور ہر محلہ مین ایک مسجد اور اسکے سامنے ایک حمام تھا۔ دجلہ سے کاٹ کے بہت سی نہرین نکالی تھین جو تمام گلیونکو خصوصاً مسجدون اور حمامون مین چکر لگاتی پھرتی تھین۔ ان نہرون پر سب ملا کے خاص شہر مین ایک سو پچپن پل بندھے تھے۔ انہین نہرون مین ایک نہر عیسی تھی جو ٹوٹی پھوٹی ابتک باقی ہے اور نہر مسعودیہ کہلاتی ہے۔ ان نہرون کے کنارے خاص

شہر مین چار ہزار سبیلین رکہی جاتی تہین اور چار ہزار شربت وغیرہ کی دکانین تہین یہ
شہر کے باہر ہی نہرون کے کنارے ایک ہزار سبیلین تہین ۔
ابو جعفر منصور کو اس شہر سے ایسی محبت تھی کہ جب مرنیکا زمانہ آیا اپنے ولی عہد مہدی
کو بلا کے سرہانے کہڑا کیا اور وصیت کی کہ اور جو جی مین آئے کرنا مگر دار الخلافت
نہ بدلنا۔ مرکز خلافت یہی شہر بغداد رہے۔ بیٹے نے یہ وصیت قبول کی اور باپ نے اطمینان سے جان دی
منصور نے دجلہ کے مغربی ساحل پر بغداد کو تعمیر کیا تہا۔ مہدی نے تخت پر
جلوہ فرما ہو کر حکم دیا کہ دجلہ کے مشرقی ساحل پر بہی عمارتین بنائی جائین۔ اور
بغداد دجلہ کے دونون جانب پہیل جائے۔ ۱۵۱ھ مین مہدی نے مشرق کی
طرف ایک شہر پناہ بنوائی اور شہر پناہ کے نیچے نیچے ہر چہار طرف خندق
کہدوائی۔ اور وسط مین ایک عظیم الشان مسجد تعمیر کرائی۔
یہان تک کہ ہرون الرشید کا زمانہ آیا اور مشرقی حصۂ بغداد کی آبادی کو یک بہ یک بہت
بڑی ترقی ہو گئی۔ دجلہ شمال سے جنوب کی جانب بہتا تہا اور بغداد اُسکے دونون مشرقی
و مغربی کنارون پر آباد تھا۔ ہرون الرشید نے دونون حصون کے نام بھی جدا جدا
رکہدیے۔ مغربی حصہ جس مین ابو جعفر منصور کا ایوان خلافت تہا اُس کا نام کرخ
پڑ گیا۔ اور شرقی حصے کا نام رصافہ رکہا۔ رصافہ کو آخر مین بڑی ترقی ہوئی۔ اور آخر
زمانہ دولت عباسیہ تک ترقی کرتا گیا۔
خلیفہ ہارون رشید نے بغداد کو بہت ترقی دی۔ رشید نے اور جو عمارتین تعمیر کرائین
وہ تو تہین ہی اپنی پیاری بی بی زبیدہ خاتون کے لیے اُسنے جو محل قصر زبیدہ کے
نام سے بنایا تہا اوسکے آثار آجتک باقی ہین اور دیکہنے کے قابل ہین۔ صرف حسن
و جمال کیوجہ سے اُسکی فیاض اور حسین بی بی کا لقب زبیدہ رکہدیا گیا تہا ورنہ اصل
مین امۃ العزیز نام تہا۔ زبیدہ دنیاے اسلام مین نہایت مشہور خاتون ہو گئی ہے
حتی کہ ہمارے قدیم زندہ دل اور شوخ طبع مورخ مولانا نظامی بہی فرماتے ہین
ع نہ مثل زبیدہ است ہر بیوہ ٭ جعفر بن عبد اللہ منصور عباسی کی یعنی رشید کے
چچا کی بیٹی تہی۔ شہر تبریز زبیدہ ہی کا آباد کیا ہوا ہے۔ جسکی نسبت کہا جا سکتا ہے
کہ بغداد کی فیاضیون کا ایک نمونہ ہے۔

الف لیلہ کے ناعاقبت اندیش مصنف نے زبیدہ کو اپنی اکثر داستانون کی ہیروئن بناکے عام لوگون کے دلون مین اُسکی طرف سے خدا جانے کیسے کیسے خیالات پیدا کر دیے ہین۔ مگر بالکل غلط ہین۔ زبیدہ ایک عباسیہ خاندان کی پاکدامن اور عفت مآب خاتون تھی۔ اُسکی شان اُن باتون سے ارفع ہے جو الف لیلہ مین بیان کی گئی ہین۔ خود زبیدہ خاتون نے جو عمارتین بنوائین وہ بھی ایسی تھین کہ مشکل اُنکی نظیر ملیگی۔ زبیدہ کے ہاتھون بغداد نے نہر زبیدہ تعمیر کراکے ایک ایسی فیاضی دکھادی کہ جبتک مکہ معظمہ اور مدینہ طیبہ موجود ہین حجاج ہر سال اطراف عالم سے سمٹ کے جائین گے اور سیراب ہون گے۔

منصور بانی بغداد کو بغداد سے محبت تو تھی ہی ہارون رشید کو بیشمار عمارتین بنانے کے سبب سے کچھ ایسی محبت ہوگئی تھی کہ جب کبھی باہر جاتا تھا دل مین نہایت افسوس کرتا تھا کہ ہاے بغداد چھوٹتا ہے۔ ۱۸۹ ہجری آخر ذی الحجہ مین رے سے پلٹ کے آیا تو شہر مین اُترنے تک کی مہلت نہ ملی بغداد ہوتا ہوا سیدھا رقہ کو روانہ ہوا۔ اُسوقت ارکان دولت نے عرض کیا کہ حضور بغداد مین تو رونق افروز ہی نہین ہوتے جواب مین رشید نے قسم کھاکے کہا، "تمام مشرق و مغرب مین بلحاظ خوبیون اور امن کے بغداد سے عمدہ کوئی شہر نہین مگر کیا کرون اِن ظالم بنی امیہ کی وجہ سے دم لینے کی فرصت نہین ملتی اور اطمینان سے بیٹھنا نہین نصیب ہوتا"

ہرون رشید کے بعد چند روز کے لیے امین تخت خلافت پر بیٹھا۔ امین کے مزاج مین عشرت پسندی بہت تھی۔ نہ خود لائق تھا اور نہ لیاقت کی قدر کر سکتا تھا۔ اپنے وقت کا جان عالم واجد علیشاہ تھا۔ لہو و لعب کے بہت سامان فراہم کیے۔ شاید وہ تخت سلطنت تک بھی نہ پہونچ سکتا مگر وجہ یہ تھی کہ رشید کا سب سے بڑا اور اسکی خاص بی بی زبیدہ کا لاڈلا بیٹا تھا۔ باوجود ان سب باتون کے بغداد کو اُسکی صرف چار برس آٹھ مہینے کی خلافت مین بہت کچھ ترقی ہوئی۔ بہت سی عمارتین تعمیر کرائین۔ اور پانچ نئی طرح کے بجرے بنواکے دریاے دجلہ مین ڈلواے جن پر سوار ہوکے اپنی مصاحبون اور مہ جبین معشوقہ عورتون کے ساتھ سیر دریا کیا کرتا تھا۔ ان بجرون مین سے ایک تو شیر کی صورت کا تھا۔ ایک ہاتھی کی صورت کا۔ ایک عقاب کی صورت کا

ایک گھوڑے کی صورت کا اور ایک سانپ کی صورت کا۔ ان بجرون کی تیاری مین ایسے انتہا روپیہ اُٹھا دیا جس کا صلہ صرف اسقدر ملا کہ ابونواس شاعر نے تعریف مین چار پانچ شعر کہہ دیے۔

اِسکے بعد مامون رشید کا زمانہ آیا۔ یہ علم و فضل جود و سخا دنیا کے تمام اوصاف مین بے مثل و بے نظیر تھا۔ اور اصل یون ہے کہ بغداد کو خلعت علم سے جس نے سرفراز کیا اور جس نے اُسے زیور کمال سے آراستہ کیا وہ مامون ہے۔ مامون کے زمانے مین دولت عباسیہ نے علوم و فنون اور صحرانشینان عرب کو تمام مراحل فضل و کمال طے کرانیکے اعتبار سے جو کچھ ترقی کی اُسکا حال ہمارے اکثر احباب اپنی طولانی تصنیفات مین تفصیلاً بیان کر چکے ہین پھر بھی ہم اسقدر بیان کر دینا چاہتے ہین کہ مامون ہی کے زمانے مین بغداد کا وہ دور تھا کہ کرۂ زمین کا پورا دورناپ ڈالا گیا۔ کوفہ کا مسطح میدان اور وہان کی رصدگاہ کے کھنڈر آج تک علم دوست مسافرون کو ڈھونڈھا کرتے ہین۔ مامون کی فیاضیون کا اندازہ اس سے خوب ہو سکتا ہے کہ ایک بار قبل اسکے کہ رکاب سے اپنا قدم اُتارے ایک صوبہ کا چار خمس یعنے ۴/۵ حصہ خراج خیرات کر دیا۔ اس فیاضی کی وقعت اُسوقت معلوم ہو سکتی ہے جب بتایا جاے کہ کتنا روپیہ ہوا۔ یہ چوبیس لاکھ دینار اور آجکل کے حساب سے ایک کرور بیس لاکھ روپے ہوے۔ جب مامون کی دُلھن میکے سے بیاہ کے آئی اور سسرال کے دروازے پر پہونچی اُسوقت بہت ہی بڑے بڑے ایک ہزار موتی اُسکے سر پر سے لٹا دیے گئے۔ یہ سب فیاضیان خاک بغداد ہی کی دکھائی ہوئی ہین۔

مہدی نے دس برس کی خلافت مین ایک سڑک کے کنارے جو سات سو میل تک پھیلی ہوئی تھی کاروان سرائین۔ حوض اور کنوین تعمیر کراے۔ اور شاید یہی سڑک تھی جس کے ذریعہ سے معمولاً اونٹون کی قطارین آیا کرتی تھین اور اُن پر برف لدلد کے آتی تھی تاکہ خلافت کے دسترخوان اور آبدار خانے کی زینت ہو۔ اور اس حد سے گذرے ہوے اہتمام نے اہل عرب کو حیرت مین ڈالدیا تھا۔ سنہ ۳۰۵ھ مین قیصر روم کا سفیر بغداد مین آیا تو اُسے وہ عالم نظر پڑا کہ عقل حیرت میں آگئی۔ جس وقت وہ ایوان خلافت میں پہونچا ہے ہر طرف آراستگی اور زینت کے

سامان نظر آے - ایک لاکھ ساٹھ ہزار فوج صف باندہے کہڑی تہی جس مین سوار بھی تھے اور پیادے بھی تھے - اعیان دولت اور افسران فوج پُرتکلف کپڑے پہنے اور سونے کی پیٹیان کسے کہڑے تھے جن پر جواہرات جگمگا رہے تھے - چار ہزار گورے اور تین ہزار سیاہ حبشی خواجہ سرا اُن کے پیچھے صف باندہے تھے - اور محل کے دروازے پر سات سو دربان تھے - دجلے مین بجرے اور کشتیان پڑی ہوئی تہین جو ادہر اُدہر تیرتی پھرتی تھین - خاص ایوان کی آرایش اس درجہ تھی کہ جا بجا صرف اڑتیس ہزار پردے لٹک رہے تھے - ان مین ساڑہے بارہ ہزار پردے ریشمی تھے اور اُنپر سونیکا عمدہ کام بنا ہوا تہا - مختلف کمرون مین بائیس ہزار فرش تھے - ایک سو شکاری شیر تھے اور ہر ہر شیر پر ایک ایک آدمی محافظ تہا - ایک ایسی شان و شوکت اور جاہ و جلال کے سین مین وزیر اعظم نے رومی سفیر کو لیجا کر خلیفہ مقتدر باللہ کے تخت کے نیچے پایون کے پاس گرا دیا -

اب ہم بغداد کے انقلابات اور اسباب زوال کو مختصراً سلسلہ وار شروع کرتے ہین - ہارون رشید کے بعد جب امین تخت پر بیٹھا مامون کے دوستون نے ۱۹۸ھ مین بغداد کا محاصرہ کیا - اسکے بعد زمانۂ خلافت المستعین باللہ مین المعتز باللہ نے ۲۵۱ھ مین ترکی فوج سے دوسرا محاصرہ کیا - یہ محاصرہ بہت سخت تہا - اور محمد سپہ سالار معتز باللہ کے حکم سے اکثر عمارات منہدم کر دی گئین اور بہت سے باغ خراب کر دیے گئے - اس محاصرہ نے بغداد کو بہت نقصان پہونچایا - اور مدتون کی پیدا کی ہوئی رونق بے رحمیون کے سپرد کر دی گئی -

۲۶۹ھ مین اس شدت سے اُولے پڑے کہ عمارات کو بہت ضرر پہونچا اور یک بیک کچھ ایسی شدید سردی پیدا ہو گئی کہ تمام بہنے والی چیزین جم گئین اور اُسوقت سے آجتک پھر کبھی ایسا اتفاق نہین ہوا -

۳۰۶ھ مین دجلہ مین ایسی خوفناک طغیانی ہوئی کہ سارا شہر یعنی بغداد یعنی رصافہ بہ گیا مگر اُن دنون خدا نے رؤسا ہی ایسے عالی ہمت اور بلند حوصلہ پیدا کیے تھے کہ آل بویہ مین کا ایک شخص دوسرے ہی سال اُٹھ کھڑا ہوا اور کل مسمار شدہ عمارات از سر نو تعمیر کرین ۳۰۸ھ مین اہل کرخ اور عساکر ترک مین ایک ایسی مخالفت ہوئی کہ بلوہ ہو گیا

اور بغداد کی عمارتون اور باغون پر تباہی آگئی۔

سنہ ۴۴۳ھ مین عزاداری امام حسین علیہ السلام کے بارے مین شیعہ اور سُنی لڑ پڑے۔

اور سنہ ۴۴۷ھ مین طغرل بیگ سلجوقی نے بغداد پر حملہ کیا۔ اندرونی و بیرونی تمام عمارتین مسمار کر ڈالین۔ اور تکریت سے کوت العمارۃ تک قرب جوار کے سب گاون بھی لوٹ لیے۔

سنہ ۴۴۹ھ مین اس قیامت کا قحط پڑا کہ لوگ مردار کتے اور گدہونکا گوشت کھانے پر مجبور ہوگئے۔

سنہ ۴۵۱ھ مین آگ لگی اور ایک کونہ بغداد کا خاک سیاہ ہوگیا۔ یہانتک کہ آگ اُس کتب خانے تک پہونچ گئی جسے وزیر اردشیر نے قائم کیا تھا۔ اس کتب خانے مین دس ہزار چارسو سے کچھہ زیادہ کتابین تھین سب جل گئین۔

سنہ ۴۵۹ھ مین نظام الملک نے عالیشان مدرسۂ نظامیہ قائم کیا۔ جسکے آثار ابتک موجود ہین۔

سنہ ۴۶۶ھ مین نہر دجلہ کی طغیانی سے پھر سیلاب آگیا۔ اور علاوہ بہت بڑے حصۂ بغداد کے منہدم ہوجانے کے بہت سی جانون کا نقصان بھی ہوا۔

سنہ ۴۶۷ھ مین پھر آگ لگی۔ اور بہت زیادہ نقصان ہوا۔

سنہ ۵۵۱ھ مین خلیفہ بغداد اور سلطان محمد بن مسعود سلجوقی سے بہت بڑی لڑائی ہوئی۔ اور بغداد کو بہت بڑا صدمہ اُٹھانا پڑا۔

سنہ ۵۵۲ھ مین پھر آگ لگی اور کئی محلہ جل گئے۔

سنہ ۵۵۴ھ مین پھر دریاے دجلہ کی طغیانی سے سیلاب آیا۔ اور کرخ یعنی غربی بغداد کی مضبوط دیوار شہر ٹوٹ گئی اور پانی اندر داخل ہوگیا۔ پندرہ محلہ گر کے بہ گئے اور انکا پتا تک نہ لگا۔ اسدفعہ اتنا بڑا سیلاب آیا تھا کہ اسکے بعد لوگ اپنی املاک پہچاننا چاہتے تھے اور نہین پہچان سکتے تھے۔

سنہ ۵۶۸ھ اور سنہ ۵۶۹ھ مین پھر آگ لگی۔

سنہ ۵۷۰ھ مین ایسا شدید زلزلہ آیا کہ بہت سے مکان گر گئے اور بہت سے آدمیونکی جانین گئین۔

سنہ ۵۸۱ھ مین پھر آتش زدگی ہوئی۔ خلافت کی جانب سے جو سلاح خانہ تھا وہ بھی خاک مین مل گیا۔

سنہ ۶۱۴ھ مین دجلہ پھر طغیانی پر آگیا۔ اور پانی اسقدر بلندی تک چڑھگیا کہ رصافہ کا محل

بہت سے محلے اور مکانات بہ گئے - اس سیلاب عظیم مین محلۂ خیزرانہ بھی بہ گیا - یہی محلہ آب امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ کا محلہ کہلاتا ہے -
۶۲۱ھ مین بھی شہر ڈوب گیا -
۶۵۶ھ مین ہلاکو خان شہر بغداد مین داخل ہوا - بہت سی عمارات منہدم کرڈالین بہت سے روساے شہر کو قتل کیا اور چالیس روز تک اس ظالم کے حکم سے شہر بغداد مین قتل عام ہوتا رہا اور ہر قسم کی بلائین نازل رہین -
اسکے بعد ایک عرصے تک بغداد پر صدہا بلائین نازل ہوتی رہین - آخر مورخون کی نظر سے یہ شہر پوشیدہ ہوگیا یہان تک کہ ۹۴۳ھ ء مین سلطنت عثمانیہ نے قبضہ کرلیا -
سلطنت ایران نے کچھ دنون موقع پاکر اپنے ممالک محروسہ مین شامل رکھا آخر ۱۰۴۳ھ مین سلطان مراد چہارم نے پھر فتح کرلیا - اور اُسوقت سے ابتک دولت عثمانیہ کی قلمرو مین ہے - باقی آیندہ -

---

"مسلمانون کی گذشتہ تعلیم"

اصل مین یہ ایک مضمون کا سبجکٹ تھا مگر مولوی محمد شبلی صاحب نعمانی پروفیسر مدرسۃ العلوم علیگڈھ نے اپنی وسعت نظر کا نمونہ دکھا کر اسمین ایسی حیثیت پیدا کردی کہ ایک کتاب کا نام ہوگیا - گو اپنے انکسار سے مولوی صاحب ممدوح ابتک اس کتاب کو مضمون ہی کہتے ہین - اس مضمون کو ہمارے نعمانی فاضل نے مسلمانون کی گذشتہ ایجوکیشنل کانگرس کے دوسرے اجلاس مین پیش کیا تھا -
اہل سلام کی ترقیون کی گذشتہ باتون کو کرید کرید کے نکالنا اور موجودہ نسل اسلامی کے سامنے پیش کرنا اسکی جانب ہندوستان مین چند روز سے کوشش ہورہی ہے - یہ مبارک خیال پہلے پہل بوڑھے سید کے دل مین پیدا ہوا - آنریبل سید احمد خان بہادر کے - سی - ایس - آئی - نے ایک موثر اور دردبھری آواز مین یہی راگ گانا شروع کیا تھا جس سے قوم کے بعض بعض لوگ جاگنے لگے - اُن جاگنے والون مین دو چار ایسے بھی تھے - جو اُٹھتے ہی سید کے ہم نوا اور ہم آواز ہوکر وہی راگ گانے لگے جسکو بوڑھے دردمند نے شروع کیا تھا - مولوی مہدی علی خان صاحب اس بارۂ خاص مین بعض موقعون پر خود سید احمد خان سے گوئی سبقت لیگئے ہین - خواجہ الطاف حسین - حب

حالی کو جو مقبولیت عام حاصل ہوگئی اُس پر سید احمد خان بھی حسد کرین تو زیبا ہی سید احمد خان کو زمانے سنے ناتوان کر دیا۔ باقی حضرات اور کامون مین پھنس گئے۔ جس اسٹیج پر کھڑے ہوکر ان حضرات نے اپنے دلی جذبات کو دلفریب لہجے مین ادا کیا تہا مولوی محمد شبلی صاحب نے اُسے خالی پایا۔ زبان حال سے مصرع۔ دور مجنون گذشت و نوبت ماست + پڑہا اور بے تکلف پبلک کے سامنے آکے کہڑے ہوگئے مولوی محمد شبلی صاحب نے جو نغمۂ جانفزا اس اسٹیج پر آتے ہی سنایا وہ "صبح امید" تہا۔ اُس مین مولوی صاحب نے بمقابلہ اس کے کہ وسعت نظر کا امتحان دین اپنی قادر الکلامی دکھانے پر بہت زور دیا تہا۔ لوگ ہنوز اُس نظم سے اچہی طرح لطف بہی نہ اُٹھانے پائے تہے کہ یہ تاریخی رسالہ یا مضمون پیش کیا ہی جسمین وہ کُل گذشتہ اور موجودہ لکہنے والون پر سبقت لیگئے ہین۔ ایک امر خاص یعنی تعلیم اہل اسلام پر اس دقت نظر سے کوئی نہ بحث کر سکا جسقدر مولوی شبلی صاحب نے بحث کی ہی گذشتہ اپنے ناظرین کو ہم نے پہلے ہی سے اس رسالے کی جانب متوجہ کر رکہا تہا جنوری کے دلگداز مین مدرسۂ نظامیہ و مستنصریہ بغداد کا حال ہم نے اسی رسالے سے نقل کیا تہا۔ وہ تو اس مضمون کا ایک خاص حصہ تہا مگر ناظرین کو حیرت ہوجائیگی جب دیکہین گے کہ یہ پانچ جز کا رسالہ اول سے آخر تک اسی قسم کی تاریخی باتون سے مملو ہی اور ہر لفظ اسلامی حیرتناک وقعت کا نشان دے رہا ہے۔

یہ مضمون ۲۰×۲۲ پیمانے کے ۸۰ صفحون پر ختم ہوگیا ہے۔ اور ابتدا سے انتہا تک مولوی محمد شبلی صاحب کا قلم جس قدر اُن کی وسعت نظر اور تواریخ دانی ظاہر کر رہا ہے اُسکے لیے یہ ۸۰ صفحہ بہی کافی نہین معلوم ہوتے ہین۔

مولوی صاحب نے اس تمہید سے اپنے مضمون کو شروع کیا ہی "مسلمانون کی گذشتہ تعلیم" میرے مضمون کا عنوان ہے۔ یہ ایک ایسا وسیع مضمون ہے کہ اگر اُسکی ذیل مین مسلمانون کے تمام علمی کارنامے بیان کیے جائین تو شاید ناموزون نہوگا لیکن مینے اپنے مضمون کے لیے اُن مین سے صرف دو بحثین انتخاب کی ہین۔ (۱) مسلمانون نے علوم و فنون کس طرح حاصل کیے؟۔ (۲) دنیا کی تمام قومون کو اُن علوم کی کیونکر تعلیم دیتا ہے؟"

۴۲ صفحہ تک پہلی بحث چلی گئی ہے اور ۴۳ صفحہ سے دوسری بحث شروع ہوئی ہے۔ پہلی بحث کے شروع کرنے سے پہلے مولوی شبلی صاحب نے بیان کر دیا ہے کہ "مسلمانون نے جن علوم کی اشاعت کی اُنمین سے کچھ اُنکے ذاتی علوم ہین جو خود اُنھون نے ایجاد کیے۔ یا خاص طرح پر اُن کو ترتیب دی۔ اور کچھ ایسے ہین جو دوسری قومون سے حاصل کیے اور پھر ایسی ترقی دی کہ گویا اُنھین کی ایجادات سے ہوگئے"

اس قدر بیان کر کے مولوی شبلی صاحب نے اہل عرب کی صلاحیت اور استعداد ظاہر کرنے کے لیے زمانۂ جاہلیت کی تصویر دکھانا شروع کی ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ جن صحرا نشینون پر اسلام کی پہلی تعلیمون کا اثر پڑنے والا تھا اُن کو قدرت نے تمام علمون کے تحصیل کرنے پر پوری طرح مستعد بنا رکھا تھا۔

دوسرے ہی صفحے سے یہ بیان شروع ہوگیا ہے کہ اسلام نے آکر اُن لوگون پر یک بیک کیا اثر ڈالا۔ قرآن کی فصاحت و بلاغت اور اسی ضمن مین قرآن کے معجز نما فصیح ہونے کی ضرورت نہایت خوبی سے بیان کر دی ہے۔ اور یہین سے مذہبی علوم کے پیدا ہونے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے۔ فقہ۔ فرائض۔ قصص۔ کلام۔ حدیث۔ اسماء الرجال۔ علم الدرایۃ۔ نحو۔ صرف۔ بیان۔ الٰہیات غرض اُن تمام علوم کو اس تفصیل کے ساتھ کہ کب اور کیونکر پیدا ہوئے بیان کیا ہے۔ اس ضمن مین بہت سے عمدہ عمدہ تاریخی واقعات بتائے ہین۔ مثلاً صفحہ ۴ مین ظاہر کیا ہے کہ عہد صحابہ کے علما کون کون تھے۔ اور اُن مین کتنے مفسر تھے۔ اور کتنے محدث تھے۔ صفحہ ۵ مین بتایا ہے کہ تالیف و تدوین کس سنہ سے اور کس ضرورت سے شروع ہوئی۔ اور تالیف و تدوین کا خیال آتے ہی کون کون علما اُٹھ کھڑے ہوئے۔ ۸ صفحے تک صرف اُنہین علوم کا تذکرہ چلا گیا ہے جو اسلام کی برکتون سے پیدا ہوگئے۔ اسکے بعد اُن علوم کا ذکر شروع ہوا ہے جنکو مسلمانون نے اور قومون سے سیکھا۔ اس موقع پر ہنری لوئیس صاحب کے اس اعتراض کے مقابلے مین اپنے تئین لاجواب مان لیا ہے کہ "تمام وہ لوگ جنھون نے اور زبانون کی علوم کی کتابون کا عربی مین ترجمہ کیا ہے اُن مین اکثر عیسائی تھے" مگر ۲۔ صفحے مین

سولوی شبلی صاحب نے عبد الکریم شہرستانی کی ملل ونحل سے جو فہرست مسلمان مترجمون کی نقل کی ہے اسکو ہم کافی جواب سمجھتے ہین۔ ہمین افسوس ہی کہ مولوی شبلی صاحب نے ناحق اپنے تئین لاجواب تسلیم کرلیا۔

صفحہ ۸۔ مین ترجمون کا ذکر مولوی شبلی صاحب نے اس تمہید سے شروع کیا ہی کہ "عام مورخین کا بیان ہے کہ اول جسنے ترجمون کی بنیاد ڈالی وہ دولت عباسیہ کا دوسرا خلیفہ ابوجعفر منصور (بانی بغداد) تھا" مگر اس محل پر انہون نے جو عام مورخین پر نکتہ چینی کی ہی وہ نہایت قدر کے قابل ہے۔ ثابت کردیا ہے کہ امیر معاویۃ اس فضیلت کے مستحق ہین اور خصوص اُن کا پوتا خالد بن یزید المتوفی ۸۵ھ

صفحہ ۹۔ مین منصور عباسی کا عہد اور اُس کے زمانے کی علمی ترقیان اور خاص اُسکی توجہ اور فیاضیون کا تذکرہ شروع کیا ہے۔ اُسکے دربار مین جو مترجمین حاضر تھے انکی نام بھی بتائے ہین۔

۱۰۔ صفحے مین ہرون رشید کی قدردانی علم اور اُن خاص کارروائیون کا ذکر کیا ہے جنکی وجہ سے مخفی کتب خانون سے نکل نکل کے فلسفہ اسلامی پُرشوق پبلک مین پھیلنے لگا۔ رشید کے قائم کیے ہوئے محکمۂ بیت الحکمۃ کا تذکرہ کیا ہے جس سے سلسلہ وار ژند یونانی۔ شامی سنسکرت زبانون کی کتب کے ترجمے مرتب ہوکر شایع ہوتے رہتے تھے۔ اور اُس کے دربار کے بعض فلاسفون کا بھی نام بتایا ہے۔

۱۱۔ صفحے سے مامون رشید کا دور شروع ہوا ہے۔ فلسفہ اور علوم کی تاریخ مین مامونکا نام نہایت ادب سے لیے جانے کے قابل ہی۔ اور جس ذوق شوق سے اُسنے علوم حکمیہ کی جانب توجہ کی اُسکا نمونہ شاید شاہان یونان وروم کی تاریخ مین بھی بمشکل نظر آئیگا۔ اسی سبب سے مولوی شبلی صاحبنے مامون کے عہد پر زیادہ زور دیا ہی۔ اور ۲ صفحہ اُسی کے نذر کردے ہین۔

۱۴۔ صفحہ مین مولوی شبلی صاحبنے یہ نہایت ضروری اور عمدہ بات بتائی ہی کہ مترجمون کی تنخواہین عباسیہ کے عہد دولت مین کیا تھین۔ اور واقعی صرف اسی طرح معلوم ہوسکتا ہے کہ مسلمان بادشاہ علوم کے کتنے بڑے قدردان تھے مولوی صاحب لکھتے ہین کہ حنین ابن اسحق وغیرہ کل نامور مترجمین ہر ایک

تنخواہ پانسو اشرفی ماہوار تھی۔
۱۵ صفحہ مین اس امر کی چند بہت اچھی نظیرین دی ہین کہ اہل اسلام ہندون کے علوم اور انکے مذاق سے کیونکر واقف ہوتے۔ واقعی اس ذرا سے رسالے کے لیے ہمارے نوجوان مورخ کو سیکڑون کتابون کے ورق الٹنا پڑے اور خدا جانے کس تلاش اور جستجو سے واقعات ڈہونڈہ لایا ہے جو آج ہمین عجیب و غریب معلوم ہوتے ہین۔
۱۶ صفحہ مین یہ بحث شروع کی ہے کہ فلسفہ و طب کے سوا اور علوم کے ترجمے کیون نہوے۔ یہ بہت کافی وجہ بیان کی ہے کہ اہل عرب کو اپنی فصاحت و بلاغت پر اس درجہ ناز اور فخر تہا کہ اور زبانون کا سیکہنا تک کبہی اپنے لیے سرمایہ ناز نہ سمجھے اور معانی و بیان کے متعلق یونانیون سے ذرا بہی مدد نہ لی۔ اور یہی سبب تہا کہ تواریخ مین بہی دوسری قومون کے قدیم حالات اُن کی نظر سے چھپے رہے۔ اور بقول مولوی شبلی صاحب کے صرف اسی حیثیت سے ہمکو اہل عرب کا یہ غرور مضر معلوم ہوتا ہے اور نہ علم لسان مین ہم بہی اُن کے ناز کو بجا تسلیم کرتے ہین۔
۱۸ صفحہ مین یہ ایک نازک بحث کی ہے کہ ان ترجمون کی صحت پر کہانتک اعتماد ہو سکتا ہے۔ بعض اہل یورپ کی نکتہ چینیان بہی بیان کی ہین مگر جواب بہی خوب دیا ہے کہ مسلمان فلاسفر یونانی فلسفیون کی اصلی غلطیون کے درست کرنیوالے تھے ان جزئی غلطیون سے اُن پر کچھ اثر نہین ہو سکتا تہا۔ اور واقعی چندہی روز مین فلسفہ ترجمون سے آزاد ہو گیا اور ایسی مبسوط اور معرکہ آرا کتابین خود اسلامی علمانے تصنیف کر دین کہ ترجمے دفاتر پارینہ ہو کر چندہی روز مین دنیاے اسلام سے غائب ہو گئے۔
اسکے بعد مولوی صاحب نے ایک طولانی فہرست اُن علمی کتابون کی دی ہے جنکا ترجمہ عربی مین ہوا۔ یہ فہرست صفحہ ۲۱ سے شروع ہوئی ہے اور ۲۳ صفحہ پر تمام ہو گئی ہے۔ اس فہرست مین چار خانے ہین۔ پہلے مین نام کتاب دوسرے مین نام مصنف تیسرے مین نام مترجم اور چوتھے مین تفصیلی کیفیت ہے۔ اور فہرست شروع کرنے سے پہلے لکھدیا ہے کہ جس کتاب کے متعلق ان چارون امور مین سے ایک بہی نہ معلوم ہوا اُسکو مین نے چھوڑ دیا ہے۔ اور بغیر اس قید کے اگر کوئی فہرست تیار کیجاتی تو بہت سے اجزا اس کی نذر کرنا پڑتے کیونکہ اکثر اسنادا

ترجمون کا اندازہ کرنا بھی مشکل ہے۔

۴۳۔ صفحہ سے مولوی صاحب نے اس امر کو بیان کرنا شروع کیا ہے کہ دنیا کی تمام قومون کو مسلمانون نے ان علوم کی کیونکر تعلیم دی۔ اور شروع ہی سے یہ سرخی قائم کر دی ہے کہ "مدرسے اور دار العلوم" گویا وہ تعلیم جو مدرسون کے قائم ہونے سے پیشتر مسلمانون مین مروج تھی اُسکو خاص طور پر بحث کے قابل ہی نہین قرار دیا۔ میرے نزدیک مولوی شبلی صاحب سے یہ بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ ضرورت تھی کہ مدرسون کے بیان سے پیشتر پرایوٹ تعلیم کا ایک علٰحدہ ہیڈنگ قائم کیا جاتا۔ اس امر کی ضرورت کو خود مولوی صاحب ثابت کر رہے ہین۔ ہمارے دوست مدرسونکے بیان کو جس تمہید سے شروع کرتے ہین وہ یہ ہے "اگرچہ ۱۳۱ھ کے متصل ہی تمام ممالک اسلامی مین درس و تدریس کا ایک عظیم الشان سلسلہ قائم ہو گیا۔ اور انہین دو تین صدیون مین جس درجے کے سیکڑون ہزارون مجتہد۔ فقیہ۔ ادیب۔ شاعر۔ فلاسفر مورخ۔ پیدا ہو گئے زمانے کو نوسو برس کی وسیع مدت مین بھی اس پایے کے لوگ نصیب نہین ہوئے۔ لیکن تعجب ہے کہ تاریخ کے صفحون مین چوتھی صدی کے آخر تک بھی کسی کالج یا اسکول کا نشان نہین ملتا۔ مسجدون کے صحن خانقاہون کے حجرے۔ علما کے معمولی مکانات یہی اُسوقت کے مدرسے یا دار العلوم تھے" اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانون کی پرایوٹ تعلیم مدرسون اور دار العلوم کی تعلیم سے بدرجہا زیادہ عمدہ اور با نتیجہ تھی۔ اصل یون ہے کہ جس تعلیم پر اسلام کو ناز ہے وہ وہی تعلیم تھی جس کے بیان کو مولوی شبلی صاحب نے معتم بالشان نہین خیال کیا۔ کچھ یہ بھی نہین ہے کہ اس تعلیم کے متعلق زیادہ تفصیلی حالات نہ مل سکتے ہون۔ میرے خیال مین اُسکے حالات زیادہ وضاحت کے ساتھ معلوم ہو سکتے ہین۔ ہان ہمارے لائق دوست کو طبقات محدثین اور تراجم متقدمین کے ورق الٹنے کی کسی قدر زیادہ تکلیف کرنا پڑتی۔ مین یہ نہین کہتا کہ اس امر پر اُنھون نے بحث ہی نہین کی۔ صفحہ ۹۰ مین اُنھون نے بہ ظاہر انہین امور کے بیان کرنے کی ضرورت سے ایک باب باندھا ہے۔ اور کچھ حالات بیان کر دیے ہین۔ مگر نہایت اجمال سے کام لیا ہے اور جتنی ضرورت تھی اُس سے کم ہی نہین بہت کم بیان کیا ہے۔ ہمارے نزدیک اس باب کے اسقدر حصہ کو جو اس قسم کی تعلیم سے متعلق ہے مدارس کے بیان سے پیشتر

اور زیادہ تفصیل کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ مگر کس منہ سے کہین کہ ہم اسکا نصف بھی نہین بیان کر سکتے جس قدر ہمارے لائق دوست بیان کر گئے ہین۔

۴۳ صفحہ مین ابتداءً تو عہد مامون کے بعض مدارس کو اشارۃً بیان کیا ہے اور پھر کئی صفحون تک ان مدارس کا حوالہ دیتے چلے گئے ہین جو نظامیہ بغداد سے بیشتر قائم ہوے تھے۔ گو اُن کا تفصیلی حال نہین معلوم ہو سکا مگر اُنکے ہونے پر کسی کو شک نہین ہو سکتا۔ آخر ۳۷ صفحہ سے نظامیہ کا حال شروع کر دیا ہے جو ۴۵۹ھ مین کھولا گیا تھا۔ ۴۰ صفحہ تک نظامیہ کا حال ہے۔ اور اس پر پہونچ کے بغداد کے اور مدارس کا حال بتانا چاہا ہے۔ اور ایک نقشہ بغداد کے بعض مدرسون کا دیا ہے جسمین تین خانے ہین۔ پہلے مین نام مدرسہ دوسرے مین بانی مدرسہ تیسرے مین کیفیت بیان کی ہے۔ اس نقشہ مین تو مدرسون کا حال ہے۔ جن مین سے اکثرون کی عظمت کا پتا اس سے چلتا ہے کہ اُن کے مدرسون اور طلبہ مین بڑے بڑے مشہور علما کا نام نظر آتا ہے۔ اور نقشہ کے خاتمے پر سات اور مشہور مدرسونکے نام گنا دیے ہین جو خاص بغداد ہی مین قائم تھے۔ ۴۲ صفحہ سے مدرسہ مستنصریہ بغداد کا تذکرہ شروع کیا ہے اور ۴۳ صفحہ کے ساتھ اُسکو بھی تمام کر دیا ہے۔

اب چھٹی صدی ہجری آگئی ہے اور سلطان نور الدین محمود زنگی اور سلطان صلاح الدین کے عہد کی علمی ترقیون اور مدرسون کا حال شروع ہوا ہے۔ ان حالات کو مولوی شبلی صاحب نے خوب تفصیل کے ساتھ لکھا ہے۔ یہان تک کہ یہ بھی بتا دیا ہے کہ صلاح الدین کے عہد مین علما کی تنخواہین آج کل کے حساب سے پندرہ لاکھ روپیے سالانہ تھین۔ ان دونون دولتون کا حال ۴۶ صفحہ تک چلا گیا ہے اور ۴۷ صفحہ سے ایک نقشہ شروع ہوا ہے جو ۵۲ صفحے کے نصف حصے تک چلا گیا ہے اس نقشہ مین اُن مدارس کی فہرست ہے جو خاندان صلاحیہ اور خاندان نوریہ کی برکتون سے قائم ہوے۔ اس نقشہ مین چار خانے ہین۔ پہلے مین نام مدرسہ دوسرے مین بانی تیسرے مین مقام اور چوتھے مین کیفیت اجمالی ہے۔ یہ طولانی نقشہ چھیالیس مدرسون کا نام ہمارے سامنے پیش کرتا ہے۔ جنمین سے ۳۱ تو خاندان سلطان صلاح الدین کی یادگار ہین اور ۱۴ کی بنا خاندان سلطان نور الدین نے ڈالی۔

صفحہ ۵۴ - مین اُن مدرسون کا مجمل حال ہے جو مکہ معظمہ مین قائم ہوئے - اور ۵۵ صفحے مین ابتدا اُنہ تو اُس عظیم الشان دار العلوم کا ذکر کیا ہے جسکو ابن الناصر نے بڑی ہمت کر کے تعمیر کرایا تہا اور جسکی تعمیر مین چہہ لاکہہ روپے صرف ہو گئے - اور آخر مین ایک عجیب واقعہ بیان کیا ہے جس سے ہمکو اپنے ملک کی طرف سے بہی اسبار مین کچہہ مستعدی نظر آتی ہے - یعنی سلطان غیاث الدین شہنشاہ ہندوستان نے روپیہ بہیجکر مکہ معظمہ مین ابتدا اُنہ ایک اور پہر چار مدرسے قائم کرائے -

صفحہ ۵۶ - مین ایک اور فہرست اُن مدارس کی دی ہے جو دولت چراکسہ و اتراک مین قائم ہوئے - اس فہرست مین دس مدرسون کے نام ہین علاوہ برین اس نقشہ مین دو خانے زائد ہین - ایک سنہ بنا کا اور ایک اسماے بعض مدرسین کا - اور آخر مین لکہہ دیا ہی کہ یہ مدرسے نہ تہے بلکہ یونیورسٹیان تہین -

صفحہ ۵۹ سے سلطنت عثمانیہ کے ترکی مدرسون کا ذکر شروع کیا ہے - اور اُن کی نہایت تعریف کی ہے کہ ان مدرسون نے پولیٹکل اصول سے سلطنت کے لیے عمدہ اور لائق عہدہ دار پیدا کرنا شروع کیے - اور قرینے سے معلوم ہوتا ہی کہ وہ طرز تعلیم جس سے اب یورپ نفع اُٹہا رہا ہے یہ خاص سلطنت عثمانیہ کا ایجاد ہی - کیونکہ مدرسین کو پنشن بہی ملتی تہی - اس باب مین کہ سلطنت اہل علم اور فضلا کی قدر کرے اور بادشاہ پر علما کا اثر ہو مولوی شبلی صاحب سلطنت ترک کو دنیا کی کل سلطنتون سے اول درجہ پر مانتے ہین - یہ بیان ۷۴ صفحہ تک چلا گیا ہے جنمین سے دو صفحون پر سلطنت عثمانیہ کے چالیس نامور اور مشہور کالجون کا نقشہ دیا ہے - اس نقشہ مین نام مقام بانی تنخواہ مدرسین اور کیفیت کے پانچ خانے ہین - تنخواہ کل مدرسون کی یومیہ کے حساب سے ہی - اور کم سے کم مبلغ یومیہ اور زیادہ سے زیادہ ۱۱۰ یومیہ ہے - شاید مدرسون کو اتنی تنخواہ کسی سلطنت نے نہ دی ہوگی

۷۵ صفحے مین مولوی شبلی صاحب نے اسپین اور ہندوستان کی طرف توجہ کی ہی اسپین کی نسبت باوجود اسکے کہ اُسکی علمی شہرت کو بغداد سے کم درجے پر نہین مانتے ہین مگر افسوس کے ساتہہ لکہتے ہین کہ وہان صرف مسجد دن کے صحن مین تعلیم ہوتی تہی علمی عمارتون سے پوری سرزمین خالی تہی - اور اس مضمون کو جس خوبصورتی سے

اُنہون نے ادا کیا ہے اُنہین کا حصہ تہا۔ مگر ہم مولوی شبلی صاحب کے اس دعوے کو ہرگز نہین تسلیم کر سکتے۔ اسپین کی اسلامی سلطنت نے بہت سے اسکول کہولے تہے خود اسپین کا نامی مورخ ڈاکٹر کانڈی عقبہ بن الحجاج کے بیان مین جو خلافت بنی امیہ کی طرف سے والی اسپین مقرر کر کے بہیجا گیا تہا لکہتا ہے کہ "اسنے اسپین کے مختلف شہرون مین تعلیم کے لیے مدرسہ قائم کرائے۔ اور بیت المال سے انکے مصارف مقرر کرا کے انکو مضبوط کر دیا" اس بیان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہان مدارس سے مسجدون کے صحن نہین مراد ہین بلکہ وہ عمارتین مراد ہین جو تعلیم کے لیے بنائی گئی ہون ہندوستان کی نسبت بہی یہی خیال ظاہر کرتے ہین مگر علمی حیثیت سے اسکو بہی بالکل گرا ہوا نہین تصور کرتے۔ بلکہ بڑے بڑے مشہور علماے نام پیش کرتے ہین جو واقعی ہندوستان ہی نہین اسلام کے لیے باعث فخر ہوئی ہین۔

۶۷۔ صفحے مین ایک اسلامی مدرسۂ جریہ کا ذکر ہے جسمین تین ہزار لڑکے تعلیم پاتے تہے

۶۸۔ صفحے مین مدرسون کا باب ختم ہو گیا ہے جسکے آخر مین سلرنو کے کالج کا ذکر ہے جو اہل اسلام کی برکت سے اٹلی مین قائم ہوا تہا۔

۶۹۔ صفحے مین مولوی صاحب نے تعلیم کا وہ دور شروع کیا ہے جسکی نسبت ہم نے اعتراضاً لکہا کہ مدرسون کے ذکر سے پہلے اور تفصیل کے ساتھ ہونا چاہیے تہا۔ اس بیان کو ایک جوش پیدا کرانے والے سین سے شروع کیا ہے جسمین اسلامی گذشتہ وقعت آنکہون سے نظر آتی ہے۔ اسمین وسعت تعلیم۔ طرز تعلیم۔ شرائط اعلی تعلیم۔ مجالس مناظرہ۔ اور آخر مین تنزل تعلیم کے اسباب۔ اور چند اور امور بیان کر کے اس شعر پر اپنے بیش بہا مضمون کو تمام کر دیا ہے۔

"گرفتم کز حریفان بیش یا کم میتوان گفتن ۔ "ز دست ما چہ آمد" آخر اینہم میتوان گفتن"

یہ مضمون اس قدر بڑہ گیا کہ اب ہمین زیادہ کہنے کی اور اپنی گذشتہ حالت پر افسوس کرنے کی جرأت نہین پڑتی۔ صرف اسیقدر عرض کر دینا کافی ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے اس کتاب کے ذریعے اپنا دیکہا ہوا ایک دلفریب خواب ہمین دکہلا دیا ہے۔ اور ہم اسدرجہ محو ہو رہے ہین کہ گہڑی گہڑی دبلہ مین آ آ کر چاہتے ہین کہ یہ خواب اپنی قوم پہر کو دکہادین۔ جسے دیکہنا ہو دفتر پیام یار لکہنؤ چوک مین بہیجدے۔ اور اگر جلد کتاب منگوانا ہو تو ۱۲ آنہ یا ویلیو پے ایبل طلب ہو۔

دار الخلافت بغداد

اِس تاریخی شہر کی رونق اور شان وشوکت تو ہم دکھا چکے اب یہ بتانا چاہتے ہین کہ کیا ہوا جو اسپر اتنی بڑی تباہی آگئی کہ یا تو وہ ترقی تھی اور یا یہ حال ہے کہ آج کوئی بغداد مین جاکے دیکھے تو کچھ نہین۔

افسوس اسکا حال بیان کرنیکے لیے دل بھی نہایت سخت چاہیے۔ اپنے ادبار کی صورت کسی سے نہین دیکھی جاتی۔ مگر زمانہ اب چارون طرف سے ہمین زوال ادبار کی صورتین دکھا رہا ہی تو ہم کیون خاموش رہین۔ جہان وہ دل خوش کن کہانی سنی وہان یہ جگر خراش داستان غم بھی سُننا چاہیے۔ لیکن ہم سچ کہتے ہین کہ کلیجے پر بہت بڑا پتھر رکھ لیا ہی تب یہ اپنی بدقسمتی کی تصویر دکھانے کی جرأت پڑی ہے۔

واقعی اسلام نے بغداد کی رونق بازار مین جسقدر سرگرمی دکھائی اوسیقدر محبت بغداد کو اسلام کے ساتھ ہو گئی تھی۔ دولت عباسیہ کے بانیون نے اپنی سلطنت کے لیے اگرچہ بہت گہری نیو ڈالی تھی اور یہی سبب تھا کہ تقریباً چھ سو برس تک یہ سلطنت قائم رہی مگر زمانے نے اپنے معمول کے موافق رفتہ رفتہ اسمین زوال کے اسباب پیدا کرنا شروع کر دیے۔ جو جو زمانہ گذرتا گیا وہ دولت عباسیہ کے ارکان ضعیف ہوتے گئے۔ نسل عباس مین عشرت پسندی بڑہتی گئی اور وہ اصول جانشینان خلافت کے دماغ سے نکلتے گئے جو عموماً اپنی حفاظت کے لیے ضروری ہوا کرتے ہین۔ قطع نظر اسکے زمانے نے انھین یہ بڑا دہوکا دیا کہ تمام دنیاے اسلام مین اُنکی تعظیم ایک مذہبی جزو سمجھ لیگئی جس کسی کو بادشاہی یا امیر الامرائی کا خطاب لینا ہوتا تھا گو بہادری اور عقلمندی مین وہ کتنا ہی سر برآوردہ وناموَر ہو مجبوراً واعتقاداً دولت عباسیہ کے آگے سر جھکا دیا کرتا تہا۔ آخر ہر ملک نے اپنے لیے ایک نیا حاکم پسند کر لیا۔ اور دار الخلافت کے ماتحت صرف

صوبۂ عراق رہگیا۔ مگر کسی کا بادشاہ بنانا صرف خلفاے عباسیہ کے اختیار مین تھا۔ تاجدار عباس بالکل پچھلا شاہنشاہ دہلی تھا۔ جو برائے نام ہندوستان کا شہنشاہ مانا جاتا تھا اور اصل مین تھوڑی سی گرد و نواح کی زمین کا مالک تھا۔ باوجود اس ضعف سلطنت کے یہ خاندان عرب کی گذشتہ فتحمندیون اور علم نبوت کی ترقیون کا یادگار رہتا تھا۔ بغداد نے عرب کا پورا ساتھ دیا۔ اور اسکے تباہ ہوتے ہی گویا عرب کے ہاتھ سے سلطنت نکل گئی اسلام کو جو تعلق عرب سے ہو اوسکا حال ہر شخص پر روشن ہے چونکہ زوال بغداد سے عرب برباد اور درپردہ خود اسلام پر تباہی آنیوالی تھی اسلیے خدا نے بھی تباہی بغداد سے ایک سال پیشتر عجیب غریب آثار اوبار ظاہر کر دیے۔ ہمارے جدید تعلیم یافتہ دوست شاید اُن اُمور کو سنکے ہنسین گے مگر اونہین یہ دریافت کر کے تعجب معلوم ہوگا کہ یہ تمام معاملات خاص ایک مشہور و معروف اور مستند انگریزی مورخ کی تحریر سے نقل کیے جاتے ہین۔ وہ لکھتا ہے کہ "بہت سے اس قسم کے آثار ایک مدت تک اون مقدس شہرون مین نمایان ہوا کیے جنکو حضرت رسولؐ کے قیام کی عزت حاصل تہی۔ کامل ایک مہینے تک کوہ اُحد کی جانب ایک عجیب قسم کا شعلہ آسمان پر چمکا کیا۔ جسکی مہیب روشنی سے تمام میدان چمکا کرتے تھے۔ مدینۂ منورہ مین ایک ایسا زلزلہ آیا کہ سارا شہر ہل گیا۔ اور ایک ہفتہ سے دوشنبے تک ہر وقت شب و روز زمین سے ایک ایسی ہیبت ناک آواز نکلا کی کہ عموماً لوگ خوف زدہ ہوگئے۔ وادی سعدی بیچ سے ترق گئی اور اوسمین سے شعلے نکلنا شروع ہوئے۔ اون شعلون سے انگارے اور پتھر چیخ چیخ کے چارون طرف گرتے تھے۔ اور اونمین ایسی تیز روشنی تھی کہ مدینے کے مکان اسقدر روشن ہوگئے کہ گویا بہت سے چراغ روشن ہین۔ اور یہ روشنی مکہ سے بھی نظر آتی تہی۔ اس روشنی سے لوگ اسقدر خوف زدہ ہوے کہ غلام آزاد کرنا شروع کیے خدا کی راہ مین خیرات دینے لگے اور روضۂ مقدس کے گرد جمع ہوکر دعاے مغفرت کرنے لگے۔ اسی سال قحط نے ملک شام کو تباہ کر دیا۔ ملک عراق مین ایسا سیلاب آیا کہ پچاس روز تک پانی نے اترنے کا نام نہ لیا۔ خود بغداد اس سیلاب مین اسقدر ڈوب گیا تھا کہ اکثر دو منزلے مکان بھی پانی مین ڈوبے ہوے تھے۔ اور آدہا ملک عراق قابل زراعت نہ رہا۔ غرض قدرت نے انسان کے خوفناک ہونیکے پورے اسباب مہیا کر دیے تھے اور واقعی یہ ایک بہت بڑی مصیبت کے مقدمہ تھے"۔

مگر کتنی بڑی حیرت کی بات ہی کہ اہل بغداد باوجود ان سب آثار کے دیکھنے کے اپنی
حفاظت کا سامان کرنا درکنار باہمی مخالفتون اور عداوتون مین پڑے ہوئے تھے۔
غور سے دیکھیے تو خود خلیفہ مستعصم باللہ پچھلا جانشین نسل عباس خود اپنی تباہی بربادی
بغداد کا بانی ہوا۔ اونھین دنون اسماعیلیہ خاندان کی سلطنت ملک ایران مین قائم تھی
اون لوگون کی جرأت و سپہگری کو زمانہ مانے ہوے تھا۔ اور چونکہ اس جدید سلطنت
نے خلافت بغداد مین فرق ڈالدیا تھا اسوجہ سے خلفائے بغداد و شاہان اسماعیلیہ
مین عداوت تھی۔ علاوہ برین یہ لوگ عظمت بغداد کے چندان معتقد بھی نہ تھے
بس اسی عداوت کی بنا پر خلیفہ مستعصم باللہ نے مغلون کے بادشاہ کو ایک خط لکھا
کہ ملک ایران پر حملہ کر کے شاہان اسماعیلیہ کو تباہ کر دے۔
مغلون کے دل نئے اور تازہ جوش سے بھرے ہوے تھے۔ اور گویا فتحمندی کا مزہ بھی
اونھین جدید حاصل ہوا تھا۔ یہ اونسے اشارہ اُنکے لیے کافی ہو گیا۔ مغلونکی فتوحات کا بانی
چنگیز خان تھا۔ جسنے اپنی وسیع قوم کو صحرا نشینی اور وحشت کے مقام سے نکال کے ایک
عالمگیر سلطنت کے تخت پر بٹھادیا۔ شمالی حصہ چین بخارا و خوارزم وغیرہ کو اپنے ہی زمانے مین
بڑی بڑی معرکہ آرائیاں لڑ کے فتح کر چکا تھا۔ اور اس مرتبہ دولت کو اپنی زندگی ہی مین پہونچگیا تھا
کہ اوسکے محل مین پانسو پری جمال لونڈیان تھین چنگیز خان کے بعد اوسکا اقتائی خان تخت
پر بیٹھا اقتائی خان کے بعد غایوک خان بادشاہ ہوا اور غایوک خان کی جگہ منغو خان اوسکا
بھتیجا اور بانی اور چنگیز خان کا پوتا حکمران ہوا۔ مستعصم باللہ نے یہ خط و کتابت منغو خان
سے کی تھی۔ یہان کس بات کی دیر تھی۔ منغو خان نے فوراً ایک فوج مرتب کی اور
اپنے حقیقی بھائی ہلاکو خان کو سپہ سالار مقرر کیا۔ جب ہلاکو خان چلنے لگا تو منغو خان نے
کہا۔ ایک بیشمار اور طاقت ور فوج کے ساتھ مین تجھے توران سے ایران پر بھیجتا ہون
جہان بڑے بڑے بادشاہ ہو چکے ہین۔ تیرا فرض ہی کہ ہر ادنی و اعلیٰ معاملہ مین چنگیز خانی
آئین و رسوم کی پابندی کرے۔ اور دریاے عمان سے دریاے نیل تک تمام ملکون پر
قبضہ کر لے۔ جو لوگ تیری موافقت کرین اونکو ساتھ رکھ اور جو نافرمانی کرین اونکو مع زن
و بچہ کے خاک مین ملا دے۔ اسماعیلیہ سلطنت فتح کر کے ملک عراق کے فتح کرنیکا ارادہ کر خلیفہ
بغداد اگر تیری اطاعت کرے تو خیر ورنہ اوسکے ساتھ بھی اوسی سلوک سے پیش آ جو

اوروں کے ساتھ کرے گا۔"

جمادی الثانی ۶۵۴ھ میں کبتوغا نائیاں ایک نامور ترکی افسر نے ہلاکو خان کے مقدمۃ الجیش کے طور پر دُبار سنغو خان کو چھوڑا۔ اسی سال مین وہ دریاے عمان سے اُتر گیا اور چند ہی روز مین سلطنت اسماعیلیہ کا خاتمہ ہو گیا۔ قریب قریب اسماعیلیہ خاندان کے کل لوگ قتل کرڈالے گئے۔ حتے کہ کوئی شیرخوار بچا بھی نہ بچا جو اپنی مان کے سینے سے لپٹا رہ گیا ہو۔ غرض تلوار نے میدان ایسا صاف کر دیا کہ اضلاع کوہستان یعنی مغلون کی قیام گاہ اور بغداد کے درمیان مین کوئی روکنے والی چیز باقی نہ رہی۔

بغداد کے لوگ اوس زمانہ مین دو فرقون پر منقسم تھے۔ شیعہ اور سُنّی مستعصم باللہ کا وزیر مؤید ابن علقمی شیعہ تھا۔ اور مؤید کی وزارت نے شہر بغداد مین اہل شیعہ کا زور سابق کے بہ نسبت زیادہ بڑھا دیا تھا۔ دوسری طرف سنیو نکا گروہ مجاہد الدین ایبک تھا۔ مجاہد الدین خلیفہ کا سکرٹری بغداد مین ایک بڑا موثر شخص تھا۔ سب سے زیادہ یہ کہ مجاہد الدین کی نوجوانی نے اوسکے جوش مذہبی کو اور اُبھار دیا تھا۔ ان دونون کی مخالفتین روز بروز دونون گروہونکو اشتعال دلاتی گئین۔ اور آخر یہ ہوا کہ بغداد کی سڑکون پر روز شیعہ اور سنیون مین تلوار چلتی رہتی تھی۔ ان مذہبی معصیتاً خانہ جنگیون نے یہانتک ترقی کی کہ فتنہ و فساد کا بازار گرم ہو گیا۔ اور عام طور پر شہر مین بدعملی رہنے لگی۔ آخر مجاہد الدین ایبک نے خلیفہ پر واجب ثابت کیا کہ جسطرح ہو سکے اہل شیعہ کو دبائے ان لوگون کا سر اوٹھانا خلافت کے حق مین نہایت مضر ہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ وزیر مؤید الدین نے خلافت کی مخالفت پر کمر باندھی اور مجاہد الدین کی عداوت کا بدلہ خود خلیفہ کی جان سے لینا چاہا۔ یہ شیعہ اور سُنّی ہی کی مخالفت تھی جس نے خلافت بغداد کا تباہ کرنا کیسا دین اسلام کو عموماً دنیا مین ضعیف کر دیا۔

ہم یہ نہین کہتے کہ خلیفہ مستعصم باللہ کوئی اچھا شخص تھا عیش و عشرت نے اُسے بالکل بیکار کر دیا تھا۔ وہ ہرگز تخت کے قابل نہ تھا۔ ہر وقت سات سو نازنین و مہ جبین عورتون اور ایک ہزار خواجہ سراؤن کے جھرمٹ مین رہتا تھا۔ سال بھر مین صرف ایکبار اپنے محل سے باہر نکل کے دنیا کی صورت دیکھتا تھا۔ شہر بغداد کی سڑکون جو ہنگامہ بپا رہا کرتا تھا اوسکی آواز اوسکے کانون تک بھی نہین

پہنچتی تھی۔ اور اگر پہونچتی تھی تو ایک خواب پریشان سمجھ کے وہ بھلا دیا کرتا تھا۔ مگر پھر بھی ایک باجاہ وجلال اسلامی قدیم سلطنت کی یادگار تھا۔ گو ملک رانی کی صلاحیت اوس مین نہ تھی مگر سچ پوچھیے تو زوال ملک کا اصل سبب وہ نہین ہوا۔

بلکہ مسلمانون کا باہمی نفاق باعث زوال دولت عرب ہوا۔ یہ صرف ہماری ہی شامت اعمال تھی۔ اور افسوس تو یہ کہ باوجود اتنے نقصانون کے ہم اپنی قدیمی عادات پر باقی ہین۔ ہم تباہ ہوگئے اور ہوتے جاتے ہین اور دیکھیے یہ تباہی کہان پہونچاتی ہے۔ یہ عبرتناک تماشے اوپر ہمین چھ سو برس سے دکھا رہا ہے اور ہم نہین دیکھتے۔ ہمارے شیعہ اور سنی آج بھی اوسی سرگرمی سے ایک دوسرے کا مقابلہ کرنیکو موجود ہین۔ ایخدا تو انہین ہدایت دے کہ اب بھی سنبھلین الغرض مستعین باللہ نے اپنے مذہبی جوش سے کام لیکے مجاہد الدین ایبک کو خلعت اور ایک فرمان جاری کیا کہ مجاہد الدین سلطنت کا خیرخواہ اور فرمان بردار خادم ہے۔ اور جو کوئی اوسکے خلاف ہو جھوٹا ہے۔ آیندہ سے ہمارے نام کے بعد خطبون مین اوسکا بھی نام شامل کیا جائے ؎ اس کارروائی سے وزیر مؤید کی آتش غضب اور بھڑک اوٹھی۔ اوس نے وہ تدبیر کرنا چاہی کہ تمام بغداد تباہ ہوجائے اور مغلون کی تلوار کل زن ومرد کا فیصلہ کردے۔ وزیر مؤید خفیہ طور پر جاکر ہلاکو خان سے ملا۔ اوسکو رائے دی کہ بلا تامل بغداد پر حملہ کردے۔ اسکی علاوہ اور بھی بہت سے عہد وپیمان کیے۔ وعدہ کرلیا کہ بغداد پر بے کھٹکے آپ کا قبضہ ہوجائیگا۔ مؤید ہلاکو کو سمجھا بجھاکے واپس آیا اور خلیفہ کے دربار مین حاضر ہوکر نہایت خیرخواہی کے لہجے مین اوسے مشورہ دیا کہ یہ فوج ضرورت سے زیادہ ہے۔ اسمین بہت سی چاہیے کہ چھڑا دیجائے۔ بیکار بہت سا روپیہ تلف ہوتا ہے اور کچھ حاصل نہین۔ خزانے مین اس تدبیر سے بچت ہوگی اور سلطنت فائدے مین رہے گی۔ اور حضور آپ تو جانشین رسول صلعم ہین۔ خدا آپ کا مددگار ہے آپ کو ان لوگونکی کیا ضرورت ہے تمام فاتحان ایشیا ہمیشہ علم خلافت اسلام کے آگے سر جھکا دیا کیے ہین۔ محمود غزنوی اور طغرل بیگ سلجوقی کی طرح ہلاکو خان بھی حضور کے آگے سر اطاعت جھکا دیگا۔ اس مشورے پر خلیفہ عمل کرچکا تھا کہ ہلاکو خان کا ایک خط دار الخلافت مین آیا۔ اس خط کا مضمون یہ تھا:۔

دمغلونکی فوج نے اس ملک کے لوگون کو جو سنہ آئین تھی ہی مین اونکا حال آپکو عام طور پر معلوم ہو چکا ہوگا۔ مشرقی خوانین اور بادشاہ جس عمدگی سے تباہ اور مغلوب کیے گئے اوسکی نسبت ہمین خدا کا شکر ادا کرنا چاہیے۔ ان مقامات مین آجتک جس بادشاہ نے اپنی سلطنت قائم کی اوسپر بغداد کے پھاٹک بند نہین رہے چونکہ ہمنے بھی بہت سی فتوحات حاصل کی ہین لہذا کوئی وجہ نہین کہ اس شہر کے پھاٹک ہم پر بند رہین۔ تمھارے پاس جو کچھ مال و دولت ہے ہمارے حوالے کر دو ورنہ غضبناک ہو کے مین اپنی فوج بغداد پر روانہ کرونگا اور تمھارے ملک بھر مین ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑونگا۔ تمھارے شہر۔ تمھاری اراضی۔ تمھارے صوبے۔ سب مین آگ کے شعلے بھڑک رہے ہونگے "

خلیفہ بغداد نے اس خط کا نہایت سخت جواب دیا۔ ابتداءً تو ہلاکو خان کو اس امر پر بہت کچھ لعنت ملامت کی کہ وہ اپنے تئین بہت بڑا فاتح تصور کرتا ہی حالانکہ ونکو ابھی بہت مختصر زمانہ کامیابی کا نصیب ہوا ہی۔ اسکے بعد لکھا شاید ہلاکو خان کو نہین معلوم ہی کہ مشرق سے مغرب تک تمام مومنین خاندان خلافت کی غلامی اپنا فخر سمجھتے ہین۔ اور سب کے سب بات کہنے مین بڑی طاقت ور فوجون کے ساتھ شہر بغداد کے گرد جمع ہو جائینگے۔ وہ لوگ فاتح ایران کو تباہ کر کے توران مین گھسین گے اور اون نوخیز لوگون کو کاٹ کے ڈال دینگے جنھون نے وہانکی سلطنتون پر قبضہ کر لیا ہی۔ مگر باوجود ان باتونکے ہمکو خونریزی سے نفرت ہی۔ اگر ہلاکو خان خراسان کی سرحد سے واپس جائیگا تو ہم معاف کرینگے۔ یہ جواب پاکے ہلاکو خان نہایت غضبناک ہوا اور خلیفہ مستعصم کو لکھ بھیجا کہ " مین بیشمار فوج لیکر نہایت عجلت کے ساتھ بغداد پر آتا ہون اور تمکو سوا سخت لڑائی کے کسی بات مین مفر نہین ہے " یہ خبر پہونچتے ہی بغداد مین تہلکہ پڑ گیا مگر خلیفہ کو اپنی روحانی قوت اور خدا کی مدد پر پورا بھروسا تھا۔ اوسنے ہلاکو خان کے ایلچی کو بہت کچھ دھمکایا کہ نسل عباس کی عداوت مین جو کوشش کریگا اوسپر خدا کا غضب نازل ہوگا ادھر ہلاکو خان نے دو سرداروں کو تھوڑی تھوڑی فوج کے ساتھ بغداد کے داہنے اور بائین جانب روانہ کیا اور خود باقی فوج کو ہمراہ لیکے کرمان شاہ اور حلوان کے راستے سے روانہ ہوا۔ وہیاور بیونج کے خلیفہ کا اور ایک ایلچی ملا جسکے ذریعہ سے درخواست کی گئی تھی کہ اگر وہ اپنے ارادے سے باز آئے تو

خلافت کیطرف سے کچھہ سالانہ خراج دیا جایا کریگا۔ مگر اوسنے نامنظور کیا۔

۹- محرم ۶۵۶ھ کو ہلاکو خان کی روانہ کی ہوئی دونون فوجین دونون جانب سے بغداد پر پہونچین اور بغداد کی فوج سے ایک لڑائی ہوئی مگر چند ہی ساعت مین بغداد والے بھاگ کے شہر مین چھپ رہے۔ دوسرے روز عاشورے کے دن ہلاکو خان مع اپنے ہمراہیون کے پہونچا اور دوسری لڑائی ہوئی۔ مسلمان فوج نے ہر طرف سے شکست کھائی اور آخر اس روز بھی بغداد مین جا کے پناہ لی۔

۱۱- محرم کو مغلون کی تینون فوجون نے تین طرف سے شہر بغداد پر حملہ کیا۔ یہان سے کچھہ فاصلے پر آثار بابل کے قریب حلہ مین سادات رہا کرتے تھے۔ اونمین کے تین نامور شخص ان دنون اونکے سرگروہ اور مقتدا تھے۔ اون تینون نے عین اسوقت ہلاکو خان کے پاس پیغام بھیجا کہ ہم لوگ بخوشی آپکی اطاعت قبول کرتے ہین اور نہایت دردمندی سے لکھے مین اون مصائب کو ظاہر کیا جو صدہا سال سے برابر خاندان عباس کے ہاتھون اونہین نصیب ہوتی رہین۔ اسکے بعد لکھا کہ ہمین آپکی فتح کی امید ہے کیونکہ اسد اللہ الغالب حضرت علی ابن ابیطالب رضی اللہ عنہ کے فرمانے کے بموجب ہمین معلوم ہے کہ بغداد کی تباہی کا زمانہ آگیا۔ ہلاکو خان پیشین گوئی سُنکے نہایت خوش ہوا اور ایک مختصر فوج روانہ کی کہ حلہ پر جا کے قبضہ کرے اور اون لوگونکو غدر و قتل کی آفتون سے محفوظ رکھے۔ مغلون نے اب شہر بغداد کا ایسا شدید محاصرہ کیا کہ بغداد والے نہ اوسکو دفع کر سکتے تھے اور نہ اوسکی متحمل ہو سکتے تھے۔ آگ اور پتھر برسانے والی کلین چارون طرف نصب کر دی گئین۔ ہلاکو خان بہت سے چینی کاریگر اپنے ہمراہ لایا تھا جنکو آتش باری کے سامان درست کرنے مین کمال حاصل تھا۔ اونہون نے ان کلون کو مناسب موقعون پر لگا دیا۔ اور شہر پر آتش باری ہونے لگی۔ چھہ دن تک علی التواتر شہر پناہ توڑی گئی اور شہر کے مختلف مقامون مین آگ لگا دی گئی۔ مغلونکی جانب سے اس امر مین بڑی کوششین ہوئین کہ بغداد کے لوگو مین مخالفت اور نفاق پیدا ہو۔ تمام شہر مین مشہور کر دیا گیا کہ جو لوگ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسل سے ہین اونکے لیے کوئی خوف کا مقام نہین ہے۔ وہ پورے طور پر امن و امان مین رہینگے۔

جمعہ کے روز ۲۰ محرم کو برج فارس جو بغداد کی مشہور عمارتون مین تھا مسمار کر دیا گیا اور اوسکے بعد دوسرے دوشنبہ کو مغلون نے ہر طرف سے فصیل شہر پر یورش کی۔ اور اوسی اثنا مین بغداد والون نے مشرقی جانب جو مورچہ بندی کی تھی اوسپر بھی مغلون نے حملہ کرکے شکست دیدی۔ اسکے بعد مغلون نے کشتیان جمع کرکے دریا پر پل باندہا۔ اور مدائن اور بصری کی سڑکون پر دس ہزار آدمی معین کر دیے کہ بغداد والون مین سے جو کوئی ادہر جانیکا قصد کرے اوسکو گرفتار کر لین۔ اب اسوقت ہلاکو خان کے پاس خلیفۂ بغداد کی طرف سے قاصد پر قاصد چلے آتے تھے کہ ان ظلمون سے باز آئے مگر بالکل سماعت نہوی۔ آخر خلیفہ نے اپنے بڑے بیٹے اور ولیعہد کو بھیجا جسپر ہلاکو خان نے اتنی آمادگی ظاہر کی کہ اپنے افسرونکو شرائط صلح قائم کرنیکے لیے روانہ کیا۔ کچھہ عرصے تک فوجی اور حملہ آوری کی کارروائیان رکی رہین۔ مگر بغداد کی قسمت مین تباہ ہی ہونا تھا۔ عہدنامہ ہنوز مکمل نہونے پایا تھا کہ ہلاکو خان پر ایک تیر ایسا پڑا کہ وہ زخمی ہوگیا۔ یہ زخم کھاتے ہی اوسنے دلمین ٹھان لی کہ اپنی تکلیف کے انتقام مین تمام شہر کو خاک مین ملا دونگا۔ وہین یہ تدبیر ٹھہرا کے ایک مسلمان شخص کو بغداد کے صدر پھاٹک پر بھیجا اور اوسکی طرف سے منادی کرا دی کہ جو کوئی ہلاکو خان کی پناہ مانگیگا اور اپنے تئین سپرد کر دیگا اوسکو پناہ دیجائیگی۔ اس خبر کا مشہور ہونا تھا کہ چارون طرف سے ہزارہا آدمی آتے تھے اور اپنے تئین اوس مسلمان شخص کے سپرد کر دیتے تھے۔ یہ سب لوگ دس گروہون پر تقسیم کیے گیے اور سبکے سب مغل سپاہیون کے ہاتھ سے کاٹ ڈالے گئے۔ خلیفہ مستعصم باللہ کا سک بڑی مجاہد الدین ایبک یعنی وہی سنیون کا سرگروہ اور سلیمان شاہ سپہ سالار دولت عباسیہ اور اوسکے سات سو عزیز و اقارب کا شمار بھی انہین مقتولون مین تھا۔ خلیفہ نے سب طرف سے مایوس ہوکے اپنے بدخواہ وزیر ابن علقمی کی طرف رجوع کیا اور پوچھا "اب تمہاری کیا رائے ہی۔ اسوقت مین کیا کرون؟" ابن علقمی نے نہایت بیمروتی اور بیرحمی کی آواز مین جواب دیا "اب کچھہ نہین ہوسکتا۔ تلوار تیزی سے چلنے لگی۔ اور قتل و خون کی ہوا چل رہی ہی۔" آخرکار جب خلیفہ سے اپنی جان بچانے کی کوئی تدبیر نہ بن پڑی اور بالکل مایوس ہوگیا تو قصد کیا کہ اپنے تئین مغل فاتحون کے ہاتھ مین دیدے۔ ۴ صفر ۶۵۶ھ ہجری کو خلیفہ مستعصم نے اپنے بھائی اور دو بیٹون اور تین سو خواص شہر کے

ساتھ جنمین سادات قاضی خطیب اور بہت سے مقربین خلافت شامل تھے محصور شہر بغداد سے نکلکر اپنے تئین ہلاکو خان کی پناہ مین دیدیا۔ ہلاکو خان بظاہر اسباب خلق ورحم سے پیش آیا اور درخواست کی کہ آپ شہر کے تمام مسلح آدمیون کو حکم دیدیجیے کہ ہتیار ڈالدین اور شہر پناہ کے پھاٹکون کے سامنے جمع ہو جائین تاکہ عام طور پر اونکا شمار کر لیا جائے۔ خلیفہ نے فوراً یہ حکم دیدیا۔ اور شہر والون نے تعمیل کی۔ جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ مسلمان سپاہی جوق جوق مغلی کیمپ مین آتے تھے اور قتل ہوتے تھے۔ اب شہر بالکل غیر محفوظ رہگیا اور اوسوقت کوئی بھی بغداد کا حامی نہین نظر آتا تھا۔ اور مغل لوگ بے روک ٹوک خونریزی کرکے اپنے حوصلے پورے کرنے لگے۔ چونکہ شہر چارون طرف سے محصور کر لیا گیا تھا لہذا کسی مین یہ بھی مجال نہ تھی کہ بھاگ سکے۔ ہلاکو خان کے حکم سے شہر پناہ کے نیچے والی کھائیان پاٹ دی گئین اور دیوار شہر منہدم کر دی گئی۔

۶ صفر روز شنبہ سے قتل عام کا بازار گرم ہوا۔ شہر تدریجاً شعلون سے جل جل کے خاک مین مل گیا۔ سڑکون پر خون کی ندیان بہنے لگین علما و فضلا کے اور شاہی کتب خانون کے یا تو آگ بھڑک رہی تھی اور یا اونکی کتابین دریائے دجلہ مین بہ رہی تھین۔ فارسی اور چینی سونے کے سامان۔ عربی گھوڑے۔ مصری خچر۔ یونانی اور حبشی پریوش لونڈیان اور غلام سونا اور چاندی اور جواہرات اس افراط سے مغلون کے ہاتھ لگے کہ کبھی بیشتر اونکا کوئی افسر بھی اسقدر متمول نہ تھا جسقدر اب اونکا ہر ادنے سپاہی دولتمند نظر آتا تھا۔ بغداد کی چھ سو برس کی جمع کی ہوئی دولت جسکے سامنے رومی ہمیشہ دست بستہ کھڑے رہے اور جو یونانی خزانون سے کھود کھود کے فراہم کی گئی تھی اوسکو ان ظالم اور وحشی ترکون نے جس سنگدلی سے لوٹا ہے اوسکو مورخین ہمیشہ حسرت و افسوس کے ساتھ یاد کرتے رہین گے۔

اب خلیفہ مستعصم اور اوسکے شاہزادون کی امور کے تصفیہ کرنے کے لیے ایک خیمہ نصب کیا گیا۔ گو دو روز تک برابر شب و روز قتل و غارت کا بازار گرم رہا مگر دولت عباسیہ نے اتنا سامان نہین فراہم کیا تھا کہ دو روز کے لوٹنے مین لٹ سکتا۔

۹ صفر کو ہلاکو خان شہر بغداد مین داخل ہوا اپنی فوج کے ہزار ہا عماید کی ایک عظیم الشان دعوت کی اور خلیفۂ بغداد ان سب لوگون کے سامنے حاضر کیا گیا۔ ہلاکو خان نے

تمسخر کے لہجے مین خلیفہ سے کہا، کیا تمہی ہو جنکو ہمارا استقبال کرنا چاہیے کیونکہ ہم تمھارے مہمان ہین۔ آؤ اور بتاؤ کہ کون کون عمدہ چیزین ہمین دینے کے لئے تمنے رکھ چھوڑی تھین،، خلیفہ نے اپنے خزانے کے قفل توڑے اور دو ہزار جوڑے مرصع کپڑون کے۔ دس ہزار اشرفیان۔ بیشمار جواہرات۔ نکال کے حوالے کیا۔ ہلاکو خان نے ان چیزون کو ذلت کے ساتھ اپنے افسرون کے سامنے پھینک دیا اور بدنصیب خلیفہ بغداد کیطرف دیکھکر کہنے لگا،، یہ تو وہ چیزین ہین جنکو کوئی ڈھونڈتا تو یون بھی پا جاتا اور بغیر تمہین خبر کیے چرا بھی سکتا تھا۔ وہ خزانے کہان ہین جنکو چھپا رکھا ہی،، خلیفہ کے حکم سے لوگون نے محل شاہی کے نیچے کھودنا شروع کیا۔ کھودتے کھودتے ایک بہت بڑا خزانہ نکلا۔ جسمین بے انتہا سونا بھرا ہوا تھا۔ ہلاکو خان نے اسمین سے تھوڑا سا سونا ایک پلیٹ مین بھر کے مستعصم کے سامنے اسطرح رکھدیا جسطرح کوئی کھانیکی چیز رکھدی جاے مستعصم حیرت سے ہلاکو خان کا مُنہ دیکھنے لگا کہ یہ کوئی کھانیکی چیز نہین ہی۔ جسپر ہلاکو خان نے جواب دیا پھر تمنے اسے کسواسطے رکھ چھوڑا تھا۔ یا اپنی فوج کو دیا ہوتا کہ تمہاری حفاظت کرتی یا مجھے بھیج دیا ہوتا کہ مین بغیر لڑائی کے پلٹ جاتا۔

دوسری شب کو ہلاکو خان شہر سے نکلا اور اپنے لشکرگاہ مین گیا۔ مورخین کا بیان ہی کہ اتنی دولت ہلاکو خان کے ہاتھ لگی کہ اوسکے خیمے کے گرد تمام سامان دولت کا ڈھیر ہوتے ہوتے پہاڑ سا لگ گیا۔

اب شہر تباہ کیا جانے لگا بہت بڑے بڑے گنبد۔ مینار۔ محل۔ برج۔ زمین پر مسمار کر کے گرا دیے گئے اور آگ لگا دی گئی۔ خاص خلیفہ کا محل اور موسی جواد کی مسجد اور تمام وہ عمارتین کہ نامورانِ اسلام کی یادگار تھین یا مختصر الفاظ مین یون کہا جاوے کہ شہر کی کل عمدہ عمارتین خاک مین ملا دین گئین مکانون کے منہدم ہوجانے سے سڑکین ایسی رہ گئین کہ اونہین کوئی پہچان نہین سکتا تھا کل باشندگان شہر قتل کروائے گئے سوا چند گھسیارون اور گائے بھینس والون کے کوئی نہ بھاگ سکا قتل خون کا کام اِس شدت سے سرانجام دیا گیا کہ مورخین بیان کرتے ہین جسطرح سے حضرت موسیٰؑ کے وقت مین دریاے نیل خون آلودہ ہوکے سُرخ بہنے لگا تھا یہان

دریاے دجلہ کا پانی سُرخ ہوگیا تھا۔ بے کفن لاشون کے پھولنے اور سڑنے سے اسدرجہ تعفن پیدا ہوی اور آب و ہوا ایسی خراب ہوی کہ خود ہلاکو خان بھی متحمل نہ ہوسکا مجبوراً اوسنے بھی شہر کے قرب وجوار کو چھوڑدیا اور وقف اور جلابیا دو چھوٹے سے گاوٗن مین جاکر فروکش ہوا۔

۱۴ صفر ۶۵۶؁ ہجری مین خلیفہ مُستعصم باللہ اوسکے بیٹے اور پانچ خواجہ سرا جنھون نے کبھی زندگی مین گھڑی بھر کے لیے بھی اپنے بادشاہ کا ساتھ نہین چھوڑا تھا سب قتل کیے گیے۔ اوسکی صبح کو تمام وہ لوگ جو مستعصم کے ساتھ نکلکے آئے تھے اور اپنے تئین مغلون کے سپرد کردیا تھا جنمین بہت بڑے بڑے سید خطیب۔ قاضی اور آئمۂ اسلام شامل تھے شہر قلوارہ کے پھاٹک پر اونکے ساتھ بھی وہی سلوک کیا گیا جو یادگار دولت عباسیہ کے ساتھ کیا گیا تھا۔ انکے قتل کرنیمیز بالکل رحم سے کنارہ کرلیا گیا اور اونکے قتل ہوتے ہی حکم دیدیا گیا کہ خاندان عباسیہ مین جو کوئی ہو قتل کرڈالا جاے شاید کوئی بچ سکا ہو ورنہ ہلاکو خان کی تلوار نے حضرت عباس ابن عبدالمطلب کی نسل کا ۶۵۶؁ ہجری مین خاتمہ کردیا۔

تباہی بغداد کے متعلق ہمنے جو کچھ بیان کیا اسکو دیکھکر غالباً لوگون کے رونگٹے کھڑے ہوگئے ہونگے۔ اور عموماً ہمارے ناظرین کے دل ہل گئے ہونگے۔ مگر ہم یقین دلاتے ہین کہ اسلام پر ایسی بہت سی مصیبتین گذر گئی ہین۔ اگر اصل پوچھیے تو اس تباہی اور ایسی ہی بہت سی اور تباہیون کا۔ اصلی سبب صرف ہمارا باہمی نفاق اور سنیون اور شیعون کے تعصبات ہوئے ہین۔ خدا جانے کیسی کیسی دولتین اور کون کون شہر ہم دونون نے آپسمین لڑلڑکے ہاتھ سے کھودیے۔ یہ ہماری ہی شامت اعمال کا نتیجہ ہے جسکو اسلام اب بھگت رہا ہے۔ لوگ کہتے ہین کہ ع آدمی سیکتا ہے کچھہ کھوکے * مگر ہم دونو ہمیشہ لڑے ہمیشہ کچھہ نہ کچھہ اپنے ہاتھ سے کھویا اور آخر سب کھودیا مگر آجتک اتفاق کا ایک سبق بھی نہ سیکھ سکے۔ نہ سمجھے ہین نہ امید ہے کہ سمجھین گے۔ اب خدا ہم دونون کو چشم بینا دے کہ دیکھین اور سمجھین۔

قوم بنتی ہی اپنی ہمت سے

سہے جب تک ارکانِ اسلام برپا ملین اہل دین کار ہا سید ھا سیدھا
رہا میل سے شہد صافی مصفا رہی کھوٹ سے سیم خالص مبرا
نہ تھا کوئی اسلام کا مرد میدان
علم ایک تھا شش جہت مین دُر افشان

پہ گدلا ہوا جب کہ چشمہ صفا کا گیا چھوٹ سر رشتہ دین ہدیٰ کا
رہا سر پہ باقی نہ سایا ہُما کا تو پورا ہوا عہد جو تھا خدا کا
کہ ہمنے بگاڑا انہین کوئی اب تک
وہ بگڑا انہین آپ دنیا مین جب تک

سچ تو یون ہو جب کسی قوم کے بُرے دن آتے ہین اوسکے ویسے ہی امور سرزد ہونے لگتے ہین۔ اہل اسلام جبتک اپنے فرائض مذہبی کو پورے پورے طور سے ادا کرتے رہی ہو و مراحم یزدانی رہی۔ جوجوامورات مذہبی کی پابندی دشوار معلوم ہوئی اور صراط مستقیم سے بوجہ کم دلی اور پست ہمتی کے دور ہوتے گئے انجام کی بدنما اور خوفناک صورت خود بخود جلوہ گر ہوتی گئی۔ اسلام کی تہذیبِ اخلاق کا وہ سرسبز اور شاداب چمن جسکا گلزارِ جنان ایک قطعہ تھا جسکی باغبانی رضوان کو میسر تھی جسکے خوشنما پھولون کی خوشبو نے یورپ وافریقیہ کو مہکا دیا تھا۔ وہ اونچے اونچے درخت جنکی شاخین آسمان سے باتین کرتی ہین جو یورپ و دیگر ممالک کے باغون مین پائے جاتے ہین غور سے دیکھو تو اوسی باغکی پود ہین۔ قوم کی ناآبیاری اور کم ہمتی سے نذر باد خزان ہو چلا اور ہو گیا ہی۔ اسلام سے اتفاق اور ہمدردی کی وہ عالیشان نہر جو غیر اقوام کی باعث الطفائے تشنگی ہوئی جس سے غیر قومین سیراب ہوئین وہ اصل مالکونکی پست ہمتی اور کم توجہی سے پٹگئی۔ اسلام کے علم وفضل کی وہ بلند عمارت جسکے ایک طاق کی طاقِ کسریٰ ہمسری نکر سکا جسکے کنگرے قصرِ اخضر سے زیادہ بلند تھے جسکے سامان پس ماندہ سے اور قومون نے اپنی عمارات عمدہ وعالیشان تیار کرلین یاردنکی کم ہمتی سے سربسجود ہوگئے۔ کہان ہین اسلام کے وہ عالی ہمت جنھون نے اپنی جانون کو خلق اللہ کی ہمدردی کے لیے وقف کردیا تھا؟ کس طرف ہین اسلام کے وہ شیران جری جنھون نے جرأت دلی اور حمیت

اسلام کے باعث تمام دنیا کو ہلا دیا تھا۔ کہاں ہین اسلام کے وہ پُردل سیّاح جنہون نے دنیا بھر کو کنگال ڈالا۔ کہاں ہین وہ منجم جنہون نے غیر از آسمان و ماہ حقیقی دوسرا آسمان جدید بنا دیا۔ کہان ہین وہ حکیم مسیحا نفس جو دعوائے قم باذنی کرتے تھے۔

وہ علم شریعت کے ماہر کدھر ہین وہ اخبار دین کے مبصر کدھر ہین
اصولی کدھر ہین مناظر کدھر ہین محدث کہان ہین مفسر کدھر ہین

وہ مجلس جو کل سر بسر تھی چراغان
چراغ اب کہین ٹمٹماتا نہین وان

مدارس وہ تعلیم دین کے کہان ہین مراحل وہ علم و یقین کے کہان ہین
وہ ارکان شرع متین کے کہان ہین وہ وارث رسول امین کے کہان ہین

رہا کوئی امت کا ملجا نہ ماوا
نہ قاضی نہ مفتی نہ صوفی نہ مُلّا

کاش اب بھی ویسے ہی اشخاص پیدا ہوجاوین۔ کیا اچھا ہو ہم مین بھی ویسے ہی ولولے پیدا ہوجائین۔ کیا یہ ممکن نہین؟ نہین ممکن ہی۔ لیکن ہمت اور استقلال شرط ہی اور واقعی ہمت کے برابر کوئی چیز نہین۔ ایک مورخ اُسوقت کا خاکہ کھینچتا ہی جبکہ انطاکیہ مین جو پایۂ تخت شام تھا ہرقل بادشاہ روم کی اور مسلمانون کی میدان یرموک مین صف آرائیان ہورہی تہین مخالفونکا لشکر آٹھ لاکھ سے کم نتھا اور شیردل مسلمان بمجموعہ بنیا لیس ہزار سے زیادہ نہ تھے۔ لیکن اونکی ہمت اور اونکے مستقل ارادے صاف ظاہر کر رہے تھے کہ ہم اپنے ارادون مین ضرور کامیاب ہونگے۔ ناگاہ ایک رومی سردار اپنے گروہ سے بجمعیت ساٹھ ہزار سوار جدا ہوا۔ حضرت ابو عبیدہ جراح حکم فرماد سر لشکر اسلام اور حضرت خالد ابن ولیدؓ مشہور ہے جو عساکر اسلام کے جرنیل تھے مسلمین سے ساٹھ آدمی ایسے جری اور شجاع جنہون نے اپنی پیاری جانون کو راہ خدا مین بیچ ڈالا تھا۔ جو اپنے عزیز سرون کو ہتیلی پر رکھے ہوئے پھرتے تھے۔ جنکے نیزون کی انیان آسمان کے سینے سے پار ہوتی تہین۔ جنکی تلوارین ڈہالون اور پہاڑون پر بند نہ ہوتی تہین۔ جنکے تیر موت کا پیام لاتے تھے۔ انتخاب ہوئے۔ اوس پر فضا مقام سے جہان شدت کی

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آرہی تھی موت کی بو آنے لگی۔ وہ کف دست چٹیل میدان جہان جاتے ہوئے یک نظر کے پاؤنمین چھالے پڑ جاتے تھے ایک دریائے خون بنگیا تھا۔ مسلمانون کے نعرۂ اللہ اکبر کے شور سے دشت وجبل گونج رہے تھے اونکی وہ نورانی چہرے جنکے سامنے چشم خورشید بھی جھپکی جاتی تھی کفار کے خون سے رنگین ہوے تھے اور ہری ہری عماموں کے پیچ جنکی سبزی پر باغ جنان بھی زہر کھاتا تھا۔ تلوارون سے کٹ کٹ کے پھولونسے رخسارون پر تصدق ہوتے تھے۔ تلوارون کی جھنکار نے بڑے بڑے شجاعون کا دل ہلا دیا تھا۔ ہر اک کے چہرے پر مُردنی چھا گئی تھی۔ لیکن شیردل مسلمان اِس ہمت اور استقلال سے لڑ رہے تھے کہ ع بارک اللہ کی گردون سے صدا آتی تھی + آخر اپنی بہادری اور محض تائید دین کے باعث کَم مِنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ الخ۔ کا تجربہ دکھا دیا۔ اور ایسا ہی ایک اور پُرجوش ہمت و استقلال کا نمونہ محمود غزنوی کی لڑائی تھی جبکہ محمود خاص دار السلطنت سے بقصد جہاد مع فوج ظفر موج مثل طوفان آب اپنے پرجوش ارادونکی مدد سے گھوڑونکی باگین اوٹھائی ہزارون کوس کی کڑی کڑی منزلون کو آسان سمجھکے سندھ مین داخل ہوا۔ وہ اندھیری رات کا وقت وہ سنسان جنگل جسمین اگر پتا بھی کھڑک جاتا تھا تو سنگ سے جان ہوا ہوئی جاتی تھی۔ دشمنونکا ملک غیر قوم چارطرف مثل نگین انگشتری گھرا ہوا۔ ماسوا رات کے وہ دھوان دھار گھٹا چھائی تھی کہ آنکھون کو ہاتھ نظر نہ آتا تھا۔ درندونکی وہ پرخوف صدائین جس سے رستم و اسفندیار کا سینہ شق ہو جائے۔ ہوا کا وہ زور کہ الامان پتے سے کھڑکا یہان خوف سے دل دھڑکتا اونکی سیاہی سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس شب کی صبح صبح قیامت ہے۔ ستارون نے مارے ڈر کے دامن ابر مین منہ چھپا لیا تھا۔ ہر دم دشمنونکے شبخونکا خوف ہزارونکو ایسے مسافر منزلون کے تھکے ماندے راستونکی سختیان جھیلے ہوے سخت مصیبت مین گرفتار تھے۔ ناگاہ سلطان خاور نے ایسے پاک دینان خوش اعتقاد کی امداد پر کمر باندھی اور خط شعاعی کا نیزہ لیکر اقلیم خاور سے اشہب فلک پر سوار ہوکر آ پہونچا۔ تمام لشکر رات کی تکلیف سے مضمحل ہو گیا تھا تاہم اونکے ارادے پست نہ ہوئے تھے۔ اونکے استقلال مین فرق نہ آیا تھا۔ علی الصباح محمود مع اپنے لشکر کے میدان کارزار مین جا پہونچا اور قلعہ کے سامنے

پر ا جما دیا۔ صبح کا وہ سُہانا سُہانا وقت وہ نور کا تڑکا دلکو بشاش کیے دیتا تھا۔ نسیم سحری اٹھکھیلیونکی چال سے مردان نبرد کو بیدار کرتی تھی۔ آفتاب ترچھی ترچھی نگاہون سے صفوف کارزار کی آراستگی کو دیکھ رہا تھا۔ خدا کی آزاد مخلوق اپنی خوشنما آواز سے چہچہا رہی تھی۔ درختون کا مستانہ ادا مین اکڑنا کسی محبوب کی انگڑائیون سے کم نتھا۔ پھولونکی بھینی بھینی خوشبو نے باغ عالم کو مہکا دیا تھا۔ امداد صبا سے ہری ہری شاخین ایک دوسرے کا منہ چوم لیتی تہین۔ آسمان پر ہلکی ہلکی شفق تھی کسی بیگنہ کا خون دامنگیر ہو رہا تھا۔ غنچے باد خزان سے بے ڈر ہوکر مسکرا رہے تھے اور سلطان مشرق نہایت سُبک خرامی سے مسند افلاک پر جلوہ گر تھا شیردل مسلمان پرا جما ہوئے اللہ اکبر کے نعرے لگا رہے تھے۔ آفتاب کی ابتدائی دہیمی روشنی نے اونکو پہولسے رخسارون کے نور کو دوبالا کردیا تھا۔ دین اسلام کا مبارک جھنڈا چرخ چہارم تک بلند تھا۔ اور اوسکا دامانی پھریرا ہوا مین موجین مار رہا تھا۔

اوسطرف راجپوت برہمن وغیرہ اوسوقت آگاہ ہوئے جب یہ جری بہادر قلعے کے متصل پہونچ چکے تھے ناچار مرنیکو مستعد ہوئے۔ ناگاہ اوسی گرد نواح کا ایک راجہ امداد کو آپہونچا محمود دلاور نے نصف فوج سے قلعے کا محاصرہ رکھا اور نصف لشکر سے خود اوسطرف متوجہ ہوا۔ چونکہ شاہی لشکر نہایت قلیل تھا۔ اور فوج غنیم بہت زیادہ تھی یہ دلیر اور جری بادشاہ قلب لشکر سے نکلا اور مسلمانونکو خدا اور اوسکے پاک نبی کی نعمتونکو یاد دلاکر جہاد پر ترغیب دی۔ شیردل مسلمان اول ہی مستقل ارادہ و عالی ہمت تھے شاہ کی تقریر اور تازیانہ کا کام کرگئی۔ آخر تلوارین قول کے فوج غنیم پر جا پڑے۔ تکبیر کے نعرون سے سینے شق ہوئے جاتے تھے تین روز تلوار چلی۔ آخر خدا کا وعدہ پورا ہوا۔ شیردل ستقلال مجسم اہل اسلام فتحیاب ہوے

اے میرے پیارے بہائیو! یہ سب فتوحات اونکی ہمت اور جرأت کا نمونہ تہین جو ہمیشہ کو یادگار زمانہ رہین گی۔ مگر یادگار زمانہ کچھہ سچی گھڑی ہی نہین ہے۔ ہر لمحہ یادگار ہے۔ اگر عدالت تاج برطانیہ نے لڑنے بھڑنے کی ضرورت نہین رکھی تو پڑھہ لکھہ کے ترقی کرو۔

بہائیو! امین ڈرتا ہون کہ شاید تم اپنی قوم کے فرائض منصبی کو اوسطرح چھوڑ دو

اور مخالفین و دشمنون کے لعن وطعن کے مورد ہو- خدا اور اوسکے پیارے نبیؐ کے احکام کو مانو اور اوس سے ہر امر مین مدد چاہو- دیکھو باری تعالےٰ فرماتا ہے-
اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ○ اللہ کسی قوم کی حالت کو نہین بدلتا جبتک کہ وہ اپنی حالت کو آپ نہ بدلے- اب مین دعائیہ جملے پر ختم کرتا ہون-
الٰہی ہمارے دلون اور طبیعتون کو نیک کامونکی طرف متوجہ کر- اور ہمین صراط مستقیم پر قائم رکھ- ہمت و استقلال کو ہمارا رفیق طریق فرما- بحق محمد و آلہ الامجاد آمین یارب العالمین-

راقم خواجہ حسن احمد انصاری سکرٹری انجمن اسلام سہارنپور

اطلاع ضروری

جب مولانا محمد عبدالحی فرنگی محلی مرحوم نے میری کتاب بشارت احمدی مطبوعہ کے بعض مضامین کو ملاحظہ فرماکر علیحدہ پرچہ پر دستخط تصدیقی کردیا تھا- من بعد مولانا صاحب مرحوم کو معلوم ہوا کہ کتاب مذکور مین بعض بعض عقاید جو وقت تصدیق کرنے کے نہین دیکھے تھے وہ عقیدے حسب اعتقاد مولانا صاحب مرحوم کے خلاف اصول اسلامیہ ہین پس مولانا صاحب نے بعد علم اس کیفیت کے اپنے ورق دستخطی تصدیقی مطبوعہ کے کتاب مذکور سے علیحدہ کردینے کا حکم دیا چنانچہ تعمیل حکم مولانا صاحب کی کی گئی لیکن جن کتابون پر اتفاقاً وہ دستخط باقی رہگئے ہون اون اوراق کی نسبت مین اجازت دیتا ہون کہ ضرور اہل اسلام اون اوراق دستخطی کو چاک کر ڈالین-

المشتہر
عبدالعزیز عفی عنہ

دار الخلافہ بغداد

تباہی بغداد اور اوس کے زوال کے حالات ہم تفصیل کے ساتھ بتا چکے۔ ہلاکو خان نے بغداد پر جیسا ظلم اور جیسی زیادتی کی ہے اُسکا حال معلوم کر کے یہ بھی خیال میں نہین آسکتا کہ روے زمین پر یہ شہر باقی کیون رہگیا۔ آج بھی مسافر دجلہ کے لب پر ایک اُجڑا ہوا شہر نظر آتا ہے جسکو لوگ حیرت کی نظر سے دیکھتے ہین کہ اتنی بڑی مصیبتین اُٹھانے پر بھی دولت عباسیہ کی یادگار صفحۂ دنیا پر موجود ہے۔ ہلاکو خان کا لشکر جدھر سے ہو کے گذرا اپنے پیچھے سوا بیکفن لاشون۔ اٹھتے ہوے دھوین۔ اور بھڑکتے ہوے شعلون کے کوئی چیز نہین چھوڑ گیا مگر اور مقامات مین ہلاکو خان کی کوشش سے یہ نتیجہ نہین پیدا ہوتا تھا اور بغداد مین خود ہلاکو خان نے قصد کر کے یہ پُر حسرت سمان دکھانا چاہا جسکی تصویر کھینچتے وقت آج تک مورخین کا قلم تھرا اُٹھتا ہے۔ الغرض ۶۵۶ھ مین عرب کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہی یعنی نسل عباس کا خاتمہ کر دیا گیا۔ اور بغداد اس قدر تباہ و برباد کیا گیا کہ تاریخی دنیا سے بھی اُسکا نام غائب ہو گیا۔ بغداد کے جو کچھہ حالات معلوم ہوے اور سنے گئے ہین وہ اوس زمانے سے پیشتر کے ہین۔ بعد نہین معلوم کیا ہوا۔ اور آجتک کیا ہوتا رہا روم و ایران کی جنگ آزمائیان بعض موقعون پر بغداد کا نام یاد دلا دیتی ہین۔ مگر ان امور کی طرف سے بالکل سکوت ہے جنکو شہر کی آبادی مین دخل ہو سکتا ہے۔

زیادہ افسوس کی یہ بات ہے کہ نظام سلطنت ابتک قریش کے ہاتھ مین تھا اور اب قریش کیا معنے عرب کے کسی قبیلہ کو حکومت سے تعلق نہ رہا۔ عربون کی حکومت تو گویا خود جناب رسالتمآب صلعم کے زمانے سے شروع ہوئی تھی مگر خلافت راشدہ کے زمانے سے حساب لگایا جاے تو سنہ ہجری سے ۴۱ھ یعنے ۴۱ برس تک خلفاے راشدین کا زمانہ رہا ۴۱ھ مین دولت بنی امیہ کا عروج شروع ہوا اور ۱۳۲ھ مین یعنے ۹۱ برس کے

بعد زمانے نے اونہین تخت و تاج سے جدا کرکے عباسیہ خاندان کے ہاتھ مین خلافت دی - کچھہ زمانہ قتل و خونریزی مین گذرا اور آخر ۱۳۲ ہجری مین عباس سفاح بانی دولت بنو عباس خلیفہ ہوا - اور ۶۵۶ ہجری مین زمانے نے بنو عباس کے ہاتھ سے بھی حکومت اور سلطنت لے لی پانسو چوبیس برس تک عباسیہ کا دور رہا اس مدت مین نسل بنو عباس کے سینتیس نامور خلیفہ مسند خلافت پر جلوہ افروز ہوے اور اپنی مدت عمر پوری کرکے خاک مین ملگئے - پچھلا خلیفہ مستعصم باللہ تھا جسکی قسمت مین لکھا تھا کہ بغداد کو یون تباہ ہوتے دیکھکر اس بے عزتی سے ظالم ہلاکو خان کی تلوار کی نذر ہوجاے - اب زمانہ نے خاندان ترک کو نیک نامی کی مسند پر بٹھا کے چاہا کہ انکی نیکنامی دنیا بھر مین مشہور ہو - الغرض عثمان خان بانی خاندان ترک جو ۶۵۶ ہجری مین پیدا ہوا تھا بڑہتے بڑہتے اس رتبہ کو پہونچا کہ ۶۹۹ مین تخت سلطنت پر جلوہ افروز ہوا - اب یہ خاندان ترقی کے ساتھہ زمانہ کی دشوار گذار منزلین طے کرنے لگا اور آج تک بڑے جاہ و جلال اور شان و شوکت سے قائم ہے سلطان عبد الحمید خان موجودہ فرمانرواے ترکستان و عرب اسی خاندان سے ہین غرض ۶۹۹ ہجری سے ۱۳۰۶ تک پینتیس سلطان اس باوقعت خاندان مین گذرے جنکے ہاتھہ سے اسلام کو روز افزون ترقی ہوتی رہی - بغداد سوا چند روز کے ہمیشہ انہین سلاطین کے ماتحت رہا - ہم نہین کہہ سکتے کہ ابتدائی انتظام اس سلطنت کا کس اصول پر تھا - معلوم ہوتا ہے کہ دولت عثمانیہ کے انیسوین جانشین سلطان ابراہیم خان نے نظم و نسق ممالک کیطرف خاص توجہ کی اور اُسکے حکم سے ۱۰۵۰ھ مین کوچک حسن پاشا پہلا گورنر بغداد مقرر ہوا - اور اسوقت سے یہ انتظام ہمیشہ کے لیے قائم ہوگیا اور مختلف اوقات مین بہت سے پاشا اس شہر کے والی و گورنر مقرر ہوتے رہے - کوچک حسن پاشا کے بعد سے اسوقت تک ، ، پاشا والی بغداد مقرر ہوے جن میں پچھلے عاصم مصطفے پاشا ہین جو اسوقت سلطان عبد الحمید خان کیطرف سے گورنری بغداد کے عہدہ پر مامور ہین -

اب ہمین دیکھنا چاہیے کہ یہ شہر آجکل کس حالت پر ہے اور بالفعل اسکی آبادی کسقدر ہے - بالفعل ایک ۱۲۰۰۰۰ آدمی آباد ہین اور بتیس ہزار مکان ہین - یہان کی آبادی

ہین اہل عرب ترک عجم کرد ہندوستانی اور یوروپین غرض ہر قوم و ہر مذہب کے لوگ شامل ہین ۱۵۰۰۰ ہزار یہودی اور ۱۰۰۰۰ ہزار عیسائی ہین۔ نصارا مین سے ۰۰۰ ہزار تو وہین کے رہنے والے ہین ایک ہزار پانسو ارمنی اور ایکہزار سریانی کلدانی اور چھ سو رومی اور بہت کم فرانسیسی ہین۔ انکے سوا کل مسلمان ہین جنمین سنی اور شیعہ دونون گروہ کے لوگ ہین۔ شیعون کی زیادہ آبادی کاظمین مین ہی لیکن بغداد کے مکان اس وضع مین واقع ہوے ہین کہ ہر شخص دیکھتے ہی بلا تامل کہدیگا کہ کسی ترتیب و انتظام سے نہین بنائے گئے ہین سوا چند گنتی کی عمارتون کے عموماً مکانات بے ترتیب واقع ہوئے ہین۔ اکثر مکان یک منزلے ہین اور ہر مکان مین دو یا پانچ چھوٹے چھوٹے حجرے بنے ہوے ہین جنکے دروازے بہت کم رکھے جاتے ہین اور ان حجرون کو ہی اصطلاح مین بغدادی ایوان کہتے ہین۔

بغداد کی عمارتین عام طور پر پتھر کی بنی ہوی ہین۔ پتھر اینٹون کی قطع پر تراشے گئے ہین اور گارے سے جوڑ کے دیوارین اٹھائی جاتی ہین۔ مگر یہ پتھر اب نئے نہین تراشے جاتے ہین بلکہ قدیم عمارتون کے پتھر زمین سے کھود کھود کے نکالے جاتے ہین اور انہین سے کل عمارتین تیار کیجاتی ہین۔ قدامت نے ان پتھرون کی ہیأت و وضع بدلکے خوشنمائی مٹادی ہی اور شاید یہی وجہ ہے کہ مشکل سے کوئی خوشنما عمارت نظر آسکتی ہے۔

چونکہ ان پتھرون کا جوڑ ٹھیک نہین بیٹھتا ہے اس وجہ سے دیوارین بالکل مضبوط نہین ہوتی ہین۔ حتے کہ بارہا ایسا ہوا کہ دیوار بناتے بناتے معمار مع دیوار کے گر پڑا۔ اور جو عمارتین تیار ہوگئی ہین ان کا بھی یہ حال ہے کہ جب کبھی آندھی آتی ہی یا زیادہ پانی برس جاتا ہے سیکڑون مکان لیٹ جاتے ہین۔ اور بہت سی جانون کا نقصان ہوجاتا ہی۔ مگر بڑی بڑی قدیم عمارتین اور مساجد اور گرجے اس سے مستثنے ہین۔ سڑکین اور گلیان بہت ہی تنگ ہین۔ حتی کہ بعض گلیون مین دو آدمی بھی ایک ساتھ نہین گذر سکتے ہین۔ آب و ہوا بغداد کی اب تک اچھی ہے مگر بعض اوقات دجلہ مین کسی قسم کی خرابی پیدا ہوجانے سے بگڑجاتی ہے۔ گرمیون مین ہوا اس شدت سے گرم ہوجاتی ہی کہ دن کو لوگ تہخانون مین اور رات کو اونچی چھتون پر رہتے ہین۔ اور موسم سرما مین جاڑا ایسا پڑتا ہی کہ بغیر آتش خانے روشن کیے لوگ بسر نہین کر سکتے۔

اب اس شہر مین کل ایک سو بیدرہ مسجدین ہین جنمین سے انتالیس مسجد جامع کے لقب سے یاد کیجاتی ہین باقی معمولی مسجدین ہین پچیس معبد یہودیونکے ہین۔ جنمین سے ایک کی عمارت نہایت عالیشان ہے۔ پانچ بالکل چھوٹے ہین اور باقی معابد کی عمارت متوسط درجے کی ہے۔ شہر سے باہر یہودیونکے بعض زیارت گاہ بھی ہین۔ ان مقامات مین معین اوقات پر یہود جاتے ہین اور زیارت کرکے واپس آتے ہین۔ نصارا کے لیے بھی عبادت کو چھ گرجے موجود ہین جنمین سے دو گرجے بہت بڑے ہین اہل اسلام کی ۹۴ جامع مسجدونمین سے اکثر مین اذان دینے کے لیے جداگانہ مینار بنا ہوا ہے۔ سب سے بڑی جامع مسجد جامع شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہے۔ اور سب سے بڑا مینار وہ ہے جو سوق الغزل کی جامع مسجد مین بنا ہوا ہے۔ یہ مینار خلفاے عباسیہ کے پچھلے جانشین مستعصم باللہ کی جانب منسوب ہے۔

غالباً یہ حال سنکے اہل اسلام پر ایک حسرت طاری ہو جائیگی کہ بالفعل بغداد والون کو علم کا بالکل شوق نہین ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہان کے علم و فضل سے آج ساری دنیا النفع اُٹھا رہی ہے اور افسوس ہین کے لوگون نے علم کی طرف سے بالکل توجہ اُٹھالی۔ شاید یہی وجہ ہے کہ مدرسون کی تعداد کسی طرح بڑھنے کو نہین آتی۔ اندنون کل انیس مدرسے ہین۔ انمین سے صرف آٹھ مدرسے ایسے ہین جنکی کچھ شہرت ہے۔ اور انکا ذکر سنکے لوگونکو کسیقدر دلچسپی حاصل ہو سکتی ہے۔ ان آٹھ مدرسون مین سے چار تو سلطنت علیہ عثمانیہ کیطرف سے ہین اور چار عیسائی رعایا کیطرف سے یعنی مشنری جماعت کی کوششون سے جاری ہین۔ ترکی مدارس مین سے ایک مدرسہ اعدادیہ یعنی حربیہ ہے اسمین ترکی فارسی عربی فرانسیسی زبانین اور علوم حساب منطق۔ جغرافیہ۔ ہندسہ۔ الجبرا۔ تاریخ اور مصوری کی تعلیم ہوتی ہے۔ دوسرا مدرسہ رشدیہ عسکریہ ہے اسمین ترکی اور فرانسیسی زبانین اور بعض علوم کی ابتدائی کتابین پڑہائی جاتی ہین۔ یہ مدرسہ مدرسہ اعدادیہ کا ابتدائی مدرسہ ہے۔ اور اُسیکے لیے طالب العلم تیار کرتا ہے۔ تیسرا مدرسہ رشدیہ ہے۔ اسمین ترکی فارسی عربی اور بعض علوم پڑہائے جاتے ہین۔ چوتھا مدرسہ صنائع ہے اسمین مختلف پیشے اور صنعتین سکھائی جاتی ہین۔ اگرچہ سلطنت کی جانب سے یہ مدرسے قائم ہین مگر مسلمانونکی ناقدری اور بے توجہی سے انکو اُسقدر

فروغ نہین جسقدر عیسائی مدرسون کو فروغ حاصل ہی۔ اُمین زبانون اور علوم و فنون کی تعلیم اچھی ہوتی ہے۔ اور روز بروز ترقی کرتے جاتے ہین۔

مختلف قومون کے لیے قبرستان بھی جدا جدا اپنے اپنے ہین۔ مسلمانون کے تو بہت سے قبرستان ہین۔ مگر کیتھلک عیسائیون کا ایک نہایت عمدہ قبرستان بنا ہی جسکے اندر ایک گرجا بھی جدید تعمیر کیا گیا ہے۔ ایک قبرستان انگریزون کا ہی۔ ایک ارمنی عیسائیون کا۔ یہودیون کے بھی دو قبرستان ہین۔

پندرہ حمام ہین۔ اور سب نہایت عمدہ اور مشہور ہین۔ علاوہ برین بغداد مین حمامونکا کچھہ ایسا رواج ہے کہ بہت کم مکان ایسے ہین جنمین حمام نہو۔ ڈاکٹر بھی بالفعل بیس کے قریب ہین۔ جن مین فرانسیسی انگریز رومی وغیرہ سب قسم کے ہین۔

بالفعل ایک پبلک لائبریری کھولی گئی ہے۔ جسکے لیے شاید خاص قسم کا اہتمام کیا گیا۔ اس کتب خانے مین کل پانسو بیس جلدین ہین۔ یہ سب امور ایسے ہین کہ ان کا خیال کرتے وقت ہمارے ناظرین کو وہ باتین یاد کر لینا چاہیے جو گذشتہ حالات بغداد مین بیان کی گئی ہین۔

بغداد باعتبار تجارت کے آجکل نہایت ترقی پر ہے۔ اور اُن اطراف کے لیے گویا ایک بہت بڑا استجارت گاہ قرار پا گیا ہی اور اسی وجہ سے اب اُسکی آبادی بھی ترقی کرتی جاتی ہے۔ صرف مال تجارت کی آمد و رفت کے لیے دجلہ مین آٹھہ نو اسٹیمر (دودی جہاز) آتے جاتے رہتے ہین۔ یورپ چین۔ اور ہندوستان وغیرہ کا مال وہان آتا ہے اور مختلف قسم کی اشیا وہان سے ان ممالک کو جاتی رہتی ہین۔ جو مال بلاد عرب اور یورپ اور ہندوستان کو بھیجا جاتا ہی وہ تو بذریعہ جہازون کے جاتا ہی اور جو مال حلب اور دمشق کو جاتا ہے وہ قافلون کے ساتھہ اونٹون اور خچرون پر لد لد کے جاتا ہی۔ بہرحال تجارت کسی قدر امید دلاتی ہی کہ بغداد آئیندہ زمانے مین ترقی کر سکے گا۔ اہل بغداد کی عام وضع عمامہ و جبہ ہی۔ اور عورتون کے لباس مین پردے کا بہت زیادہ خیال رکھا جاتا ہی۔ امین رنگین حریر کی پوشاک بکثرت مروج ہی۔ بالفعل یہ عجب بات پیدا ہو گئی ہی کہ انگریزی لباس لوگون مین رواج پاتا جاتا ہی خصوص لڑکیان اور عورتین بناؤ سنگار کی ایسی شائق ہین کہ روز بروز انگریزی وضع اختیار کرتی جاتی ہین۔ یہ مرض

ابھی تک ہمارے خیال مین صرف ہندوستان مین پھیلنے پایا تہا مگر نہین عراق عرب دامے غالباً ہم سے زیادہ اس مرض مین مبتلا ہین۔ یہان صرف نوجوان اور مردون ہی کو انگریزی فیشن کا شوق ہی مگر وہان عورتین اختیار کرتی جاتی ہین جس سے خوف ہی کہ وہان کی سوسائٹی مین یہ وضع بہت جلد رواج پذیر ہو جاے گی۔

بغداد چونکہ کسی زمانے مین اعلی درجۂ تمدن کو پہونچگیا تہا لہذا اسکے کسیقدر اثر اسکا آج بھی باقی ہی۔ وہ یہ کہ اہل بغداد خلق و محبت مین بہت بڑہے ہوئے ہین۔ مسافر چاہے کیساہی غریب و محتاج ہو اُسکی خاطر داری اور تواضع مین کوئی دقیقہ نہین فروگذاشت کرتے ہین۔ اُسکے ساتھ ہر طرحکے سلوک کرتے ہین اور نہایت خلق و مروت سے پیش آتے ہین۔ دولت و تہذیب کی معمولی یادگارین یعنی فضول اور غیر ضروری رسم بغداد مین بھی بکثرت مروج ہین۔ خصوص ماتم پرسے اور رسم تعزیت کے متعلق ایسی لغو باتین رواج پاگئی ہین کہ نہ امرا کو اطمینان نصیب ہوتا ہے اور نہ غربا متحمل ہو سکتے ہین۔ مگر رسم و رواج کا قانون خواہ مخواہ ہر ایک سے پابندی کراتا ہے۔ جہان کوئی شخص مرا اُسکے اعزا و اقربا تین دن تک شب و روز صرف رسم فاتحہ خوانی کے اہتمام مین مشغول رہتے ہین۔ اور ان قیدونکے ساتھ کہ گھر سے کوئی قدم باہر نہ نکالے۔ سوا فاتحہ خوانی کے سامان فراہم کرنیکے اور کسی کام کی طرف نہ مشغول ہو۔ جب کل احباب و آشنا سا جمع ہو جاتے ہین تو فاتحہ پڑہا جاتا ہے۔ اسکے بعد قہوہ نوشی شروع ہوتی ہے۔ ادہر اُدہر کی گپین اُڑتی ہین۔ اور آخر کچھہ دیر کے بعد دوبارہ فاتحہ خوانی ہوتی ہے۔ اور لوگ اپنے اپنے گھر کا راستہ لیتے ہین۔ اس رسم نے فرش فروش کا ایسا اہتمام لازمی کر دیا ہی۔ اور علاوہ برین اس رسم کے متعلق اسقدر مختلف اشیا خریدنا پڑتی ہین کہ جسکے گھر مین کوئی مرجاے اُسکے سر بہت بڑا بار پڑجاتا ہے۔ غربا صرف اس رسم کے لیے اپنی جائداد مین اور اپنا اسباب بیچ بیچ کے سامان کرتے ہین۔

یہ تو مردون کا حال تہا اگر عورتون کے ماتم پر غور کیا جاے تو اُن مین اس سے کہین زیادہ لغو اور خرافات باتین نظر آئین گی۔ جہان کسی کی روح نے بدن سے مفارقت کی عام عورتین خواہ اُن سے کسی قسم کی قرابت ہو یا نہو لاش کے گرد جمع ہوتی ہین۔ اور چلا چلا کے اور دھاڑین مار مار کے روتی ہین۔ جبتک جنازہ گھر سے نہین نکلا

یہی کہرام بپا رہتا ہے - حتے کہ بعض عورتین بال نوچتی ہین اور گریبان چاک کر ڈالتی ہین - اور بعض تو غم مین یہان تک مبالغہ کرتی ہین کہ اپنے کپڑے سیاہ رنگ کے ہاتھ اور مُنہ پر بھی سیاہی پھیر لیتی ہین - اور جو عورتین کہ اعزا و اقربا ے میت مین شامل ہین اُنپر تو فرض ہو کہ ایک محدود زمانے تک سوگ کرین اور نیلے کپڑے پہنین - کم سے کم یہ سوگ دس روز تک رہتا ہے اور زیادہ تو یہان تک ہے کہ بعض عورتین برس برس اور دو دو برس تک نیلے کپڑے پہنے رہتی ہین - سات دن تک علی الاتصال گھر سے آہ و زاری کی آواز آتی رہتی ہے - اور اس ہفتہ مین جس جس عورت کو اس سانحہ کی خبر ہوتی ہو وہ بڑے اہتمام اور بڑی تیاریان کر کے بزم ماتم مین شریک ہونیکی کوشش کرتی ہو رُلوانے والیون اور مشاق بین کرنے والیون کو اپنے ہمراہ لیکے آتی ہے - رُلوانے والی عورت پُر درد اور جگر خراش الفاظ مین مردے کے اوصاف تکرار بیان کر کے روتی ہو اور سب عورتین رونے مین اُسکا ساتھ دیتی ہین - مگر ان عورتونکا غم مصنوعی ہوتا ہو - اور یہی وجہ ہے کہ ایک طرف رونا پیٹنا ہوتا ہو اور دوسری طرف قہوہ وغیرہ کا سامان ہوتا ہو - ساتوین دن کے بعد سے چالیسوین تک ہر ہفتہ مین دو بار دوشنبہ اور جمعرات کو رات بھر اور دن بھر غم تازہ کیا جاتا ہے - اور چالیسوین کے بعد برس بھر تک ہر عید اور خوشی کے دن یہ غم یاد کر لیا جایا کرتا ہو -

ہم ہندوستان کی رسمون ہی کو حیرت کی نظر سے دیکھتے ہین مگر بغداد کے حالات ہم پر اور حیرت طاری کر دیتے ہین - اور مجبور ہو کر کہنا پڑتا ہو کہ اس سے ہمارا ہندوستان ہی غنیمت ہو - گو ہمین اپنے یہان کی مذموم رسوم کے مٹانے اور دور کرنیسے غافل نہونا چاہیے مگر اسلامی اخوت اور ہمدردی کے خیال سے ہم نہایت حسرت و افسوس کے ساتھ کہتے ہین کہ یہ دیار اور بے عقلی کی باتین اونسے کب اور کیونکر دفع ہونگی -

بغداد کے متعلق انتیس تیس قصبے اور چھوٹے چھوٹے شہر ہین - ان قصبونمین بعض بعض ایسے ہین کہ کبھی دنیا اُن پر ناز کر رہی تہی - بابل - نینوا - قادسیہ - مدائن - دنیا کے کوئی معمولی شہر نہ تھے - کبھی ان سب کی سواد مین ایک خدائی جلوہ گر تہی اور آج سب تباہ و برباد پڑے ہین اور خاک بغداد کی قدامت یاد دلاتے ہین -

بغداد کے متعلق ہمین جو کچھ لکھنا تہا لکھ چکے - آخر مین ہمنے نہایت اختصار سے کام لیا

کیونکہ مضمون بہت بڑہتا جاتا تھا۔ اگر زمانے نے مہلت دی تو بغداد کے کل حالات کو ایک خاص سانچے مین ترتیب دیکے قوم کے سامنے پیش کرینگے۔ چونکہ یہ حالات ایک مضمون کی حیثیت سے لکھے گئے ہین لہذا زیادہ غور اور تنقید سے بھی نہین کام لیا گیا۔ بہت سے امور ضروری تھے اور رہگئے۔ انشاء اللہ ایک وقت اُن سب کو مرتب کرکے نذر ناظرین کرین گے۔

مسافران عدم

کس نامداز ان جہان کہ تا بپرسم ازو کہ احوال مسافران عالم چون شد

حقیقت مین کوئی نہ پھرا۔ موت ایک ایسا پردہ ہو کہ جسنے اسے ہٹا کے اودہر کی کیفیت ذرا جہانک کے دیکہی ہین کا ہو رہا۔ یہ قدرت کا بنایا ہوا قدیمی قریس ہوس کچھ ایسا طلسمی مکان ہو کہ اسکا کوئی راز آجتک کبھی نہ ظاہر ہوا۔ یہ وہ راز ہے جسکے معلوم کر لینے کی ہوس ہر دل مین موجود ہے اور ہر دماغ اسکے تجسس مین پریشان ہوا جاتا ہے۔ سلف سے آجتک کتنے گذری ہین جنہون نے اسی راز کے دریافت کرنیکی دہن مین زندگی کو زندگی نہ سمجھا۔ جبتک دنیا اُنسے آباد رہی اُنکا خیال دوسرے عالم مین رہا گو وہان تک پہونچنے نہ پایا ہو۔ مگر وہ یہین گذر گئے۔ صرف ایک مسئلہ مابعد الموت کی تحقیق و تنقیح کی طرف عقلا کی بہت بڑی جماعت ہمیشہ متوجہ رہی اور اب بہی ہو۔ مگر صاف صاف یہ کوئی نہ کہہ سکا کہ اصل مین ہو کیا۔ یہ مسئلہ جسقدر ابتدائے زمانہ جاہلیت مین دقیق تہا اوسیقدر آج بہی پیچیدہ اور لاینحل نظر آتا ہے۔

ایک نا امید قائل دہر اپنے ساتہ تمام دنیا والون کی آرزون اور تمناؤن کا خون کرنا چاہتا ہے وہ مذہب والون سے کہتا ہو تمین دہوکا ہو۔ مرنیکے بعد کچہ نہین۔ نہ جنت ہو۔ نہ دوزخ ہے۔ مرنا فنا ہوجانا ہے۔ زندگی کیسی اور دوسرا عالم کیا چیز ہے۔ جو لوگ موت کا پردہ ہٹا کے اودہر کی دلچسپیان دیکہنا چاہتے ہین اُنکو وہ بہکاتا ہو اور کہتا ہو بیفائدہ جستجو سے کیا حاصل۔ جو کچہ کرنا ہو دنیا مین کرلو۔ جسقدر راحت اُٹھانا ہو اسی عالم مین اُٹھالو۔ مگر اصل مین دیکہیے تو وہ اپنے تئین بالکل نا امید کیے دیتا ہو۔ اگر دنیا مین وہ کامیاب نہ ہوسکا تو جانو ہمیشہ کے لیے ناکام رہا۔ فرض کرو ایک جہاز ڈوب رہا ہے۔

آندھی کا زور ہے - ہوا جہاز کو کسی بیتاب کی طرح ایک پہلو پر قرار نہین لینے دیتی - موجین تھپیڑے دے رہی ہین - اور سمندر ہر جہاز والے مسافر کا جانی دشمن ہو رہا ہے - ایسے نازک وقت مین یہ بات دیکھنے کے قابل ہے کہ جو لوگ جہاز پر سوار ہین ان کے دل کسطرف متوجہ ہین اور وہ کیا کر رہے ہین - کپتان اور خلاصی جہاز کے سنبھالنے کی تدبیرین کر رہے ہین - چارون طرف دوڑے دوڑے پھرتے ہین - اور اس فکر مین ہین کہ کسطرح اپنے تئین اور اپنے ساتھ اور مسافرون کو اس آفت سے بچائین - مسافرون مین جن سے ہو سکتا ہے وہ تو کپتان کی مدد کر رہے ہین - باقی سچے دل سے اُس ایک ذات کیطرف متوجہ ہین جو ہر موقع پر انسان کو آفتون اور مصیبتون سے بچا سکتی ہے - وہ نہایت رقت قلب کے ساتھ آہ وزاری کر رہے ہین اور اپنے گذشتہ گناہون کی معافی چاہتے ہین - اُن کو یقین کامل ہے کہ اُن کا بچانے والا اُن کے پاس ہے - وہ اُن کی فریاد کو سُن رہا ہے - اور ہر طرح اس کے اختیار مین ہے کہ ان ستم زدہ آفت نصیبون کو بچالے اس اضطراب اور مایوسی کے وقت اگر انکو کوئی امید ہو تی ہے تو اُس اپنے فریاد رس سے کوئی کچھ تدبیر کرتا ہے - کوئی کچھ کوشش کرتا ہے - مگر وہ لوگ سوا اپنے بچانیوالے کے کسی کی کوشش پر اعتبار نہین کرتے مرجانے کا ہول جس کے خیال سے اورونکو گندون اختلاج قلب ہوتا ہے اور دنیا کے عیش و آرام سے علٰحدگی کا خیال جو دل و دماغ دونون بے قابو کر دیتا ہے ہول اور خیال بھی انکو ایک ایسی امید دلا کر مطمئن کر دیتے ہین کہ وہ اُن سے بہت زیادہ ہراسان بھی نہین ہوتے - بڑے بڑے صدمے اور مصیبتین جو انسان کی زندگی تلخ کر دینے کو کافی ہین انکو وہ ایک ایسے نعم البدل کے بھروسے پر آسان ہو جاتے ہین جسے وہ جانتے ہین کہ اس مقام سے سفر کرنے کے بعد ملے گا -

صد ہا آرزوون کا خون جو زمانے کے ظالم ہاتھ سے ہو جاتا ہے اسکو وہ اپنا خون بہا پانیکی ڈگری سمجھتے ہین جو انکو ایک دوسرے مقام پر ملے گی - کبھی وہ بے پروا جو اس دنیا کی پر فضا سرا سے کسی نئی بستی مین جانیکے قائل نہین ہین ہزار ہا طرح کے قلبی اطمینان اور مزے کی آرزوون سے محروم رہتے ہین - ہمیشہ اپنی زندگی کی اسی الٹ پھیر مین رہتے ہین جسکو وہ خود مرتے وقت جانتے ہین کہ کچھ نہ تھی اور ہم بہت کم اس پر بہار جگہ کی سیرون سے دلچسپیان لینے پائے - وہ آرزو بھی نہ پوری ہوئی جو مدت سے ہوتی جاتے

اس بیمروت سے جسکے وصل کی حسرت مین سب تکلیفین اُٹھائی تھین اور اکثر خود جان دیکر کوحی جایا اب خدا خدا کرکے ملاقات ہوئی تو بے تکلفی بھی نہونے پائی کہ موت کی باڑہ دار تلوار نے بیچ مین آکر اُس آرزو کو ہمیشہ کے لیے قطع کر دیا۔ بڑے بڑے اونچے مکانات اور نہایت ہی دلفریب باغون کے سین جو برسون مین لاکھون روپیہ خرچ کرکے اس قابل ہوئے تھے کہ اب وہان کوئی اپنے نازک پاؤن کا نشان بنائے اور اپنے باریک آنچل مین وہان کے پھول اپنے ہاتھون سے خوشی مین جلدی جلدی توڑے اور اُن مکانون کے ہوادار کمرون مین بیٹھکر اُن پھولونکا کوئی مصرف نکالے یونہین پڑے رہگئے اور بنانیوالون کو ایک حسرت کی پوری نگاہ سے دیکھنے کا موقع نہ ملا کہ نقل مکان کی ضرورت ہوگئی۔ اُسکے دلی صدمات جو اُسپر اُس وقت گذرتے ہین کچھہ اُسی کے ہم خیال اُن کا خوب مزہ جانتے ہین کہ وہ اپنے دلمین کیا کہہ رہا ہو دہائے مین نے اِسی لیے یہ روپیہ لگایا کہ مین امسال کی بہار کی فصل کا سمان بیٹھے دیکھون ہائے مین اپنی طبیعت کے موافق فلان کمرے مین فرنیچر بھی نہ لگا سکا افسوس وہ سجا ہوا کمرہ جسکے سب دروازے باغ کی طرف ہین جسکے چبوترے کے پاس وہ ہے جسکے اُسطرف پتھر کی نہر ہی جسکو مین دو وقت خوشبو کے عرق سے چھڑکواتا تھا اب نہین معلوم میرے بعد کے قابض اُسکو کس مصرف کے لیے قرار دین گے۔ برخلاف اسکے ایک وہ مرنے والا جسکو اپنے مرنیکے بعد کے وقت مین بڑی مضبوط امیدین ہین اُسکو اپنے مرنے کا کوئی ایسا صدمہ نہین ہوتا جو مرنیکی تکلیف اسپر بڑھا دے۔ اسکو اپنے دلربا اور ناز کرنیوالے معشوقونکے چھٹ جانے کا رنج ہوتا ہے مگر اُسکو یہ امید ہی کہ مین اس سے بھی زیادہ خوبصورت اور باوفا مہ جبینون سے ملجاؤنگا جو میرے دل اور محبت کی بھی قدر کرین گے رنج کم کر دیتا ہے۔ عالیشان عمارتین جن مین رہنے کی اسکو بھی بہت ہی خوشی تھی اُنکی چھوٹ جانے کا صدمہ ہوتا ہے مگر اُسکا وہ پکا خیال کہ اُسے اس سے بدرجہا بڑے اور صاف مکانات جنکے نقشے اُسکے مذہبی عقیدے کے آئینہ کے سامنے اکثر آگئے ہین ہمیشہ کے لیے رہنے کو ملجائیگا اُسکے اس غم کو بھلا دیتا ہے۔ مرنیکے وقت کا وہ سمان کہ آخری سانس اُسکے سینہ مین آکر رُکتی ہی عجب دردانگیز ہوتا ہے۔ وہ سانس اُس تیمارداروں اور عزیزونکو بتاتی ہی کہ انسے اب ہاتھ دہو جو کچھ کہنا ہو کہہ لو۔ یا جسے دیکھنا ہو دیکھہ لو۔

پہر آرزو پوری ہونا محال ہے تیمارداری کرنیوالونکے چہرون کی مایوسی ور اسکے مرنیکا یقین دیکہنے والونکو خیال دلاتا ہے کہ بُرا وقت ہی۔ اُن لوگونکی بےبسی اور مجبوری جنکو اُسکی جدائی کا غم بہولنا کسیطرح ممکن نہین معلوم ہوتا صاف تبلاتی ہی کہ تم کو بھی مرجانا چاہئے چارون طرف حسرت کی آنکہ سے ایک ایک کو گھبرا گھبرا کے دیکہنا اور مایوسی کے جملونمین رُک رُک کر ٹھنڈی سانس بھر لینا اور کہنا کہ "ہمارے کلمہ کے شاہد رہنا۔ کہا سُنا معاف کرنا" نہایت عبرت خیز ہوتا ہی۔ ہائے ہائے کسی بہولے اور نازک چہرے کی طرف آخری نگاہ کرنا اور یہ کہنا کہ "تم ہماری محبت کو نہ بہولنا کبہی کبہی دل چاہے اور عیش سے فرصت ہو تو فاتحہ خیر سے بھی تو خوش کر دینا" سنگدلون پر اثر کر جاتا ہی۔ یونہین آدہی آدہی بات سے اور آدہے اشارے اوا کرتے کرتے ہاتہ پاؤن دو چار بار سمیٹ ایک سخت ہچکی لیکر آنکہونکی سیاہ پتلیان جب اوپر کے پپوٹون مین چہپ گئین تو گہر والون کا اُس حسرت نصیب کے چارون طرف حلقہ باندہکر رونے کا شور راہ والون کو دروازے کے قریب ٹھہرنے نہین دیتا۔ کوئی اپنی پُرانی دوستی اور اُسکی ہمدردی کا ذکر کر کے غیرون کو بہی اپنا ہم خیال بنا کر افسوس کراتا ہی۔ کوئی سرہانے بیٹھا سر کو پیٹ پیٹ کے بڑی لاہنی اور دردناک آواز سے رو رہا ہی۔ کوئی کہڑا ہوا اُسکی اس ناگہانی آرام کی نیند پر افسوس کر رہا ہی کہ ہاہ! ابہی باتین کی تہین۔ کوئی اُس بیکس کی اُن مرادون اور آرزونکا ذکر چہیڑ رہا ہی کہ کبہی کبہی نہایت ہی اضطرار مین شمع رخون سے شکایتون کے ساتھ اونکے وصل کے اشتیاق کو بہی اُسنے کہہ ڈالا تھا۔ کوئی اسکی اُن وصیتون کے پورا کرنیکی کوشش مین ہی جو مرنے سے ذرا پہلے کی تہین کہ "تم اُنسے کسی ترکیب سے کہدینا کہ وہ آج تیرا شکار ہو گیا اب ملاقات محال ہی"۔ کوئی سوچتا ہے کہ اب کیا تدبیر ہو کہ ان رونیوالون کی تسکین ہو۔ ہائے کوئی سمجہائے سے نہین سمجہتا اور حق بجانب ہی کیونکر صبر ہو ابہی تازہ غم ہے۔ کبہی اس اُجڑے ہوے اُداس قبرستان مین جہان پُرانی اور نئی متعدد قبرین ہون اور شہر سے تہوڑی دور پر واقع ہو جسکے گرد دور تک چٹیل میدان اور اونچے نیچے مقامات پر شکستہ قبرین بنی ہوئی ہین جنمین سے کسی کسی قبر کے پائنتی سرہانے کوئی کوئی درخت بہی پڑا اُگا ہوا ہی دہوپ مین جلتے جلتے لو کی گرمی سے گہبرا کر بیٹہ جانیکا اتفاق ہوا ہو تو اُس منظر کا عالم دکہائی دیا ہوگا کہ زندگی کے تمام مزے آنکہونسے گر گئے ہونگے کسی کہنہ قبر پر جو کسی درخت کے

سایہ مین واقع ہوگئی ہے بیٹھکر ذرا کپڑے سے منہ کی گرد صاف کرکے پسینہ کے بھیگے ہوے کپڑون کو ہوا کے رُخ کرکے خیال کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ قبر جس پر ہم اسوقت بیٹھ گئے ہین نہین معلوم کس کی قبر ہے ہاے یہ قبر تو ابھی نئی بنی ہوئی معلوم ہوتی ہے - دیکھو تو یہ کون تھا اور کب مرا؟ حقیقت مین یہ عالم بھی ایک عجیب چیز ہے - یہان کے مکانون مین کوئی تمیز ہی نہین کہ یہ امیر کا گھر ہے اور یہ فقیر کا - افسوس نئی قبر اور ایسے بڑے بڑے سوراخ بھی ہوگئے - زندگی مین انکے نکلنے کے دروازہ پر کبھی دربان کو ذرا سی آنکھ لگ جانے پر جرمانہ ہوتا - آج ان سوراخون کے راستے بودار اور مُردار خوار جانور جا کر اپنے رہنے کی جگہ صاف کرتے ہونگے - کبھی انکے دامن پر خاک کا دھبا کسی نے کاہیکو دیکھا ہوگا - دن بھر مین کم سے کم دو مرتبہ تو ضرور رنگا رنگ کپڑے بدلتی ہونگے جو خوشبو آج لگائی اُسکا دوسرے دن لگانا عیب ہوگا - آج ہزارون من گرد مین پڑے ہوے بیخبر سو رہے ہین کروٹ بھی بدلنا ناگوار ہے - دیکھا وہ چیونٹے انکے نرم اور نازک بدن کے گوشت سے اپنی خوراک پیدا کرنے کی تدبیر مین کفن کو پہلے ہی سے چاٹ گئے ہونگے کان لگا کر سنو تو آخر کوئی آواز بھی آتی ہے - ہاے باتین اور پاؤن کی چاپ کیسی سانس کی آواز بھی نہین - مگر بڑی مکھیان اور بھڑین جنہون نے مٹی کی ٹھنڈک مین اس شگاف قبر مین چھتا لگایا ہے اُنکے بھن بھنانے کی صدا بہت ہی گرم ہے جن سوراخون سے چیونٹیان قطار باندھ کر آتی جاتی ہین ان سوراخون سے شاید بڑے بڑے مکانون مین ہوا آنے کے لیے روشن دان بنانے کا طرز سیکھا گیا ہے - یہ ٹوٹی ہوئی پرانی قبر جس پر سوا مٹی کے ڈھیر کے کچھ نہین شاید کسی غریب کی ہوگی - مگر یہ خیال غلط ہو تو عجب کیا ہے کیونکہ جس قبر کو تم کسی امیر کی قبر سمجھے تھے اُسیرکی ہونیکی دلیل تو کوئی قابل یقین نہین تھی - ظاہری شان و شوکت نے اس قبر کو امیر کی قبر بنایا - ذرا اس گھٹی ہوئی قبر کی مٹی ہٹاؤ اگرچہ ہاتھ بھرین گے مگر ایک عبرتناک سمان اور وحشت خیز منظر شاید بہت سے خیالات صاف کرنے مین بھی مدد کرے - مٹی ہٹا کر دیکھو تو ایک پتھر جس پر ایک نوجوان کی تاریخ لکھی تھی " فاعتبروا یا اولی الابصار " اور یہ مصرعہ " این ماتم سخت است کہ گویند جوان مرد " دکھائی دیا - ہاے تلون مزاج معشوق سے زیادہ بیوفا زندگی تو نے اس نوجوان سے بھی وہی چال کی جو بڑے بڑے پرانے تجربہ کارون سے کیا کرتی ہے! ہاے اسکی

حسرتین اور مرادین جنکو یہ جان سے زیادہ سینے مین چھپائے رہتا وہ کاسی خاک مین مل گئین! اسکے ماں باپ اسکی پیاری صورت کے دیکھنے کو ترستے ہونگے۔ اسکا غم انہین کیونکر بھولا ہوگا! افسوس اسکو تو ابھی دنیا نے اپنی کوئی پیاری ادا جسکا یہ شائق بنا ہوگا اور جسکے لیے یہ اپنے اصلی وطن عدم سے یہان عاریۃً بسنے کو آیا تھا ابھی نہ دکھائی ہوگی؟ ہائے اسنے ایک جگہ نہ دل کو پھنسایا ہوگا اور پھر آرزو ہوگی کہ اس کچ ہی وش کو بھی دن ہائے کیسے کیسے وعدے جو اسنے اکثر جھوٹے پائے ہونگے انکے کسی نہ کسی دن پورا ہونیکی امید اسکو کیا اسکین سے دیکر رکھتی ہوگی۔ ہائے ان صحبتوں کا اشتیاق جہان اسکو جانیکی آرزو ہوگی یا جہان یہ آیا ہوگا اور کسی نازک لب اور فتنہ پرداز آنکھ کے اشارے سے پھر کبھی بلایا گیا ہوگا اسکے دل کو کیا بیچین کرتا ہوگا کہ کیونکر وعدے کا دن آئے اور پہونچون ہائے اسکے دل کی وہ حسرت کہ مین ابکی بار جاسکے جو کہنا ہو وہ کہہ لون گا اسکو کسقدر محبت کیطرف رغبت دلاتی ہوگی کہ جو چاہا ہوگا وہی ہوگا۔ کس سے پوچھین کہ اسنے مرتے وقت کن کن حسرتون کو اپنے ساتھ لیا اور کن کن حسرتون کو اپنے ماتم دارون مین چھوڑا کون بتائے کہ کہان کہان دل دیا تھا اور کہان دینے کی آرزو تھی۔ اور کس کس سے وصل کے وعدے پورے ہوئے اور کس کس نے وعدہ خلافیان کرکے کسی اور روز کے لیے امیدوار بنا رکھا تھا۔ کیا معلوم اسکو عدم کی منزل مین قدم رکھے ہوے کتنے دن ہوئے۔ اس راہ مین کیا کیا دقتین پیش آئین۔ کیونکر دریافت کرین کہ عدم مین جاکر اسکو کیا ملا اور اس باغ کو چھوڑکر اسنے کیا پایا۔ مگر یہ کیا خیال ہو۔ کیا اس باغ کے چھوڑنے کو اسکا دل چاہتا ہوگا؟ افسوس وہ مجبوری جو اس کمبخت موت کے تابع مین ہی پہلے وہی ایسا قابو کرلیتی ہو کہ کچھ بس نہین چلتا کسیطرح نہین بن آتا۔ یہ سب اوفی حقیقت مین انسان کو اس کی زندگی کے نامحدود زمانہ کو کبھی اس بیفکری سے کوئی کام نکرنے دین اگر یہ خیال اسکو نہو کہ ہم بس وہین جائین گے۔ دوستون کی جدائی کا صدمہ کبھی سہہ ہی نہ سکے گا اگر یہ یقین ہو کہ ہم ایک روز نہ رہین گے۔

یہ یقین کہ مرنے کے بعد پھر کچھ ہونا ہے کتنا نا امیدی کے وقت کام آجاتا ہی اور کیسا اضطرار مین تسکین دیدیتا ہے۔ خیالات کی پریشانی کری بات کچھ رکتی ہو کہ مر کر کچھ ہوگا۔ کوئی ہمارے ساتھ کچھ کرے گا۔ دوزخ اور بہشت چاہی کیسے خیال ہن کچھ ہنو مگر

امیدون کو انہین کے صدمے سے کچھ مضبوطی ہوتی ہے۔مصیبتون کے وقت یہی خیال ایک دوسری دنیا سامنے لاکر پیش کر دیتا ہے کہ بڑے سامان عیش و آرام اس سے عرصے کے بعد تیرے لیے ہین کہ ذرا آنکھ بند کرلی اور چل کھڑا ہوا۔

راقم۔سید محمد علی شکیل۔

انجمن دار السلام لکھنؤ

برادران اسلام۔تاریخ یاد دلاتی ہے کہ تم اُسی مبارک قوم کی نسل سے ہو جو علم اسلام لیکے نکلی تھی۔آج تم دنیا بھر مین مشہور ہو مگر اپنی اصلیت سُنکے تمہین حیرت ہوگی کہ تم ایک محدود اصول اور منضبط شرع کے پابند تھے۔تمہارے قابل فخر اجداد خدا کی مدد کا توشہ کمر مین باندھ کے علم اسلام کے ساتھ عرب سے نکلے تھے۔یا وہ جھنڈا خود تمہارے اجداد کے کندھے پر تھا یا وہ اُس جھنڈے کے پھریرے کے سایے مین تھے۔ملک عرب مین ایک بار وہ درخت اُگا تھا۔زمانے نے اُسے پسند کیا اور اُسکے قلم لیجا کے ہر ملک مین اور ہر سرزمین پر لگا دیے۔مختلف ممالک کی آب ہوا نے تمہاری طبیعتین بدل دین۔ورنہ تم سب ایک ہی جڑ کی شاخین ہو۔

یہ بڑے افسوس کی بات ہو کہ زمانے نے تم سب کو ایسا جدا کر دیا کہ ایک کو دوسرے کی خبر نہین ہوتی۔زمانے کی یہ سمی ہوا ہر قوم پر تھوڑا بہت اثر کر گئی۔مگر اتنا نہین جتنا تم پر۔آج تمہارے اجزا اس قدر پریشان اور منتشر ہین کہ گویا تم مین باہم کبھی علاقہ ہی نہ تھا۔

مسلمانون کی یہ حالت اس قدر افسوس ناک ہے کہ خود زمانہ اُنکے حال زار پر رو رہا ہے۔کیونکہ تمہارے اگلے کارنامے اُسکے صفحۂ دل پر آجتک لکھے ہوئے ہین۔تم اپنی قدامت اور اصلیت بھول گئے تو کیا ہوا وہ نہین بھولا ہے۔ہم سچ کہتے ہین مسلمانون پر وہ نازک زمانہ آگیا ہو کہ اگر دو مسلمان بیٹھ کے خلوص سے آپسمین باتین کرین تو اس کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔مجھے صرف اتنی ہی تمنا مدت سے ہو اور نہایت افسوس کے ساتھ کہتا ہون کہ آجتک نہ پوری ہوئی۔

اسکا نتیجہ یہ ہو کہ آج ہماری مخالفت مین جو کوئی جتنی بڑی جرأت چاہتا ہو کر بیٹھتا ہے اور ہم کچھ نہین کر سکتے صرف آنسو بہا کے رہجاتے ہین۔اگر ہمارے بزرگونکو گالیان

دیجائین توہمین سُننا پڑتی ہین۔ ہماری مسجدون کی توہین کیجائے توہمین دیکھنا پڑتا ہے ہمارے بہائی قتل کرڈالے جائین توہمین صبر کے سوا کوئی چارہ نہین ہوتا۔ اے اہل اسلام کیا یہ تہوڑی بے غیرتیان ہین جو ہمین نصیب ہورہی ہین اور ہوچکین ہ مسجدونکی سو دفعہ توہین ہوئی اور تم نے سانس نہ لی۔ تعزیہ داری کے لیے سیکڑون بار تم پیٹ ڈالے گئے اور تم مین حرکت نہ ہوئی۔ آج تمہاری مسجدون اور تمہاری پاک عبادت گاہو نمین جہان تم سجدہ کرتے ہو ایک فوجی گورہ جوتیان پہنے گہس آتا ہے اور تم دیکہا کرتے ہو۔ اب تم بالکل اس شعر کے مصداق ہو۔

ہر بلائے کز آسمان آید — گرچہ بر نام دیگران باشد
بر زمین نارسیدہ مے پرسید — خانۂ مومنان کجا باشد

اگرچہ اس نااتفاقی اور اختلاف کا علاج کسی ایک کے ہاتھ مین نہین مگر انجمن دارالسلام نے کوشش کرنا شروع کی ہو کہ ہندوستان کے کل اہل سلام کو موافق کرے۔ کامیابی خدا کے ہاتھ مین ہی مگر ہمین مستعدی ضرور دکھانا چاہیے۔ کم سے کم اتنا توہونا چاہیے کہ ہندوستان کی کل اسلامیہ انجمنین باہم خط وکتابت کرکے اپنے قدیم رشتے اور اپنی گذشتہ قرابت کو زندہ کرلین۔

یہ بات بڑی خوشی کی ہے کہ ہندوستان کے اکثر مقامات کے روسا نے آمادگی ظاہر فرمائی اور وہ بھی اس انجمن کے ممبر ہونا چاہتے ہین۔ مگر میرے خیال مین صرف اسیقدر آمادگی کافی نہین ہے۔ اُن کو چاہیے کہ اپنے اپنے مقامات کے اہل اسلام کو متفق کرین۔ عام قومی راے کو وہ اپنی مٹھی مین لین۔ اُسوقت کہا جاسکتا ہو کہ اُنہون نے کچہ کیا۔ اگر آج ایک متفقہ قوت ہمارے ہاتھ مین ہو توہم اپنے حقوق کے لیے گورنمنٹ سے بہی بالتجا کچہ عرض کرسکین۔ ہندوستان مین جتنی اسلامیہ انجمنین ہین سب اصل مین ایک خاندان کے بہائیون کی قائم کی ہوئی ہین۔ اگر سب اپنی بان خط وکتابت کو ترقی دین اور عموماً ہر معاملہ مین باہم مشورہ کرلیا کرین توشاید اس سے عمدہ کوئی ترکیب ہمین اپنی قوت بڑہانے کی نہ ملے گی۔ ہم ایک گہڑی بہر مین اپنی قوت کو بڑہا سکتے ہین بشرطیکہ ہم بڑہانا چاہین۔

دارالسلام نے والفتنۃ شد اصول کو قائم کیا اور اب تک استقلال کے ساتہ کام کرتی رہی

افسوس دلگداز کی اشاعت مین جو دیر ہوئی اُس نے پبلک مین ایک سکوت پیدا کر دیا ہماری قومی نااتفاقیون نے بہت سے ایسے بھی پیدا کر دیے ہین جو خود تو نہ کچھہ کرتے ہین اور نہ کچھہ کر سکتے ہین۔ مگر اُن لوگون کی عیب چینی کرنے مین سب سے پہلے زبان کھولتے ہین جو کچھہ کر رہے ہین۔ وہ لوگ بھی ہمارے ادبار کا ایک افسوس ناک نمونہ ہین۔ خدا اُنہین چشم بینا دے۔

جن صاحب کو والنٹیر ہونا ہو انجمن دار السلام سے باضابطہ درخواست کرین انکو ایک سند یہان سے روانہ کر دی جائے گی۔ ہمین معلوم ہوا کہ اکثر مقامات مین لوگون نے صرف اسوجہ سے کہ انکو ضابطہ طور پر چندہ فراہم کرنے کا حق نہین حاصل تھا سکوت اختیار کیا۔ اب مین انکو مطلع کرتا ہون کہ اگر قومی خدمت کرنا وہ اپنا فرض سمجھتے ہین تو انجمن سے اجازت حاصل کر لین۔

جو صاحب شہر لکھنؤ سے باہر ہین اگر انجمن دار السلام کے ممبر ہونا چاہتے ہین تو انکو صرف دو روپیہ انٹرنس فیس کی داخل کرنا کافی ہوگا۔ اگر خود اپنی فیاضی سے چندۂ ماہوار دین گے تو قبول کیا جائے گا ورنہ کچھہ ضرورت نہین۔ انجمن دار السلام اوٹ اسٹیشن ممبرون سے صرف دو روپیہ ولغلہ کے سوا اور کچھہ نہین چاہتی۔

بوے وفا

سرگروہ عشاق حضرت قیس عامری کا یہ واقعہ مشہور ہے کہ صحراے لق ودق مین ریگ روان کے تودون پر بیٹھے معشوقہ دلربا لیلیٰ کو یاد کر رہے تھے کہ دو مسافر اُدھر سے گذرے - انکی پریشان صورت دیکھکے ایک نے دوسرے سے پوچھا "یہ کون شخص ہے؟" دوسرے نے حیرت سے جواب دیا "تم اسے نہین جانتے! یہ لیلیٰ کا عاشق دلدادہ قیس ہے - اسکے عشق کی آج دُنیا مین دھوم مچی ہوئی ہے" یہ سُنکے اُس شخص نے میان مجنون کو غور سے دیکھا - دیکھتے دیکھتے اُسکی آنکھون مین آنسو بھر آئے - اور اپنے ساتھی کی طرف دیکھکے کہنے لگا "افسوس اسکی معشوقہ لیلیٰ نے اسی کے عشق مین کُڑھتے کُڑھتے اور نازک دلپر کوفت اُٹھاتے اُٹھاتے کل جان دیدی - کیا سچا عشق تھا" وہ دونو تو انکی عشقبازی پر ہمدردی کرتے ہوئے چلدیے - مگر لیلیٰ کی خبر مرگ نے ان پر جو اثر کیا ہوگا اسکا اندازہ کرنا ہماری طبیعتون اور ہمارے خیالات کے پیمانہ سے کہین زیادہ ہے غرض کچھ دیر تک مجنون نے اپنے جنون زاد ولولون کا انتہائی جوش دکھا کے نالہ کشی کی اسی خودجوشی مین کشش عشق نے رُخ نجد کیطرف پھیر دیا - اُبھرتی ہوئی بیتابیون اور حسرت کی ہچکیان لینے والی تمناؤن کا وبری کو شوق نے دلمین پاتا ہوا قبیلۂ بنو عامر کیطرف روانہ ہوا - پہونچکے لوگون سے پوچھا "قبر لیلیٰ کہان ہے؟" مگر کون بتا سکتا تھا - جو ایک شکستہ دل کا خون اپنی گردن پر لے وہ بتاتے - آخر شوق نے قبرستان پر پہونچایا - قیس نے ہر ہر قبر کی مٹی اُٹھا اُٹھا کے سونگھنا شروع کی - یہان تک کہ ایک قبر پر پہنچا جسپر ایک ہی رات کے باسی نوشگفتہ پھولون کی مرجھائی صورت دیکھکے بے اختیار زبان سے نکل جاتا تھا ؎

پھول تو دو دن بہار جانفزا دکھلا گئے
حسرت اُن غنچون پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

کیونکہ گرم ہوا ان پر افسردگی کا اثر ڈالتی تہی اور یہ گویا چاہتے نہ تھے کہ مرجہائین مگر زبردستی پژمردہ ہوئے جاتے تھے۔ قیس اس قبر کی مٹی ہی حسب معمول اٹہا کر سونگہی اور شعر پڑہا

یُریدون یخفوا قبرہا عن حبیبہا وطیب تراب القبر دل علی القبر

(یعنی لوگ چاہتے ہین کہ اُسکی قبر کو اُسکے عاشق سے پوشیدہ رکہین حالانکہ قبر کی مٹی کی بو ہی قبر کو بتا رہی ہی) مجنون نے یہ شعر بآواز بلند پڑہا شروع کیا۔ اور حسرت۔ یاس۔ بیتابی۔ غرض وفور عشق کے کل نمونے اسی شعر کے پڑہنے مین اس حد تک دکہائے کہ بڑہتی بڑہتے وہم سے گر پڑا دیکہا تو بیجان تہا۔

یہ کسنے جان دی؟ اُس شخص نے جو دنیاے عشق کا مسلم الثبوت بادشاہ تہا۔ اور جس کا نام تیمناً و تبرکاً حسن و عشق اور ناز و نیاز کی دنیا مین ہمیشہ لیا جائے گا۔ کس نے جان لی؟ اسی ایک عربی شعر نے۔ اس شعر مین کیا سمیت تہی کہ بیچارہ نے یون حسرت و یاس کے عالم مین جان دی؟ اس قبر کی مٹی مین ایک طرح کی بو آتی تہی۔ اُسی بو کا اس شعر مین تذکرہ تہا۔ وہ بو کس قسم کی تہی؟ یہ تو نہین معلوم کہ کس قسم کی بو تہی۔ مگر ہان اتنا جانتی ہین کہ اسی بو کو لوگ بوے وفا کہتے ہین۔

اے بیوفاؤن کے ستائے ہوؤ! تمہارا دماغ تو بوے وفا سے کاہکو آشنا ہوگا۔ تمہاری زندگی اور تمہارا شوق روز روز کی وعدہ خلافیون سے دونون خاک مین ملئے اور ملتے جاتے ہین۔ تم کیا جانو کہ وفا کیسی ہوتی ہے اور اُسمین کیا حظ ہوتا ہی۔ ہان اتنا یاد رکہنے ہین کہ جس چیز کی تمہین تنا ہی اور جسکے تم آرزومند ہو وہ بوے وفا ہی ہی۔ ہان اُس صحبت مین جہان کشکش عشاق اور دلدادگان روے جانان بیٹہے ہین بے تابیان اور یار کی بیوفائیان بتا رہے ہین۔ وہان البتہ اس بو کا پتا لگ سکتا ہے۔

موسم بہار مین نوشگفتہ پہولون پر عجب عالم ہوتا ہی مگر بوے گل کی بیوفائیان صاف بتاتی ہین کہ ان پہولون سے کسی کو کچہہ امید نہ رکہنا چاہیئے۔ قدردان اور جوش جنون والے لطف اُٹہانے کے واسطے دور دور سے آکے صحن گلشن مین جمع ہوتے ہین۔ اور یہ بیوفا خوشبو خدا جانے کہان ماری ماری پہرتی ہے۔ اور کیا خبر کہ کس کی جستجو مین ہجران نصیبون کے ہوا کی طرح کدہر اُڑ جاتی ہے۔ ہان بوے وفا کا پتا کچہہ ان پہولون سے البتہ چلتا ہی جو کسی کے گلے مین پڑے پڑے مرجہا کر کسی کی کروٹون مین کچلتے کچلتے صبح تک مرجہا گئے ہین۔ اور ایک

بھینی بھینی خوشبو دے رہے ہین جو اس نزاکت پر یہ ستم اُٹھا کے باقی رگئی ہو اور اُس حسن بنگامی کی یادگار ہو جسنے کل اُن پہولون کو کسی بیوفا کے گلے کا ہار بنا دیا تھا۔

بوے وفا ہر اُس مقام پر آجاتی ہے جہان کسی نے بےلبسی کے ساتھ مشق ناز کے صدمے اٹھا کے جان دیدی ہو۔ دامن شمع مین صبح کے وقت دیکھو گے تو پروانون کا ایک گنج شہیدان نظر آئیگا۔ ایک طرف ان بے زبان و بےبس عشاق کی لاشین نظر آئین گی اور دوسری طرف اُس مظلوم رونے والی کے منہہ آنسو دکھائی دینگے جسنے رات بھر روتے روتے صبح کو ہچکیان لے لیکے جان دی۔

بھرے باغ اس موقع پر سوا ایک جلی ہوئی بو اور ایک چڑیا کی چرچاہٹ کے کوئی بات نہ پائینگے مگر جسکے دل و دماغ مین خدا نے اثرپذیر ہونیکا مادہ دیا ہو اُسکا ذوق سلیم صاف سمجھ جائیگا۔ ان چیزون سے بوے وفا آتی ہی۔ ایک طرف وہ وفادار ہین جنہون نے جل جلکے جان دی اور دوسری طرف وہ وفادار ہے جسنے روتے روتے موت کی ہچکیان لین اور دم توڑ دیا۔

ہر وہ چیز جو کسی کے تغافل سے مٹ گئی ہو اگر غور سے دیکھیے گا تو اسمین بوے وفا ضرور آئیگی۔ بوے وفا کچھ قبر لیلےٰ اور قمیص یوسف ہی پر تمام نہین ہو گئی۔ ہم ہر حالت مین بوے وفا کو کوئی نہ کوئی نمونہ پا جاتے ہین۔

دیکھو یہ قبرستان جنمین اگلے آرام سے سو رہے ہین انمین ایک سناٹا چھایا ہوا ہے۔ شہر خموشان کا یہ سکوت یہان والونکی اُس وفاداری کا نشان دے رہا ہی جس نے انہین مجبور کر دیا تھا کہ اپنے دوستون اور احباب کے ساتھ بہت کچھ کر کے انپر قربان ہو جائین یہ ہماری ناقدری ہے ہمارے دماغ تک نہین پہونچنے دیتی ورنہ انکی خاک مین وہی بو آتی ہے جو قبر لیلےٰ سے آئی اور مجنون پر اثر کر گئی۔

یہ ٹوٹے ہوے مکان اور خصوصاً یہ گرنے کے قریب پہونچی ہوئی مسجدین بوے وفا کا اور بھی زیادہ ثبوت دے رہی ہین جنہون نے تعمیر کیا تھا کہ وہ انہین آباد رکھ سکے نذر اجل ہو گئے۔ جنکے لیے بنائی گئین زمانے نے انہین اُن سے بہت پہلے مٹا دیا۔ ہان یہ ہین کہ انکے نام کے ساتھ ایک وفاداری کا عہد باندہ کے آجتک اپنے آپ کو دست برد زمانہ سے بچا رہی ہین۔ مٹتے مٹتے سنبھل جاتی ہین۔ اور گرتے گرتے رک جاتی ہین

زمانہ کی تغیر پسند طبیعت میں کچھ ایسی بیوفائی ہے کہ وفاداروں کے ساتھ یہ ہمیشہ دشمنی ہی کرتا رہا۔ اُن لوگوں کا یہ ہی دوست نہیں جو گھڑی بھر کے لیے بھی کوئی وفاداری کا پیام دکھا دیتے ہیں۔ یہ اندھیری رات کے تارے جو صرف چار پہر تک منتظر ان یار کا ساتھ دیدیا کرتے ہیں انکے ساتھ بھی یہ جو سلوک یہ کرتا ہے اُسکا حال سبھی جانتے ہیں۔ بلا کشان ہجران سے ان وفادار دوستوں پر کچھ ایسی بن جاتی ہے کہ صورتیں اتر جاتی ہیں آنکھوں میں آنسو ڈبڈبا آتے ہیں۔ آفتاب ان کی ہمدردی کے لیے سحر کا گریبان چاک کرتا ہوا آتا ہے مگر زمانہ خدا جانے کہاں چھپا دیتا ہے کہ انھیں نہیں پاتا۔ اصل پوچھیے تو ان پیارے پیارے جگمگاتے ہوئے تاروں سے ایک بیوفائی ہو جو کسی وعدہ فراموش کے تازہ عہد کے دھوکے میں آجانے والوں کی رات بھر دلدہی کرتی رہتی ہے۔

زمانہ چاہے دشمن ہو یا دوست بوئے وفا ایک ایسی چیز ہو جو کسی حال اور کسی وقت پر بے مزہ ہی ہو جاتی ہے۔ جس مقام پر بوئے وفا کا کوئی موثر نمونہ نظر آئے گا وہاں آپ دیکھینگے کہ کسی خستہ جگر کے دلکو تسلی بھی ہو گئی۔ دور افتادگان وطن جو گھر بار یار آشنا عزیز و اقارب سے جدا پڑے ہیں۔ جنہیں تلون نے کسی عیب تذکرہ میں پاشکستہ بنا کے بٹھا دیا ہے اگر ان کے خیالات کا اندازہ کیجیے تو معلوم ہو جائے کہ بوئے وفا ان پر کیا اثر کر رہی ہے اور کیا اثر کرگئی۔

وہ صحرا نورد جو دوری وطن کے غم میں ہمت ہارے دیتا ہو وہ آبلہ پا جو کو ہِ یار تک پہونچ سکنے کے صدمے سے جان دیئے دیتا ہے۔ وہ حرمان نصیب جو دشت فرقت کی باد سموم کے جھونکوں سے پژمردہ ہوا جاتا ہے یہ سب کے سب جب کسی مقام پر ستانے کے لیے بیٹھیں گے تو تنہائی کے عالم میں ان کی نظر چاروں طرف ڈھونڈھتی پھرے گی کہ کہیں اس حسرت نصیبی کے مقام تک کون کون ہمارا ساتھ دے سکا۔ ان کی بدقسمت نظر کسی کو نہ پائے گی اور آخر ایک مایوسی کے ساتھ خود انہیں کے اُس پر حسرت دل کی طرف رجوع کرے گی جو دوستوں اور بیوفاؤں کی ایک اُجڑی منزل ہے۔ وہاں انہیں دو چار ایسے دوست اور ہمدم مل جائیں گے جو ان کی بیکسی کے مونس اور صحرا نوردی کے رفیق ہیں۔ یہ خوش ہو کے اُن کی طرف زیادہ توجہ کریں گے۔ اور بوئے وفا انکی دماغ کو اسدرجہ محو کر دے گی کہ ایک بیخودی کے لہجے میں بیتاب ہو کے کہنے لگیں گے

"اے میری حسرت تو بڑی کام کی نکلی۔ اے وحشت دل تو نے خوب ساتھ دیا۔ اے خیال والی اس تنہائی اور بلاکشی کے مقام پر بناہنا تیرا ہی کام تھا۔ اور اے یاد جانان وہ خود تو بیوفا ہیں مگر تو بڑی وفادار نکلی کہ یہان تک ساتھ ہے۔ تمہین سچی ہمدرد نکلے۔ ہاے تم سے بوے وفا آتی ہے"۔

حسن و عشق کی دنیا مین اس بو کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ ہر دلدادہ اور ہر حسرت زدہ کو یہی تمنا ہے کہ جسے ہم چاہتے ہین انھین بوے وفا آتی ہو۔ مگر خدا جانے قدرت کو یہ کیا بھلا معلوم ہوا کہ یہ دلفریب در خوش پیند بو اکثر اُسی مین ہوتی جس کی صورت سے کسی دل کو لگاؤ ہو جاتا ہے۔ وہ زمانہ شاید اگلا دن ہی کے ساتھ تمام ہو گیا جب معشوقون کی ادا یا اوا سے بوے وفا آتی تھی۔ اب تو وعدہ خلافیان او ادو رشق ستم ناز سمجھے جاتے ہین۔ اس بو کی جستجو مین نکل جانے والون کا گروہ بالکل منتشر اور پریشان نظر آئے گا۔ وہ جو وحشت و وحشت مین خاک اُڑاتے پھرتے ہین اسی بو کی تلاش مین ہین۔ وہ گم گشتہ راہ جنہین غول بیابان بہکاتا پھرتا ہے اسی بو کو ڈھونڈنے نکلے ہین۔

وہ خراب و خستہ جنہین سراب دھوکے دے رہا ہے اسی بوے وفا کے شوق مین قدم بڑھائے چلے جاتے ہین۔

اے ریگ بیابان کیا کسی مین بوے وفا آتی ہے جو تو اسطرح خاک اُڑاتی دوڑی جاتی ہی؟ اے دشت وحشت کے بگولو کیا کہین بوے وفا کا نشان لگا ہے جو یون بے سر و پا جا رہے ہو؟ دنیا مین جو چیز ڈھونڈے نہین ملتی وہ بوے وفا ہے۔ بوے وفا ایک ایسی چیز ہے کہ ہر شخص اس کا متمنی ہے۔ اور ہر دل مین اسکی آرزو ہے۔ ہزارون اسی دلفریب بو کے تجسس مین پھرتے پھرتے خاک مین مل گئے اور ہزارون ڈھونڈھ رہے ہین۔

اے اہل اسلام! تمھاری بڑی بدقسمتی ہے کہ یہ بو جو کامیابی اور سچی مسرت کا سمان آنکھون سے دکھا دیتی ہے تمہین مل سکتی ہے اور تم نہین متوجہ ہوتے۔ مل سکنا کیسا تمھارے پاس ہی مگر تم جب غور کرکے تلاش کرو جب تو ملے۔ ویران باغ اسلام تمھاری شکستہ حالیون کے ساتھ خود بھی جو زمانہ سے تمھارا ساتھ دے رہا ہے اگر دیکھو گے تو اسکی ہر ہر مرجھائی اور پژمردہ پنکھڑی مین بوے وفا آئے گی۔ اگر اُس حسرت نصیب مسافر نے اپنی بیکسی کو اپنا مونس پایا تھا اور اُسمین بوے وفا آتی تھی تو تمھارے لیے

ہمارا غربت زدہ اسلام ویسا ہی مونس ہے اور ویسی ہی وفا کو ظاہر کرتا تھی اُس مسافر کی بیکسی مین آئی تھی۔ خود ہمارا اسلام ہماری بیکسی ہے۔

یہ منہدم در و دیوار۔ یہ شکستہ اور گرے پڑے قدیم آثار۔ یہ گرتی ہوئی عالیشان مسجدین یہ خاک مین ملتی ہوئی سر بفلک عمارتین۔ اگر انکی سیر کروگے اور غور سے دیکھوگے تو انکی ہر ہر گری پڑی اینٹ سے بوے وفا آئے گی۔ کاش یہ بو ہمارے دماغ مین پہونچتی اور ہم مجبور ہوکے متوجہ ہو جاتے کہ انہین پھر آباد کرکے اُس وفاداری کا معاوضہ کرین جو ان اسلامی یادگارون نے ہمارا ساتھ دینے مین دکھائی ہے۔

دشت وحشت

اے ستم کشان زمانہ کہان ہو؟ وہ زندہ دلی کی محفلین جنہین تمہارے دم سے ہر وقت رونق رہا کرتی تھی سُست پڑی ہین۔ تمہارے دوست جنکی باندا ق طبیعتو نپر تمہارے پھڑکتے ہوے جملے تازیانے کا کام دیا کرتے تھے نہایت افسردہ ہوگئے ہین۔ بلکہ صرف وہ آنکھون کے سامنے پھرنے والی محفلین ہی نہین دنیا کی تمام آبادی تم سے خالی نظر آتی ہی۔ تمہارے سر پہ یہ کیسا جنون سوار ہوا اور تمہارے دلون مین یہ کس قسم کا جوش پیدا ہوا کہ تمام دوستان وطن اور یاران انجمن کا ساتھ چھوڑکے تم غائب ہوگئے ہاے کدھر نکل گئے۔ تمہارا خیال جب دل مین آجاتا ہے ان آنکھون سے تھوڑی بہت دیر تک تمہین ضرور ڈھونڈھ لیتا ہے۔ تمہارا پتا لگانے والے اور تمہاری جستجو مین بھٹکنے والے تھک گئے مگر تم نہ ملے۔ کس ساعت تم نے وطن سے قدم نکالا تھا کہ تمہاری صحبتون کا مزہ اُٹھاتے ہوے یاد کرتے کرتے تھک گئے اور تمہین آنا نصیب ہوا۔ سچ بتاؤ کبھی وہ لوگ بھی تمہین یاد آتے ہین جنکو بے تمہارے بزم عشرت درہم و برہم معلوم ہوتی ہے؟ آبادی سے کیا تمہین بالکل نفرت ہوگئی؟ دشت وحشت کا سمان تمہین کیا ایسا بھا گیا کہ وہین کے ہو رہے؟ —

اے دشت وحشت! اور اے صحراے بلا! تیری کشش ہمین ہمیشہ صدمہ پہونچایا کین۔ تجھ مین کیا ہے کہ جنون آوارگان ہجران تجھ پر ایسے فریفتہ ہو جایا کرتے ہین؟ اس ہونے پر تو یہ آفت ہے۔ کیا ہوتا اگر تجھ مین کوئی دلچسپی کی چیز ہوتی۔ تیری خاکمین

ہمارے بہت سے دوست چھپے ہوے ہین۔ تیرے بگولون کو آج بہی ہم اس شوق سے دیکہا کرتے ہین کہ ان مین کوئی ہمارا آشنا نہ نکل آئے۔ چونکہ ہم تجہ سے آشنا نہین اسلیے تو بہی ہمین نہ جانتا ہوگا مگر وہ آوارہ گرد جنہین اپنے وسیع دامن مین تو نے سراب کے دہوکے دے دیکے پاشکستہ کر دیا ہوگا اور تہکا کے بٹہا دیا ہوگا انہون نے بیتابی و بیکسی کے لہجے مین بارہا ہمین پکارا ہوگا اور تجہے ہمارا نام یاد دلا دیا ہوگا جن بیکسون کی تو نے جان لی ہے انمین اکثر ہمارے آشنا نکلینگے۔ ہم آباد دنیا سے آتے ہین اور وہان کے رہنے والے ہین کہ جو تجہ مین آیا ہوگا اور تیرے پہندے مین پڑا ہوگا وہین سے آیا تہا اور وہین کا رہنے والا تہا۔ ہمین تیرا شوق نہین لایا ہے بلکہ ہم اپنے گذشتہ احباب کو ڈہونڈہنے آئے ہین۔

ہاے کسی کا پتا نہین۔ خدا جانے کدہر نکل گئے۔ اور کہان ہو رہے۔ اے خانمان برباد مسافرو یہ دشت وحشت تمہین دہوکا دیکے کہان پہونچا دیتا ہے کہ پہر ہمین تمہاری صورت نہین نظر آتی۔ یا تو اس صحرا ہی مین کوئی ایسی لجبیبان ہین جو تمہارا دل لبہا لیا کرتی ہین یا ہماری بامذاق صحبتون سے تم کچہ ایسے بدمزہ ہوکے گئے ہو کہ پہر آنیکو جی نہین چاہتا۔ کوئی بات ضرور ہے۔ یاران انجمن کو داغ دیکے یک بیک غائب ہو جانا بیوجہ نہین۔ تمہاری انجمنین اور تمہاری محفلین بے تمہارے سست اور افسردہ پڑی ہین جن مکانون مین تمہاری نشست رہا کرتی تہی اور جن مقامات پر تم جا جاکے ٹہرا کرتے تہے تمہارے یاد کرنے والے آجتک وہان جاکے رو لیا کرتے ہین۔ کوئی ایسا ہی نہین ملتا جو تمہاری خبر بتائے۔ ہاے یہ بہی نہین معلوم کہ تم زندہ ہو یا اس دنیا سے گذر گئے۔ ریگ رواں کے ساتہ دوڑتے کیا تم بہی اُسی مین مل گئے ؟

واقعی اگر قضا کوئی حکمی اثر رکہتی ہے اور موت کسی نہ کسی وقت ضرور انسان کا کام تمام کر دیا کرتی ہے تو دشت وحشت کے چکر کہاتے ہوے بگولون اور چارون طرف تہپیڑے دینے والی باد صرصر کے جہونکون مین خدا جانے کس کس جسم کے ذرے خاک اڑاتے پہرتے ہونگے۔ عالم عناصر کا نظام باندہنے والے فلسفیون نے یہ نہایت سچا خیال ظاہر کیا ہے کہ کرہ زمین کی کل جاندار مخلوق خاک سے پیدا ہوئی ہے اور اسیطرح عمر کا زمانہ پورا کرکے پہر خاک مین ملجاتی ہے۔ قائلین تناسخ نے بننے اور بگڑنے کا ایک سلسلہ قائم کرکے

اس مسئلہ مین ایک درجہ جدت پیدا کر دی ہے۔ مذہب والے اگرچہ تناسخ کے قائل نہین ہین مگر ایک حد تک اس بات کو ضرور تسلیم کرتے ہین کہ دنیا وی مخلوق خاک سے پیدا ہوتی ہے اور خاک مین ملجاتی ہے۔۔ اُنکا بھی یہ قول دلچسپی سے خالی نہین کہ عرصہ حشر مین اپنی دائمی زندگی کی قسمت کا فیصلہ سننے کے لیے جب لوگ اُٹھائے جائینگے اُسوقت ایک ایک قبر سے خدا جانے کتنے کتنے اُٹھینگے۔ اے آوارہ گردان دشت بلا واقعی وہ عجیب وقت ہوگا جب اسرافیل صور پھونکینگے اور تم جس کام کو ادھورا چھوڑ کے دنیا سے چلے گئے تھے پھر اُسی کام مین مشغول ہو جاؤ گے ۔

اے دشت وحشت تو عجب جوش پیدا کرنے والا مقام ہی۔ جو تجھ مین گیا اور جو تیری طرف سے آیا دونون کی طبیعتون مین قیامت کا جوش تھا۔ تیری بساطت اور تیری سادگی کی حالت کچھ ایسے جذبات دل مین پیدا کر لیتی ہے کہ اُنکو مٹتے مٹتے بھی برسون ہو جاتے ہین۔ تیرا پیدا کیا ہوا جوش جن رگون مین ہے وہ کبھی نہ نکلے گا۔ آباد اور پُر تکلف دنیا اگر اُسکو مٹانا بھی چاہتی ہے تو نسلین پلٹ کے اور زمانے کے صدہا ورق اُلٹ کے کامیاب ہوتی ہے ۔

عرب کے ریگستان اور صحرا جو کبھی مہذب دنیا مین استعجاب اور حیرت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے اُنھون نے جس قوم کے دلمین جوش پیدا کر کے بھیجا اُس کا جوش گو اب مٹ گیا مگر دنیا ہی جانتی ہوگی کہ کن مشکلون سے وہ ان پرجوش دلون کے ٹھنڈا کرنے پر کامیاب ہوئی ہے۔ کل متکبر اور اپنی تہذیب و ترقی کرنے والی زمین نے اپنی ساری قرنہا قرن کی کمائی اسی قوم کے آگے ہدیۃً رکھدی تی جبکہ صحراے عرب نے پرجوش بنا کے اقطار عالم مین روانہ کیا تھا۔ ساری دنیا مین اُسی قوم کی اُولوالعزمیون اور بلند پردازیون سے ایک روشنی پھیل گئی تی جس کی بجھی ہوئی مشعلین اور گل شدہ شمعین جا بجا اب بھی پڑی نظر آجاتی ہین۔ سواحل ملیبار و چین۔ اطراف افریقہ جزائر بحر روم۔ اور عموماً مصر، عراق و شام مین یہ شمعین اور مشعلین بکثرت نظر آئینگی تم جہان جہان دیکھو گے کہ مسجدین ڈھہی پڑی ہین۔ عمارتین خاک مین مل رہی ہین بڑے بڑے قلعے مسمار ہو رہے ہین یقین کر لو کہ یہ انھین پرجوش صحرانشینان عرب کی یادگار ہین افسوس صرف اُس قوم کا جوش ہی دنیا اور پُر تکلف دنیا ان جہان سے نہین مٹا یا بلکہ اون کا

جوش و خروش کرنے کے ساتھ ان کی یادگارون کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا۔
اہل عرب کو جانے دو۔ کیونکہ یہ کہنے کا موقع ہے کہ وہان صحرائی اور سادے منظر عالم کا جوش نہ تھا بلکہ انکے طبائع کو اُبھارنے والے وہ ایسے پر اثر۔ اور معجز نما خطبات اور کلمات تھے جو نبوت کی زبان سے ظاہر ہوئے اور جنھون نے تمام دنیا کی تہذیبون کو بھی پسپا کر کے دنیا مین ایک نیا نور اور نئی روشنی پھیلا دی۔ ہم تاتاری ریگستانون کی تہین سیر کرائینگے۔ اور تم سے تسلیم کرا لینگے کہ اس ریگستانی اور بے سبزہ زمین مین کوئی پیغمبر نہین مبعوث ہوا اور نہ کبھی کوئی مذہب قائم ہوا جسنے کچھ نون زمانے کا ساتھ دیا ہو مگر تاتاری ترکون کے دلونمین بھی زمانے نے کچھ ایسا جوش پیدا کر دیا تھا کہ جسوقت حدود ترکستان سے انھون نے قدم نکالا اُسوقت نہ کسی سلطنت سے بن پڑا کہ انکے جوش کو روک سکے اور نہ کسی مذہب سے ہو سکا کہ انکو روک دے۔ وہ اپنے پر جوش اور پر حوصلہ لونکے ساتھ بڑھے۔ اور برابر بڑھتے چلے گئے۔ جسنے اطاعت کی اچھا رہا۔ اور جسنے مزاحمت کرنا چاہی خود مٹ گیا۔
ایشیا کی حدود سے نکلکر ذرا یورپ کی سیر کرو اور قدامت کی طرف متوجہ ہو۔ وہینکی تہذیب۔ شائستگی۔ علمی ترقی غرض کسی حیثیت سے اُنکی باجاہ و جلال سلطنت مین کوئی عیب لگا سکتا ہو۔ مگر جب ہم پوچھینگے کہ گالیا والون نے اُنکے تخت و تاج کے ساتھ کیا سلوک کیا تو خواہ مخواہ منظور کرنا پڑیگا کہ تمام ترقی و شائستگی اُس جوش کے اُبھرنے سے خاک مین ملگئی جسکو ایک غیر آباد سرزمین نے چند دلون مین پیدا کر دیا تھا۔
زمین کی اصلی حالت اور فطری صورت وہی ہو جو ایک لق و دق صحرا یا دشت و دمنت مین پائی جاتی ہو۔ ہماری کاریگریان ہماری صنعتین اسیر ا بہی جدت پسندیون کا باغ لگا کے خدا جانے کس قدر آباد اور کسدرجہ پُر تکلف بنا دیتی ہین۔ مگر وہ صنعتین استقلال کے ساتھ قائم نہین رہ سکتین۔ ہماری ہی طرح کبھی وہ بھی فنا ہو جاتی ہین۔ وہ بڑی بڑی مشہور شہر جنھون نے تواریخ کے ہزارون ورق صرف اپنے تذکرون اور حالات کے بیان مین صرف کرا دیے۔ کبھی ان کی جگہہ پر ایک وسیع سبزہ زار یا صحرا تھا۔ بابل کا ہنگامہ آج بھی اگلے کارنامون مین ایسی شان و شوکت سے گرم نظر آئیگا جس طرح کہ دو ہزار برس پہلے گرم تھا۔ نینوا کی عظمت اگر صفحہ زمین پر نہین رہی تو زبان مورخین سے لیکر قیامت تک

نقش رہے گی۔ وہ سین بھولنے والا نہین ہو جب مدائن کی در و دیوار سے شاہان ایران زمین کا جبروت ظاہر ہوتا تھا۔ ہستناپور کا نام زبان پر آتے ہی ابتک ایک عجب دبدبے کی تصویر آنکھونکے سامنے پھر جاتی ہو۔ یہ سب کچھہ تھا مگر آج دیکھو تو کچھہ نہین۔ وہی سمان ہو جو ان شہرون کے آباد ہونے سے پہلے انکی جگہ پر نظر آتا تھا۔ وہ کون سمان تھا؟ وہی جسے تم دشت وحشت اور خدا کی غیر آباد زمین پر دیکھا کرتے ہو۔

دار السلام یا باغ فردوس کے بچھڑے ہوئے عاشق و معشوق آدم وحوا اسی دشت وحشت مین پھرتے پھرتے باہم ملگئے تھے۔ شاید اسی امید کا چہرہ خیالونکو نظر آتا ہو جو آجتک مبتلایان عشق جب وحشت اچھلتی ہے اور جذبات عشق جوش کرتے ہین گھر بار چھوڑ کے سیدھے جنگل کا رُخ کرتے ہین۔

دشت وحشت مین اگرچہ آبادی نہین بادی النظر مین سوا خاک اُڑنیکے کوئی چیز نہین نظر آتی مگر خدا جانے اسکی آب وہوا مین کیا تاثیر ہو کہ دلی جذبات یہان نشو ونما پاکے نہایت ترقی کر جاتے ہین۔ بت پرستون کے نامور گھرانے کا ضربے مثل موحد ابراہیم جب اپنی وفادار حرم اور اپنے دودھ پیتے بچے کو صحراے حجاز مین ڈال گیا تھا اُسوقت وہان نہ آبادی تھی نہ کسی قسم کے انسانی پُر تکلف سامان تھے مگر اس بچے نے اُس ریگستان مین پرورش پا کے ایسا عمدہ نشو ونما پایا کہ چند روز مین تمام آباد ہوا۔ قبائل نے پہلے فرودگاہ بہر اُس پاک سرزمین کو اپنا وطن بنایا۔ اور اُسی بچے (اسماعیل) کی نسل تھی جو کہ ایک صحرائی جوشون کے ساتھ بڑھکے قریب قریب کل آباد دنیا کی مالک ہوگئی۔

افسوس عشرت پسندی نے ہماری طبیعتون سے وہ جذبات نکال ڈالے۔ ورنہ ہماری طبیعتون مین جو وہ سادے جذبات پائے جاتے تھے اور جنکی بدولت ایک محنت پسند نسل ہو وہ نہایت قیمتی تھے۔ اے خدا تو ہمارے دلون سے یہ راحت پسندی نکال جو ترقی کے راستے مین ہمیشہ ہمارے پاؤن کی بیڑی ہوجاتی ہے۔

انجمن دار السلام

سب سے زیادہ جو چیز ہمین خوش کرتی ہو وہ ہماری قوم کا جوش ہو۔ الحمد للہ کہ ہماری قوم مین جوش ہو۔ جہان تک ہمین تجربہ ہوا ہے ہم دیکھتے ہین کہ مسلمان لوگ اپنے ادبار

اور اپنی ذلتون کا حال سُنکے بیتاب و بیچین ہو جاتے ہین - گذشتہ پرچے مین دار السلام پر جو مضمون لکہا گیا تہا اُسکو پڑہکے بلا مبالغہ ہمارے بہت سے دردمند دوست تڑپ گئے بہت سے خطوط ہمارے پاس آئے جن سے معلوم ہوتا ہی کہ اسلامی پبلک مین گویا حرکت ہو گئی - واقعی ہماری قوم کی حالت ایسی ہی ہو رہی ہی - افسوس ہم اُسکی سچی حالت کم بتا سکتے ہین - اگر ہم اپنی قوم کو اُسکی تباہیون کی ہو بہو تصویر دکہا سکتے تو شاید قومی جوش غیرت والے کچھ ترقی دلا دیتا - ضلع گورکھپور سے ہمارے دوست مولوی محمد سعید صاحب اور سندیلے سے ہمارے کرمفرما منشی فیاض علی صاحب مدرس سرکاری اسکول نے جو خطوط لکھے ہین انکا ہر ہر جملہ نشتر کا کام دے رہا ہی - کیا کہین کہ دلگداز کے صفحون پر کافی جگہہ نہین ورنہ اُن خطوط کو ہم بجنسہ درج کر دیتے - ان دونون صاحبون نے اپنے جوش کو صرف اس تحریر ہی پر تمام نہین کر دیا بلکہ اپنے اسٹیشن پر ایک قومی انجمن کی بنا ڈالی ہی جو دار السلام کی متحدہ انجمن ہو گی - اور وہان کے مسلمانون مین روز افزون جوش پیدا کرے گی -

ہم ان حضرات سے اور نیز تمام مسلمانون سے عرض کرتے ہین کہ دار السلام کی یہ خواہش ہرگز نہین کہ اُسکو بہت سی ماتحت انجمنین مل جائین - مگر ہان آپ سے اس امر کی البتہ آرزومند ہے کہ اپنے لیے اور اپنے شہر کے مسلمانون کے لیے کچھ کیجیے - کسی طرح اُس غفلت سے چونکیے جسمین آپ اور آپ کے سب دینی بہائی پڑے ہوے ہین - کم سے کم یہ ضرور ہو کہ اپنے اپنے شہر مین اپنے بچون کی تعلیم کے لیے ایک عمدہ اور مفید مدرسہ کہولدیجیے - اپنے ایک دوست کا یہ جملہ کبہی نہ بہولونگا جو مجہے بار بار یاد آجاتا ہے کہ "اسلام مسلمانون کی مدد کا کبہی اتنا محتاج نہ تہا جتنا آج کل ہے" واقعی بہت محتاج ہی - آپ جو انجمنین اپنے ہان قائم کرین اُن کو کسی کا ماتحت نہ سمجہیے - سب اسلامی انجمنین آپسمین برابر کا حصہ رکہتی ہین - سب مسلمان آپسمین بہائی ہین - مگر ہان خط و کتابت کو ترقی دیجیے - اور کل انجمنون سے نامہ و پیام کر کے اہم معاملات مین مشورہ لے لیا کیجیے - باہمی رشتہ اخوت کو ترقی ہوگی - دوستی اور محبت بڑہے گی - اتفاق پیدا ہوگا - سب مشکلین حل ہو جائین گی -

ہماری قوم نے بہت ترقی کی تہی - اور ترقیون ہی نے پہیلا دیا - ہم منتشر ہو کے دور دور پڑ گئے - ہمارے بہائی دنیا کے کونون مین بسے ہوے ہین - وہ سب ہمارے بہائی ہین مگر صرف جدا ہونے کی وجہ سے نہ ہمکو اُن کا خیال ہے اور نہ اُن کو ہمارا خیال ہی - اگر آج

آپسمین خط و کتابت کیکے قدیم اخوت کو ہم از سر نو مضبوط کرین تو پھر ہماری جماعت
مین وہی اتفاق ہو۔ وہی ترقی ہو۔ وہی سامان ہو۔ وہی اولوالعزمیان ہون جتنی
خرابیان اسلام مین پیدا ہوگئی ہین اور جسقدر ادبار مسلمانون پر طاری ہوتا جاتا ہے
یہ صرف اسی وجہ سے ہو کہ آپسمین اتفاق نہین ہے۔ ایک کو دوسرے کی مصیبت اور
بربادی کی خبر نہین ہوتی۔ اگر یہ کہا جاے کہ کسی کو کسی کی پروا نہین تو غلط ہوگا۔ پروا
ضرور ہے مگر اسکا ظہور جب ہی ہو سکتا ہے جب ایک کا حال دوسرے کو معلوم ہو اور
معلوم کیونکر ہو یہان رسل و رسائل اور خط و کتابت کا دروازہ بند ہے۔
اسوقت اگر ڈھونڈ ہیے تو ہزارون مسلمان ایسے ملجائینگے جو کسی کی بیکسی اور مصیبت کا حال
سُنکے بیتاب ہوجاتے ہین۔ مگر کوئی نہین جو اس قسم کے حالات اُن دردمندون کے
کانون تک پہونچا دے۔ اگر کوئی غریب فاقہ سے پڑا ہوگا تو مسلمانونمین بہت کم ایسے ہین
جو بے اُسکا پیٹ بھرے لقمہ حلق سے اُتارین۔ پڑوس مین میت پڑی ہوتی ہی جبتک
تجہیز و تکفین نہ ہولے محلہ بھر پر کھانا پینا حرام رہتا ہی۔ ہمارے دونمین اتنا رحم ہے۔
ہمدردی مین ہم اسقدر آمادہ ہین پھر بھی یہ حال کہ ساری قوم تباہ ہوئی جاتی ہی!
اسکا سبب سوا اسکے اور کچھ نہین کہ کسی کو کسی کی خبر نہین ہوتی۔
یہ تو جزئی معاملات تھے اور ان کے لیے ہمارے سوسائٹیون کو زیادہ اہتمام کی
بہی ضرورت نہین۔ مگر اہم معاملات جنسے کسی بہت بڑے حصہ قوم کی قسمت کا فیصلہ
ہوجاتا ہے اُنپر غور نکرنا اپنے قومی بیڑے کو اول سے آخر تک تباہ کردیتا ہی۔ اگر اس
قسم کے معاملات مین سب اسلامی انجمنین باہمی خط و کتابت سے اپنی قومی پبلک مین
جوش پیدا کرویا کرین اور تمام مسلمانون کو اس قابل بنادیا کرین کہ وہ مدد اور اعانت پر
آمادہ ہوجائین تو میرے خیال مین ترقی کا سلسلہ نہایت تیزی سے آگے بڑہے۔ اور تمام
مشکلون اور آفتون سے بچاکے ہمین کامیابی کی منزل مین نکال لیجائے۔
اسکا ابتدائی سلسلہ یون پڑنا چاہیے کہ کل انجمنین پہلے باہم ایک معاہدہ اس امر کا کرلین
کہ کل قومی اہم معاملات مین باہم خط و کتابت رکھین گی۔ اور اسکے بعد وقتاً فوقتاً نامہ و
پیام کا سلسلہ جاری رکہین۔ یہ کام یون شروع ہوسکتا ہے کہ ہندوستان کی کل
اسلامی انجمنون کی ایک فہرست چھاپ کے شائع کردی جاے اس فہرست مین انجمن کا

نام - مقام - سکرٹری کا نام یہ تین امور ضرور شائع کیے جائین تاکہ خط وکتابت مین سہولت ہو - شاید عنقریب اس کام کو ہم ہی کرین - مگر یہ شرط ہے کہ پوری واقفیت حاصل ہو جائے - دلگداز الحمد للہ کہ قابل اطمینان شائع ہوتا ہے - جن جن مقامو نکے حضرات کو اپنے قرب وجوار مین کسی انجمن کا حال معلوم ہو وہ فوراً لکھ بھیجین اگر ہمارے کل ناظرین توجہ فرمائین تو شاید اس مہینے مین ہم کل انجمنون کے حالات سے خبردار ہو جائین اور کوئی انجمن ہماری نظر سے پوشیدہ نرہے - جسوقت فہرست پوری مکمل ہو جائیگی اُسوقت ہم طبع کرا کے دلگداز کے ساتھ شائع کرینگے - اور کل اپنی انجمنون کو موقع دینگے کہ آپس مین خط وکتابت کر کے اپنی اسلامی اخوت کو ترقی دلادین - یہ یاد رکھنا چاہیے کہ سبکی محبت ہمارے دلمین ہے - اور ہماری محبت سبکے دلمین ہے - صرف اسکی ضرورت ہے کہ کوئی یاد دلانے والا ہو -

---

"المامون"

ہمارے لائق نوعمر پروفیسر مولوی شبلی صاحب کی ایک جدید تصنیف اسوقت ہماری نظر کے سامنے آئی ہے - یہ وہ کتاب ہے جسکے نام سے ہمارے ناظرین آشنا ہونگے - بغداد کے حالات پر جو پہلا مضمون دلگداز مین لکھا گیا تہا وہ اس کتاب ہی سے نقل کر کے لکھا گیا تہا - اصل یہ ہے کہ مولوی شبلی صاحب نے تاریخ کو نہایت غائر نظر سے دیکھا ہے اور اسمین بصیرت حاصل کرتے اُس درجہ کو پہونچگئے ہین کہ شاید تاریخ کے بہت کم نکات ہونگے جو ان کی نظر سے رہجاتے ہون - افسوس اس کتاب پر ریویو کرتے وقت ہم اسدرجہ عدیم الفرصت ہین کہ جسقدر غور کر کے قلم اُٹھانا چاہیے اُسکا عشر عشیر غور کرنے کا بھی ہمین موقع نملا - بادی الرائے مین کوئی نقص نہین نظر آتا - اصل یہ ہے کہ ہمارے نتانی فاضل کی تحریر مین محاسن اسقدر بڑہے ہوے ہین کہ اگر کسی قسم کا نقص ہو بھی تو کوئی ہزار غور کرے مگر نظر وہان تک پہونچ ہی نہین سکتی - نہ شاید مولوی شبلی صاحب کا یہ دعوے ہوگا اور نہ مین تسلیم کرونگا کہ وہ عیوب سے بالکل پاک ہین - مگر ہم مین اور ان مین صرف فرق اسیقدر ہے کہ وہ ہماری غلطیون کو پا جاتے ہین اور ہم اُنکی غلطیون کو نہین پا سکتے -

اس کتاب مین مولوی صاحب نے دولت عباسیہ کے ساتوین خلیفہ مامون ابن ہارون الرشید کی سوانح عمری لکھی ہے۔ خود مولوی صاحب نے تو مامون کو چھٹا خلیفہ لکھا ہے مگر ہم ساتوان لکھتے ہین۔ اسلیے کہ ہارون کے بعد پہلے اسکا بڑا بیٹا امین خلیفہ ہوا تھا۔ خاص مامون کی لائف پر قلم اٹھانے سے پہلے ہم اس بارہ خاص مین مولوی شبلی صاحب کا شکریہ ادا کرتے ہین کہ انھون نے تصانیف کا ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور وعدہ کرتے ہین کہ عموماً نامور شاہان اسلام کے سوانح عمری لکھ لکھکے پبلک کے سامنے پیش کرتے رہین گے۔ دین اسلام مین سلطنت کچھ اہل عرب ہی پر محدود نہین رہی۔ مختلف خاندان تخت سلطنت تک پہونچے اور جب زمانہ نے اُن کا جوش فرو کر دیا گمنامی مین آگئے۔ مولوی صاحب نے یہ انتخاب کیا ہے اور اسی انتخاب کے موافق تصانیف کا سلسلہ قائم کرینگے۔ خلفاے راشدین مین حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ بنو امیہ مین ولید بن عبد الملک۔ خلفاے عباسیہ مین مامون رشید۔ بنو امیہ اندلس مین عبد الرحمن ناصر۔ بنو حمدان مین سیف الدولہ۔ سلجوقیہ مین ملک شاہ۔ نوریہ مین نور الدین محمود زنگی۔ ایوبیہ مین سلطان صلاح الدین فاتح بیت المقدس۔ ایوبیہ اندلس مین یعقوب بن یوسف۔ ترکان روم مین سلیمان اعظم۔ یہ سب اولو العزم اور نامی بادشاہ ہین جنکی سوانح عمری لکھنے کا مولوی صاحب وعدہ کرتے ہین۔ اور ان مین پہلی تصنیف مامون رشید کی لائف ہے جو سب سے پہلے ہمارے ہاتھ مین آئی ہے۔ اور اسکے بعد الفاروق یعنے حضرت عمر کی لائف شائع ہوگی۔ یہ بہت بڑا کام مولوی شبلی صاحب نے اپنے سر لیا ہے۔ خدا اُنکی عمر مین برکت اور حوصلون مین ترقی دے۔

"المامون" کو مولوی صاحب نے دو حصون پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے حصہ مین مامون کی ولادت تعلیم۔ ترقی۔ ولیعہدی۔ تخت نشینی۔ اُسکے زمانہ کے فتنے۔ بغاوتین۔ علویین اور دیگر مسلمانون کی سرکشیان۔ اسلامی فتوحات۔ اور مامون کی موت غرض اسی قسم کی تمام امور کے حالات نہایت تفصیل اور توضیح کے ساتھ بیان کیے گئے ہین۔ یہ حصہ ۱۲۰ صفحہ پر تمام ہو گیا ہے۔ دوسرا حصہ مامون کی اخلاقی حالت۔ ذہانت اور جودت۔ علمی ذوق۔ مزاجی کیفیت طرز معاشرت کا ایک صاف آئینہ ہے۔ اسمین اُسکی مختلف صحبتون اور مجلسون کے نمونے دکھا کے بتا دیا گیا ہے کہ مامون کس طبیعت کا آدمی تھا۔ اسی حصہ مین مامون کے

اعتقادات بھی بتاتے ہین اور ذہن نشین کر دیا ہے کہ مامون ایک عجب آزاد مشرب اور بے تعصب شخص تھا ۔ یہ دوسرا حصہ ۱۳۲ صفحہ پر تمام ہوا ہے ۔

اس کتاب مین جس چیز پر مصنف کی محنت اور جانفشانی زیادہ قابل قدر ہے وہ دوسرا حصہ ہے ۔ جیسا کہ مولوی شبلی صاحب بھی تحریر کرتے ہین قدیم مورخین اخلاقی حالت طرز معاشرت اور رفتار زندگی کے اصول سے بالکل نہین بحث کرتے تھے ۔ قدما کو ان باتون کا مذاق ہی نہ تھا ۔ یہ امر خاص ہمارے زمانہ مین مورخون کا ایجاد کیا ہوا ہے ۔ مولوی صاحب نے اس حصہ مین مامون کے اخلاق ۔ عادات ۔ مزاج ۔ طرز معاشرت کی دلچسپ تصویرین کھانا چاہی ہین ۔ گیارہ سو برس پیشتر کے ایک بادشاہ کے اخلاقی حالات کی توضیح سے دریافت کر لینا مولوی شبلی صاحب ہی کا کام تھا ۔ خدا جانے کسقدر محنت کر کے اور کتنی تاریخون کے ورق الٹ الٹ کے انہین کامیابی حاصل ہوئی ہوگی ۔ یہ موتی ہماری قدیم سلسلہ تواریخ کے ورقون پر بکھرے ہوئے تھے مولوی صاحب نے انکو بڑی جستجو سے ایک ایک کر کے ڈہونڈا ہے اور ترتیب دیا ہے یہ کل کتاب ۲۷۰ صفحون پر تمام ہوئی ہے ۔ تقطیع ۲۰×۲۶ ۔ کاغذ اور چھپائی دونون کے اعتبار سے کتاب نہایت عمدہ ہے ۔ یہ اس قسم کی کتاب ہے جس قسم کی کتابین ہمارے احباب ہمیشہ ڈہونڈا کرتے ہین ہم سچ کہتے ہین کہ ہاتھ آنا کیسا بڑی مشکلون سے زمانہ کوئی ایسی کتاب پیش کر سکتا ہے ۔ جن صاحبون کو خریداری منظور ہو علیگڈہ مین ہمارے محسن قوم جناب آنریبل سر سید احمد خان بہادر کے سی ایس آئی کی خدمت مین درخواست بہیج کے طلب فرمالین ۔

مسیحاے عالم

ہمارے قدیم دوست جناب مولوی حکیم محمد علیخان صاحب شاہجہانپوری نے فن طب مین ایک نہایت مفید اور بکار آمد کتاب لکھی ہے ۔ ۱۰×۲۲ پیمانے کی ۱۳۰ صفحون پر تمام ہوئی ہے ۔ فن طب کے دو حصے ہین ۔ حفظ صحت اور دفع مرض ۔ ہمارے دوست نے اپنی تصنیف مین صرف پہلے حصہ کو لیا ہے ۔ اور وہ مین حفظ صحت کے متعلق شاید اس پایہ کا اور کوئی رسالہ مشکل سے ملے گا ۔

ہندوستان مین یہ مرض عموماً پہیل گیا ہی کہ جب تک مرض مجبور نہ کرے لوگ طبیب کی

طرف رُخ نہین کرتے۔ حالانکہ انسان کی زندگی کا پہلا فرض ہے کہ مبدا رفیاض نے صحت سے قیمتی چیز جو مرحمت فرمائی ہے اُسکی نگہداشت کا پورا اہتمام کیا جاے۔ ہمارے بچے جو کم قوت اور ناتوان ہوتے ہین۔ ہمارے جوانون مین جو سستی اور افسردگی پیدا ہو جاتی ہے وہ اسی غفلت کا نتیجہ ہے۔ حکیم محمد علیخان نے یہ رسالہ لکھ کے اپنے ملک پر ایک بہت بڑا احسان کیا ہے۔

اس رسالہ کی تحریر مین ہمارے دوست نے صرف طب یونانی ہی پر اکتفا نہین کیا بلکہ ڈاکٹری سے بہی مدد لی ہے۔ ستہ ضروریہ جن پر زندگی کا مدار ہے اُن سے نہایت تفصیلی اور بانتیجہ بحث کی ہے۔ اور ثابت کر دیا ہے کہ اگر انسان چاہے تو بہت اچہی طرح توانا و تندرست رہ سکتا ہے۔

ہم نہایت خلوص دل سے اپنے دوست کے شکرگذار ہین کہ یہ کتاب لکھ کے اُنہون نے ہمارے ملک پر احسان کیا۔ مسیحاے عالم کی قیمت ۸ر اور ہر دوئی ملک اودہ کے پتہ سے خود حکیم صاحب موصوف الصدر کے نام درخواست بہیجنے سے ملسکتی ہے۔ شائقین چہپائی اور عمدگی مضامین ہر حیثیت سے اس کتاب کو عمدہ اور قابل قدر پائین گے۔

سنہ ۱۸۹۸ء

اس موقع پر ایک مشہور مصرع بار بار ہماری زبان سے نکل جاتا ہے۔ "ابکی بھی دن بہار کے یونہین گذر گئے" بیشک یونہین گذر گئے۔ جو کام قدرت کے سپرد ہین وہ کامیابی کے ساتھ ہوئے۔ موسمون کے تغیرات اسی معمولی کامیابی کے ساتھ ہوئی جسطرح ہر سال ہوا کرتے ہین۔ عمرون کی ترقی۔ قوی کا گھٹتا رہنا۔ سنون کا بدلنا۔ وہ سب باتین جو ہمیشہ ہوتی رہتی ہین اسی طرح ہوئین۔ غرض دنیا کا چرخہ جس معمولی رفتار سے چلتا ہے چلے گیا۔ مگر جس وقت اسطر نظر ڈالی جائے کہ وہ کام جن کا انصرام ہمارے ہاتھ مین تھا وہ کہان تک اور کیونکر سر انجام پائے تو دیر تک متفکر رہنے کے بعد ہمین نہایت حسرت سے نادم ہونا پڑیگا۔ ہم نے کچھ نہین کیا۔

قوم اسی طرح خرابی و تباہی مین ہے۔ دل اسی طرح بجھے ہوے ہین۔ عمارتین اسیطرح مسمار ہو رہی ہین۔ حوصلے اسی طرح پست ہوئے جاتے ہین۔ تعلیم مین جو خرابیان تھین ابتک باقی ہین۔ افلاس و فلاکت جسطرح پہلے اہل اسلام کو گھیرے ہوئی تھی ابتک گھیرے ہین۔ لائق وفائق استخاران قوم جسطرح اگلے برس حیران و سرگردان تھے ابتک ہین۔ امرا اور رؤسائے قوم کی آنکھون پر جو غفلت کے پردے پڑے تھے ابتک پڑے ہین۔ پھر پوچھیے کہ ہمنے کیا کیا۔ کچھ نہین کیا۔

اس موقع پر اس بات کی تفصیل ہم چھوڑے دیتے ہین کہ زمانے بھر مین کیا ہوا۔ ملک مین کیا انقلاب ہوئے۔ اور دنیا کی رفتار کس حالت پر رہی۔ ہمین اپنی طرف دیکھنا چاہیے۔ افسوس جب ہمارا خیال ہم سے پوچھتا ہے کہ "اس گذشتہ سال مین تم نے کیا کیا؟" تو ہمین بھی اس کے سوا کوئی جواب نہین آتا کہ "کچھ نہین"۔ ہم ان وضعدارون مین بھی نہین کہ کچھ نہ کرتے اور ایک افسوس ناک سکوت کی حالت کو اپنے اور اپنی قوم دونون پر طاری دیکھ کر مصرع "مرگ انبوہ جشنے دارد" زبان سے نکالین۔ اور اپنی وضعداری

خوش ہون کہ قوم کا خوب ساتھ دیا۔ ہمین نہایت افسوس ہے کہ ہمارا مہمان ۱۹۰۵ء
واسن چھڑا کے چلا گیا اور ہم چونک کے حسرت سے ادہر اودہر دیکھنے لگے کہ افسوس کچھہ نہ کیا۔
اس سنہ مین ہمنے جو کچھہ کیا وہ اسکے مقابل مین بہت کم ہے کہ ہمین کیا کرنا چاہیے تھا۔
یہ ایک ایسا جملہ ہے کہ ہم اگر اسکی تفصیل لکہنے پر آمادہ ہوجائین تو ہمارا جدید مہمان۔
۱۹۰۶ء بہی یونہین واسن چھڑا کے چلا جائے اور ہم اُن کامون کی فہرست ہی بتاتے
رہین جو ۱۹۰۵ء مین ہم پر فرض تہے۔ افسوس ہمارے شخصی فرائض درکنار
وہ قومی عام اغراض جنکے نہ بر آنے سے "اسلام" روز بروز ایک مردہ اور بے جان لفظ
ہوا جاتا ہے وہ بہی یونہی باقی رہگئے۔ آخر ہم نے قومی ترقی کا کون نمونہ دکھایا۔ گذشتہ
والیسرا ہز اکسلنسی لارڈ کرزن جنہون نے بندرگاہ ہند پر قدم رکہتے ہی مسلمانونکی بہت
کچھہ دلدہی کی تہی اور جنکی فیاضانہ کوششون سے ہمین بڑی امید تہی ہماری غفلت
نے ان کی قدر نہ کرنے دی اور وہ اس سال کے خاتمے پر جدید والیسرا سے کو
اپنے عہدے کا چارج دے کے روانہ ہوگئے۔

الغرض ہندوستان کی ملکی حالت اور مسلمانون کی قومی صورت نے کوئی ایسا پہلو
نہین بدلا کہ ہم اپنے دلکو کچھہ تسلی دے سکین۔ ایک کانگرس کا ہنگامہ گرم رہا۔
جسکے اعتبار سے طرفداران کانگرس کے حوصلے البتہ کسی قدر بڑہگئے ہون گے۔ مگر قطع
نظر اس سے کہ ہم موافق ہین یا مخالف اتنا ضرور کہین گے کہ ہندوستان کی بدنصیبی سے
اس کانگرس نے ہندو مسلمانون مین سخت مخالفت اور عداوت پیدا کر دی ہے۔ گو یہ
مخالفت پیشتر سے بھی تھی مگر ۱۹۰۵ء نے زیادہ اشتعال دلا دیا۔

اِن باتون کے بیان کرنے مین تو خدا جانے کسقدر زمانہ صرف ہو جائیگا۔ آؤ ہم اپنی
طرف دیکھین۔ دلگداز ۱۹۰۵ء مین کیسا رہا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہمارے ناظرین نے جس خوبی
سے اسکی قدر دانی کی خود دلگداز اُس خوبی سے نہین جاری رہا۔ قریب قریب ہر مہینے مین
ہمارے لائق احباب کا جوش و شوق ترقی پر تہا اور دلگداز کی اشاعت مین بے ترتیبی و
سستی ہی ظاہر ہوتی تہی۔ کئی سبب تہے کہ دلگداز سے اپنے قدردانونکی شکر گذاری نمایان
ہوئی۔ اول تو اس سال مین کئی مرتبہ خیال پلٹے۔ پہلے یہ قصد ہوگیا تہا کہ ہمیشہ سہ ماہی تین پرچے
اکٹھا نکالدیے جایا کرین۔ لیکن آخر مین مجبوراً اس خیال سے دست بردار ہونا پڑا۔

دوسرا سبب یہ ہوا کہ دلگداز ایک دوسرے پریس مین چھپتا تھا کہ جسکی وجہ سے تیاری اور اشاعت اپنے اختیار سے باہر تھی۔ تیسرے یہ کہ اڈیٹر کے سر بھی اس سال کئی کام رہے جنکی وجہ سے وہ دلگداز کی طرف پوری توجہ نکر سکا۔

پھر بھی اس سے کسی کو انکار نہین ہوسکتا کہ دلگداز نے اس سال کئی حیثیتون سے ایکنمایان ترقی کی۔ ۱۸۸۸ء مین صرف خیالات سے مدد لی گئی تھی۔ اور پورے سال کے بارہ جزون کے سب صفحے اڈیٹر کے جنون انگیز ولولون اور اُسکی طبیعت کے جوشون سے بھرے ہوے تھے۔ لیکن ۱۸۸۹ء مین واقعات پر بھی نظر ڈالی گئی۔ اور حتی الامکان عمدہ عمدہ تاریخی مضامین شائع کیے گئے۔ قطع نظر اُن مضامین کے جو مولوی شبلی صاحب کی تصانیف سے ماخوذ کر کے لیے گئے تھے ہمارے لائق اور فاضل دوست مولوی خلیل احمد صاحب کا وہ اعلیٰ مضمون جو دمشق کے متعلق تھا اور وہ مضامین جنکے ذریعے سے ہم نے بغداد کے عروج و زوال کی تصویرین دکھائین ایسے نہین ہین کہ ہمدردان اسلام کو کبھی بھول جائین۔ ہماری خیال مین دلگداز کی جلد بابت ۱۸۸۹ء ۱۸۸۸ء کی جلد سے کہین زیادہ قیمتی ہے۔

ان سب باتون کے علاوہ ناول جو ۱۸۸۹ء مین دلگداز کے ساتھ شائع ہوا غالباً اُردو مین اپنی طرز کا پہلا ناول ہے۔ ہمارے مسلمان دوستون نے اِس ناول کو حد سے زیادہ پسند کیا۔ اس ناول نے قوم اسلام کے وہ کارنامے دکھائے جو بجھے ہوے جوشون اور پژمردہ حوصلون کو از سر نو زندہ کر سکتے ہین۔ ہماری قومی تاریخ مین ایلیڈ† اور اڈسی یا دوسری مذہبی تاریخون کی طرح صرف شاعرانہ جوش و خروش نہین ہے۔ کسی کے قلم مین اتنی قوت نہین ہوسکتی جتنی ہمارے بزرگون کے تلوار والے ہاتھ مین تھی۔ وہ لڑائیان جو زمانۂ صحابہ مین ہوئین وہ تو ایک معجزنا قوت کا نمونہ تھین مگر کروسیڈ کے زمانے مین جب دین مسیحی نے جہاد کا نام لیکر یورپ والون سے تلوار اُٹھوائی تھی مسلمانون نے جو بہادری اور سپہگری دکھادی اُس کا سکہ ہمیشہ یورپ والون کے دل پر بیٹھا رہے گا۔ صلاح الدین کے حالات سے مسلمان بہت کم واقف ہین۔ تاریخی حیثیت سے اسکی حالات بتانا ہمارے دوست مولوی شبلی صاحب کا کام ہے جو اُسکی سوانح عمری لکھنے کا بار اپنے سر

† ایلیڈ اور اڈیسے یونانیون کی وہ کتابین ہین جن مین ان کے دیوتاؤن کی لڑائیون کا تذکرہ بالکل رامائن اور مہابھارت کی طرز پر کیا گیا ہے۔ منہ۔

سے چکے ہین۔ مگر ہم مختصراً اس قدر کہہ سکتے ہین کہ دنیا کی کسی قوم کو شخصی گورنمنٹ کی صورت مین ایسا بے نفس کوئی بادشاہ نہ ملا ہوگا جیسا کہ سلطان صلاح الدین مسلمانون کو ملا ہے۔ اُس نے ہمیشہ ملک فتح کیے اور ہمیشہ اُنکی آمدنی علمی مدارس اور دینی کامون کی نذر کر دی۔ وہ اتنی بڑی سلطنت چھوڑ کے مرا تھا مگر اپنی ذاتی ملکیت مین اتنا روپیہ بھی نہین چھوڑا تھا کہ تجہیز و تکفین کے لیے کافی ہوتا۔ اس مین قومی جوش اور ایمانی نور جس زیادتی کے ساتھ پایا جاتا تھا شاید کسی بادشاہ مین نہ نظر آئے گا۔

اس ناول کو اسلامی پبلک نے شوق کے ہاتھون سے لیا۔ اور یکبیک ہندوستان مین ایسا شوق پیدا ہو گیا کہ ہم اسے مکرر چھپوا رہے ہین۔ اپنی گذشتہ ترقیون کا خیال کر کے ہم کہہ سکتے ہین کہ سنہ ۱۹۰۶ء دلگداز کے لیے اچھا تھا۔ اب دیکھنا ہے کہ سنہ ۱۹۰۷ء دلگداز کو کن کن حیثیتون سے ترقی دلاتا ہے۔ اگر یہی دنیائے اسلام ہے اور اگر یہی ذوق و شوق ہے تو انشاءاللہ ۱۹۰۷ء مین بھی دلگداز کامیابی کے ساتھ ترقی کرے گا۔

بلبل اسیر

اس سرخی سے ایک نظم بالفعل ہمارے لائق دوست اور مشہور نیچرل رنگ کو نظم مین ادا کرنے والے جناب مرزا محمد ہادی صاحب پروفیسر کرسچن کالج لکھنؤ نے تحریر کر کے گذشتہ ایجوکیشنل کانگرس واقعہ لاہور مین پیش کیا تھا۔ اگرچہ اسکے سُنانے کی نوبت نہ آئی مگر افسوس ہے کہ پنجابی پبلک اور دیگر ڈلیگیٹون کو اس جادو بھری نظم سے لطف اُٹھانے کا موقع نہین ملا۔ ہم اس نظم کو بذریعۂ دلگداز پبلک کے سامنے پیش کرتے ہین اور نازک خیال ہمدردان قوم سے پوچھتے ہین کہ یہ نظم اُنکے نزدیک اور اونکے مذاق مین کسقدر موثر ہے۔ ابتدا مین جو نثر عبارت ہمارے مرزا صاحب نے لکھی ہے ہم اُسے بھی بجنسہٖ درج دلگداز کرتے ہین اور مرزا صاحب کے لیے پبلک سے داد خواہ ہین۔

آسمان نے میرے ستانے کی قسم کھائی ہے۔ رنج پر رنج داغ پر داغ میری قسمت مین لکھے ہوئے ہین۔ شعرگوئی کے لیے اطمینان شرط ہے دل خوش ہو طبیعت قابو مین ہو یہان یہ سب مفقود۔ پھر کیسے کوئی کیا لکھے اور کیونکر کہے؟ مگر ایک مالیخولیائی دماغ در

موزون طبیعت میرے دل بہلانے کے لیے مجھکو ودیعت کیے گئے ہین یہی سبب ہے کہ حرف فریاد دل سے نکلتا ہے اب تنگ آتے آتے نوحہ ہو رہا ہی۔ اپنے خاص جھگڑے دنیا کے دہندے ایک عمر رونے کو کافی تھے مگر خوبی قسمت نے درد قومی بھی نمک مرچ کی طرح دلکے چیر کر بھر دیا اب تو آنسو بہانے رونے رلانے کا خوب بہانا ہاتھ آیا۔ اب جسقدر چیخون بجا ہے اور جسقدر رودون کم ہے۔ من مولف۔ عمر بھر رویا کیے ہم عمر بھر تڑپا کیے۔ کیا بُری تھی اے فلک قسمت ہماری ہائے ہائے۔ یہ چند اشعار جو آویزۂ گوش ہوش کیے جاتے ہین ایسی حالت اور ایسی تمت مین کہے گئے ہین جنکے ذکر سے سواے رنج دہی کے کوئی فائدہ نہین۔

اول مین کچھ اشعار بطور تشبیب یا تمہید کے ایک بلبل اسیر کی زبانی کہے ہین۔ اسکے بعد قوم کی حالت زار کا رونا رویا ہے۔ حمد و نعت کے بعد مجلس تعلیمی اسلامی کے واسطے دعا کی ہے اور اسی پر خاتمہ بالخیر ہے۔

بلبل اسیر

مجھکو یاد ہے ہم صفیر مژدۂ فصل بہار — آہ کہ صیاد کے دل پہ نہین اختیار
یاد ہین وہ دن کہ جب باغ مین تہا آشیان — آہ وہ طرف چمن اور وہ سر شاخسار
لالۂ حمری کا رنگ اور وہ سبزے کا روپ — گوہر شبنم کی آب شاہد گل کا سنگار
رنگ شفق کی نمود نور سحر کا ظہور — چرخ کی نیرنگیان شام و سحر آشکار
ابر سیہ کا ہجوم اور وہ مینہ کا وفور — رعد کا وہ زور شور اور وہ چمک بار بار
غنچۂ نشگفتہ کی چار طرف وہ مہک — جیسے کوئی کھول دے نافۂ مشک تتار
گل پہ سر شاخسار یوسف مصر حسن — سرو لب جویبار مثل خضر آبدار
باغ کی سرسبزیان نخل کی سیرابیان — پھول کی شادابیان ابر بہار آبیار
موج ہوا سے درخت ملتے ہین یون باغ مین — جیسے کہ دو سبزپوش لطف سے ہون ہمکنار
دیدۂ نرگس ہے یون شاہد گل کی طرف — جیسے کوئی منتظر محو تماشاے یار
جنبش باد سحر سے ہی چمن مین یہ حال — نشے مین جسطرح سے جھومتے ہون بادہ خوار
باغ مین گلچین کو دخل اور نہ صیاد کو — رحمت پروردگار چار طرف تھی حصار

ہم سے نہ تھا باغبان بر سر کینِ فساد
اپنی طرف سے نہ تھا دلمین کچھ اُسکے غبار

وہ زرِ گل کی دمک جیسے ہو کندن فدا
قطرۂ شبنم کی آب جیسے ہو گوہر نثار

طبع کی صنعت گری پر ہوا فوق یہ کچھ
سونے کا زیور بہت لاے بنا کر سنار

لالۂ احمر بنا وہ یا کہ عقیق یمن
موتیے کی تھی کلی یا کہ دُرِ شاہوار

دیکھ کے یہ رنگ ڈھنگ کہنے لگی جوہری
گل ہے ہر اک زرنگار باغ جواہر نگار

نور کا تڑکا ہوا اور یہ عالم ہوا
آئی نسیم سحر باغ مین مستانہ وار

عاشق و معشوق کا شبنم و گل مین مذاق
خندہ ادھر بار بار گریہ ادھر زار زار

آئی نسیم سحر باغ کو جنبش ہوئی
ہلنے لگے سب درخت گرنے لگے برگ و بار

یون دہن غنچہ سے قطرۂ شبنم گرے
دودہ اوگلنے لگے جیسے کہ بی شیر خوار

آئی کسی شاخ سے ایسی سُریلی صدا
جیسے بجاے کہین بین کوئی بین کار

بھیرویں اوٹھنے لگی باغ مین چار و نظر
تانین اوڑانے لگے اونچے سرو نمین ہزار

جنبش باد سحر پھونک دے سارا چمن
ہر طرف اوڑنے لگین آتش گل سے شرار

جمع کیے صبح نے ایک ہی جا نار و نور
پرتو خور محض نور آتش گل محض نار

چشمۂ خورشید سے نور برسنے لگا
آتش گل سے ادھر بن کے اُٹھا اک بخار

سرد ہوا مین ہوے جبکہ بخارات جمع
پھر تو دھوان دھار مینہ پڑنے لگا ایک بار

وہ چمن اور آبِ جو اور وہ ابر سیاہ
روم و حلب پر محیط ہی نسیہ زنگبار

مینہ کے برس جانے سے دہو گئی بالکل درخت
نام کو بھی باغ مین اب نہین گرد و غبار

شاخ پہ اسطرح سے شاہد گل جلوہ گر
جیسے زمرد کے تخت پر ہو کوئی شہریار

ایک طرف نسترن ایک طرف یاسمن
ایک طرف ارغوان سب ہین یہ خدمتگذار

اور بھی خادم کئی سامنے موجود ہین
جنکو اشارہ کیے چلتے ہین سب کاروبار

ہے کوئی زرین کمر اور کوئی زرین کلاہ
ہے کوئی سیمین بدن اور کوئی سیمین عذار

لالہ و گل کی نمود سب ہے لب آب جو
آئینہ مین دیکھتا ہے چمن اپنی بہار

شاخ سے اکثر گرے پھول مہنتے ہوئے
نہر کا پانی تمام ہو گیا عطر بہار

بحر طلسمات مین سبز پری غوطہ زن
عکس ہے شمشاد کا نہر مین یون آشکار

چار گھڑی دن ہے کا وہ سہانا سمان
شام اور وہ شگفتہ صبح بنارس نثار

موج ہوا سے دسرہ رنگ شفق سُرخ زرد — لالہ و گل کا بنا ہو سہرہ دشمن کا سنگار
عارضِ گلگون سے شوخ رنگ گل سُرخ کا — نشتر مژگان سے تیز باغ کا ہر ایک خار
سبزہ گلزار تہا روکش خطِ بتان — سنبل پیچان کے بیچ غیرت زلف نگار
دہوپ کی زردی کا رنگ گنبدِ نیلی کا رنگ — دونون ملے اس طرح سبزہ ہوا آشکار
سایہ درختون کا یون صفحۂ گلزار پر — جس سے کہ عکسی شبیہ باغ کی ہو شرمسار
عکس فگن ہو کے شاخ دی یہ نظر کو فریب — دیدۂ نرگس مین ہے سرمۂ دنبالہ دار
گرتے ہین یون شاخ سے پہول علی الاتصال — تا نظر سے نگاہ گوندہ ہے پہولونکے ہار
رنگ گل سُرخ ہے روکش روے صنم — سنبل پیچان کے بیچ غیرت زلف نگار
عارض جانان سے خوب رنگ ہر اک پہول کا — نوک مژہ سے سوا باغ کا ہر ایک خار
دیکہ کے گلزار کو کہنے لگا باغبان — پہولون کا گہنا پہن کے نکل آئی بہار
برگ ہر اک سبز سبز پہول ہر اک سرخ سرخ — مرغ چمن شاخ شاخ چہچہ زن بار بار
مرغ چمن مل کے سب نغمہ سرا جسطرح — کوک سے ارگن کوئی اور الاپے بہار
سامنے ہین مہر و ماہ دیکہیے صنع اله — جیسے دو آئنہ روبرو ہون کسی جا دوچار
ایک کو سکتا سا ہے ایک کو حیرت سی ہے — دیکہ کے ایک ایک کو دونون ہین آئینہ وار
ایک کا منہ زرد ہے ایک ہے بے نور سا — دیکہ کے گل کا سنگار اور چمن کا نکہار
رنگ گل نیلوفر گنبد نیلوفری — دیکہنے کے گردش مین ہے جیسے کوئی بیقرار
صبح سنہری ورق شام روپہلی ورق — فیض مہ و آفتاب شام و سحر آشکار
صبح کا عالم کچہ اور شام کا عالم کچہ اور — صبح ہے کافور بیز اور ہے شب مشک بار
رات کی وہ چاندنی اور وہ گل چاندنی — جس سے شب ماہ کی ہوتی ہے دونی بہار
دیکہ کے گل چاندنی ہوتا ہے سبکو یقین — چادر مہتاب کے کترے ہین گل بیشمار
گر کے شب تاب کا ہے یہ چمن مین ہجوم — تارون بھری رات ہے جس سے کہ ہو شرمسار
ہے گل شبو کی شاخ شمع شب افروز باغ — اور یہ اس شمع کے گرد ہین پروانہ وار
باغ مین دیکہو جہان انکی چمک ہے عیان — آتش گل سے مگر اوڑتے ہین پیہم شرار
ہے وسط گل مین یہ انکے سبب سے ظہور — دائرہ مین جیسے ہو مرکز نور آشکار
بسکہ ہر اک برگ پر آگ سی ہے اک لگی — ہوتا ہے ہر نخل پر سب کو گمان چنار

سارے چمن میں یہی سرو و سمن میں یہی
دیدۂ نرگس میں نور آتش گل میں شرار

رات کی خاموشیاں جن پہ تکلم فدا
رات کی تاریکیاں جن سے خجل زلف یار

رات کی خاموشیاں رات کی تاریکیاں
رات کی وہ راحتیں صبح کا وہ انتظار

صبح ہوئی پھر وہی باغ وہی چہچہے
لالہ و گل کی بہار اور وہی سبزہ زار

باغ کی آرائشیں باغ کی زیبائشیں
موج ہوا تازہ کار رنگ شفق غازہ کار

نکہت گل عطر بیز آتش گل دود خیز
نکہت گل عطر بار آتش گل شعلہ بار

بوئے گل عنبر سرشت سایۂ گل مشک ناب
سنبل پیچاں کے پیچ نافۂ مشک تتار

طبع چمن عطر ساز موج ہوا کارساز
غالیہ و مشک سا عود و مجمر و دود و بخار

دیکھیے جس نخل کو باغ میں ہے بامراد
طفل شگوفہ کو سب کہتے ہیں ہے ہونہار

باغ کی کیفیتیں دیکھ کے سب وجد میں
چرخ و مہ و آفتاب انجم و لیل و نہار

فرش سے تا عرش جو شے ہے وہ حیران ہے
قابل نظارہ ہے قدرت پروردگار

تجھ سے کہاں تک کہوں قصۂ دور و دراز
ہم اسی حیرت میں تھے اتنے میں اک دام دار

لے کے کوئی دام سخت آ گیا گلزار میں
ہم جو ہیں اوڑنے لگے ہو گئے اُسکے شکار

آہ وہ آزادیاں راس نہ آئیں ہمیں
عہد مسرت مگر ہم سے نہ تھا استوار

اسکو ہوئیں مدتیں ہم ہیں اسیر قفس
اب ہمیں نہ یہ چہچہے اور نہ باغ و بہار

سامنے ہے یہ قفس اور یہی تیلیاں
ہے یہی آب و ہوا اور یہی لیل و نہار

قید میں گذری ہے عمر چھوٹنے سے یاس ہے
موت کی ہے آرزو موت کا ہے انتظار

آہ کہ طبع چمن ہم سے موافق نہ تھی
آہ مزاج بہار ہم سے نہ تھا سازوار

تا بکجا اے قلم یہ گل و بلبل کا ذکر
کھول دے اس راز کو اب کہ ہو دل بیقرار

نوحہ گری میں نہیں زیب یہ رنگینیاں
سوگ نشینی میں کیا قصۂ باغ و بہار

فائدہ کیا گر گیا جیب سحر چاک چاک
فائدہ کیا گر کیا دامن گل تار تار

حال کچھ اس قوم کا لکھ کہ جسے دیکھ کے
دیدۂ عبرت سے ہوں اشک رواں بار بار

قوم وہ جز نام اب جسکا نشان کچھ نہیں
نام فقط رہ گیا اور نہ ہے نامدار

قوم وہ جو قوم تھی منتخب کائنات
قوم وہ جو قوم تھی مفتخر روزگار

قوم وہ جو قوم تھی نازش اہل جہان
قوم وہ جو قوم تھی مایۂ عز و وقار

قوم وہ جس پر رہا سایۂ فضل الٰہ قوم وہ جو قوم تھی خاصۂ پروردگار
قوم وہ جس قوم کے زیر نگین تھی زمین قوم وہ جو قوم تھی تاج سر روزگار
آہ وہ کیا ہو گئے آج شجاعان قوم کانپتے جن سے رہے رستم و اسفندیار
جنکے فرس پر تھا تنگ عرصۂ روے زمین جن کے نفس سے تھے گرم معرکۂ کارزار
شرق سے تا غرب تھی جنکی شجاعت کی دھوم آج ہین کس نیند مین اے فلک کجمدار
اب ہین نہ وہ مقتدر اور نہ وہ مفتخر اب ہے نہ وہ افتخار اور نہ وہ اقتدار
اب ہے نہ وہ ملک و مال اور نہ وہ جاہ و جلال ہم سے زیادہ کوئی اب نہین دنیا مین خوار
ذکر ہے کس قوم کا نام لے حمزہ کہین ہو نہو وہ قوم ہو جس کے ہین ہم یادگار
مطلع ثانی سے ہون ایسے مطالب شروع جسکے ہر اک لفظ سے ہون جگر و دل فگار

مطلع ثانی

المدد اے ضبط اب دل ہے بہت بیقرار آہ کہ رکتا نہین گریۂ بے اختیار
غم کا تقاضا یہ ہے روئیے بے انتہا ٹوٹ نہ جائے کہین اشک مسلسل کا تار
چیخیے اس طرز سے جیسے کوئی اہل درد روئیے اس طرح سے جیسے کوئی سوگوار
جوش مین ہے خون دل اب نہ کمی کیجیے روئیے اس رنگ سے چہرہ بنے لالہ زار
آہ کہ ہم سا نہین کوئی حقیر و ذلیل ہم سے حقارت کو ننگ ہمسے ذلت کو عار
اب ہے نہ وہ ملک و مال اور نہ وہ جاہ و جلال ہمسے زیادہ کوئی اب نہین دنیا مین خوار
ختم ہوئی ہم پہ آج بیکسی و مفلسی دیکھیے جس شخص کو آج وہ ہے قرضدار
قرض کا کیا ذکر ہے بھیک بھی ملتی نہین ایسے زمانے مین ہم ہو گئے بے اعتبار
ہند سے اسپین تک تھا کبھی اپنا عمل اپنے ہی قبضہ مین تھے دشت و صحرا و کوہسار
اپنے فتوحات کی ایسی تھی دنیا مین دھوم چاہیے اب فتح کا نام نہ لے روزگار
سارے زمانے سے آہ مٹ گیا اپنا نشان سارے زمانے سے آہ گم ہوا اپنا وقار
دست نگر اپنے تھے مالک املاک و زر اپنے جو محتاج تھے آج ہین وہ مالدار
مسند اقبال پر کون نہین جاگزین شاہد مقصود سے کون نہین ہمکنار
ایک ہمین ہین کہ ہے ہمکو ترقی سے یاس ایک ہمین ہین کہ ہین موت کے امیدوار
ایک ہمین ہین کہ ہین سارے جہان مین ذلیل ایک ہمین ہین کہ ہین ساری خدائی کے خوار

منصب و جاگیر سے کون نہین سرفراز — دیکھیے جسکو وہ ہے صاحب عز و وقار
ہم وطنون کو یہ کد خاک مین ہمکو ملائین — اپنی سکونت بھی اب انکو ہوئی ناگوار
دوست جو اپنے تھے کل آج ہوئے وہ عدو — آہ نہ پائے قرار اور نہ پاسے فرار
سنگ ذلت سے یون چرخ نے پیسا ہمین — خاطر احباب پر بار ہے اپنا غبار
اپنے زمانے مین ہین ایسے مسلمان وہ — ہندون مین ملکے ہے جنکو بہت افتخار
علم سے بے بہرہ ہین عقل سے نا آشنا — دل مین سمائی ہوئی ہم ہین بہت ہوشیار
جاتے ہین جلسون مین وہ قوم کے بنکر وکیل — گوکہ نہین قوم کو اُن پہ ذرا اعتبار
دوست جو ہین انکو وہ سمجھے ہین اپنا عدو — جوکہ عدو ہین اُنہین سمجھے ہین وہ دوستدار
آہ اسی قوم مین آج جہالت ہے عام — جنکے سلف تھے کبھی خلق کے آموزگار
آہ وہ کیا ہوگئے صاحب علم و ہنر — آہ وہ کیا ہوگئے منتخب روزگار
جائیے شیراز کیون جائیے بغداد کیون — جائیے کیون اصفہان جائیے کیون قندہار
آہ کہان جائیے اور کسے روئیے — رونے کو کچھ کم نہین ہند کا احوال زار
آہ وہ دہلی جو تھی مرجع اہل کمال — آج ہے اُسکا لقب دہر مین اوجڑا دیار
آہ کہ وہ لکھنو جس کی ترقی کی ضو — پرتو خورشید کی طرح سے تھی آشکار
آج وہی بیت علم جسکی جہا مین تھی دہوم — جہل کی تاریکیون سے ہے شبستان تار
علم سے ہین ہم نفور عقل سے ہین دور دور — الہی اپنا وثار جہل سے ہے اپنا شعار
نشۂ غفلت مین کچھ ایسے ہین مدہوش ہم — زیست ہے جسکا خمار موت ہے جسکا اُتار
علم کی وہ شان ہے اپنے وطن مین کہ آہ — جیسے کسی شہر مین کوئی غریب الدیار
سوتے ہین زیر زمین سیکڑون عالی مقام — خواب عدم مین ہین آہ سیکڑون والا تبار
اُٹھ گئے دنیا سے یون جیسے کوئی لاولد — آہ جہان مین نہین اُنکا کوئی یادگار
حیف کہ ہے بے نشان مرقد اہل کمال — آہ کہ ہے بے چراغ اہل ہنر کا مزار
رونے سے کیا فائدہ چاہیے کچھ فکر خیر — حمد مین مطلع لکھہ اے خامۂ سحر نگار

مطلع ثالث

اے کہ تری شان ہے چار طرف آشکار — عرش سے تا فرش ہے نام کی تیری پکار
ذکر ترا اے کریم لذت کام و زبان — ناطقہ سو جان سے نام پہ تیری نثار

تیرے سوا دوسرا معطی و منعم نہیں — سب تیرے در کے گدا سب ترے امیدوار
نام کو تیرے بقا ذات کو تیری ثبات — تیرے سوا اور ہر چیز ہے ناپائدار
ہو کہ ہر اک شے سے ہے ذات تری بے نیاز — ہے تجھے لیکن پسند عاجزی و انکسار
آج گدایانہ ہے تجھ سے مری التجا — اک نظر لطف کا تیری ہوں میں خواستگار
امت خیر الوریٰ پر ہے مصیبت کا وقت — رحم کر اے کبریا رحم کر اے کردگار
فضل کر اے مالک مملکت لایزال — بہر نبی کریم بہر شہ ذوالفقار
واسطۂ پنجتن میری دعا ہو قبول — مطلب دل ہو حصول واسطۂ ہشت و چار
واسطۂ اُنکا تجھے جن پہ ہے تو مہربان — واسطۂ اُنکا تجھے جن پہ زیادہ ہی پیار
مجلس تعلیم ہو بار خدا کامیاب — اس کی تدابیر کا خلق میں ہو اشتہار
سعی سے اسکی بڑہے سلسلہ تعلیم کا — فیض سے اسکے پڑہے طفل ہر اک نونہار
تیرے سوا اے کریم اور نہیں دوسرا — جس سے در فضل پر کوئی ہو امیدوار
تیرے سوا کون ہی ہم سے غریبوں کا دوست — تیرے سوا کون ہے عاجزوں کا غمگسار
شرم ہے اس قوم کی بار خدا تیرے ہاتھ — تیرے سوا کون ہی عاصیوں کا پردہ دار

خاموشیِ ما گشت بد آموز بتان را
زین پیش وگرنہ اثرے بود فغان را

اس میں کوئی شک نہیں کہ ہماری ہی خموشی نے قوم کے حرکات وسکنات پر بڑا اثر ڈالا۔ سمجھدار کا سکوت ہمیشہ زہر کا کام کرگیا ہے۔ اور یہ سکوت بھی تو قیامت کا ہی۔ تھوڑا نہ بہت تقریباً پورے پانچ چھ سو برس کا سکوت۔ اسکو خدا جانے کتنی صدیاں گذر گئیں کہ ہمارے قومی اسپیکروں اور مذہبی ناصحوں کے ہونٹوں پر مہر سکوت لگ گئی۔ ہائے کبھی وہ دن تھے کہ ہمدردان قوم کی پُراثر آوازوں سے تمام ربع مسکون میں ہر وقت ایک زلزلے کی ایسی کیفیت طاری رہا کرتی تھی۔ عرصۂ رزم ہمارے پرجوش اور آگ لگا دینے والے خطیبوں کی صداؤں سے کانپ رہے تھے۔ اور مجالس عشرت میں ہمارے ہی جادو بیان بلبلوں کی طرح چہچہایا کرتے تھے۔ جدہر کان لگائیے اُدہر سے ہمارے ہی اسلامی فصحا وبلغا کی

نوازین آئی تہین۔ وہ مشتاقون کے کانون مین گونجتی تہین۔ اگلی صدیون مین یہ سکوت نہ تہا۔ اُن گذشتہ پُرجوش طبیعت والے سحر بیانون سے بے کچھ کہے رہا ہی نہین جاتا تہا۔ زمانہ شاہد ہے کہ اپنے جیتے جی اُنہون نے اپنی زبان نہین روکی۔ کہے گئے۔ اور سمجہاتے رہے۔ گویا چپکا بیٹہنا جانتے ہی نہ تہے۔ پہر اثر کیونکر نہ ہوتا۔ اس بلا کا اثر تہا کہ شمشیر و سنان اکثر اُن کی زبان کے مقابل مین سست پڑ گئین۔ یہ یورپ جسکی نسل اُن دنون خواب غفلت مین پڑی تہی اسکی سواد مین اُنکی صدائین گونجین اور سب کے سب جاگ پڑے۔ جہان تک تاریخون مین ڈہونڈہیے گا یہی نظر آئے گا کہ اُن کے زمانے مین تمام دنیا کے ناصحونکی زبانون پر مہر سکوت لگی تہی۔ اور سارا عالم خواب غفلت مین سو رہا تہا۔ انصاف کیجیے تو ساری دنیا اُنہین کی جگائی ہوئی ہے۔ یہ اُن کی جادو بیانیون، اُن کی آہ و فغان کا اثر تہا کہ دنیا کا رُخ پلٹ گیا۔ اور گویا ترقی کی ہوا چلنے لگی۔ ہائے بالکل سچ کہا ہے ع "در زمین پیش دگر نہ اثرے بود فغان را" کیا اثر تہا! اور کیا مبارک اثر!۔

زمانے نے حسب معمول اپنا پہلا ورق اُلٹا۔ دیکہا تو وہ قدیم جادو بیان پیوند خاک تہے۔ اور اُنکی نسل پر شراب عیش اور بادۂ عشرت کی بیہوشی طاری تہی۔ ایک خموشی تہی کہ باہمی صحبتون مین بہی سب کے سب اپنے چپکے ہی چپکے لطف صحبت اُٹہا لیتے تہے۔ خدا جانے آوازین پڑ گئی تہین یا کیا تہا کہ باہم ایک دوسرے سے ملتے وقت اگر کسی کی زبان سے کوئی موثر جملہ نکل بہی جاتا تہا تو اسکی آواز اسی زور کے ساتہ سننے والے کے کانون تک نہین پہونچتی تہی۔ غرض پوری قوم پر ایک پُرحسرت سکوت طاری ہو گیا تہا۔ جو اسوقت تو ایک قسم ذریعۂ راحت معلوم ہوتا تہا۔ مگر انتہا پر پہونچ کے دکہائی دیا کہ اسکی دلچسپیون کے دامن مین صدہا حسرتین پوشیدہ تہین۔ اس سکوت نے قیامت ڈہا دی۔ ہر طبقہ اُن اغراض کے مناسب نہ رہا جو اُس طبقہ والون کے لیے ضروری ہین۔ واقعی یہ ہماری خموشی کا خمار ہے جو ہماری قوم پر طاری ہے۔ ذرا شک نہین ع "خاموشی ما گشت بدآموز بتان را" اور کسی کی نہین خاص ہماری خاموشی۔ اب رہا یہ کہ بتون سے کون لوگ مراد ہین۔

ہمارے قدیم شعرا معشوق کو بت کہتے آئے ہین۔ ایک وجہ مناسبت تو یہ ہے کہ مذہب عشاق مین معشوق کی پرستش ہی عبادت ہے۔ لہذا بتونکی طرح معشوق بہی گویا ایک قابل پرستش چیز ہین۔ دوسری مناسبت شاید یہان بتون سی تو نہو مگر یونان جہانکی بت پرستی

ہمیشہ عربی اور فارسی شعرا کی بحث عنہ رہی ہے۔ ہاں آج بتوں سے تحویل جائی جاتی ہے۔
اور معشوق کو بت کہنے کا اصلی سبب شاید یہی ہے۔ یونانی حسن کو قابل پرستش خیال کرتے
تھے اور یہی وجہ تھی کہ انکی دیویاں اور اُن کے دیوتا باعتبار حسن کے اعلیٰ درجہ کے خوشنما اور دلفریب
بنائے گئے تھے۔ خلاصہ یہ کہ معشوق ایک قسم کے بت ہین۔ اور یہ بھی ضرور ہی کہ ہمدردان قوم
کا معشوق اُنکی قوم ہوتی ہی۔ اگر اصل پوچھیے تو قوم دنیا کے کل مشہور الالفون اور ریفارمرون
کی معشوقہ رہی ہی۔ اسی خیال کی بنا پر قوم کا ہر ہر فرد ایک ایک معشوق یا شاعرانہ الفاظ
مین کہا جائے تو ایک بت یا دیوی کی حیثیت رکہتا ہی۔ اس شعر مین بہی ہمارے مذاق مین غالباً
"دربتان" کے لفظ سے شاعر کا مقصود نوجوان قوم ہین۔ اور بالکل صحیح کہا ہے۔ کیونکہ جب
تک ہم سے صدائے آہ و زاری بلند رہی اور ہم قومی خرابیون کو دیکہ کے بے صبری سے
نالہ کشی کرتے رہے اسوقت تک قوم بہی سنبہلی رہی۔ اور جب سے ہم نے سکوت اختیار کیا۔
ہمارے ناصحون اور واعظون سے خموشی ظاہر ہوئی لوگونکو کوئی غیرت دلانیوالا اور راہ
راست پر لانے والا نہ رہا۔ اور گویا ہماری خموشی ہی نوجوانان قوم کے لیے ایک ایسا
اُستاد ہوگئی جو بُری باتون کی تعلیم دے۔ کتنے بڑے غضب کی بات ہے کہ ہمین خبر بہی
نہین ہوئی اور یہی نالائق اُستاد پانچ چہ صدیون سے ہماری قوم کے نوجوانون کو
تعلیم دے رہا تہا۔ یہ اسکی تعلیم کا نتیجہ تہا کہ اپنے قدیم کارنامون مین اپنی قوم کو ہم جسقدر
کامیاب اور بامراد تصور کرتے ہین اُسیقدر اب ہم مین نالائقیان اور خرابیان پائی جاتی ہین۔
وہ لوگ جنہون نے ہمارے قدیم اسپیکرون سے سیکہ کے اپنی قوم کو اُبہارنا اور ترقی دلانا
شروع کیا تہا آج وہ اوج و عروج کے کل مراتب طے کیے ہوئے نظر آتے ہین اور ہم
جو اُن کی نسل سے ہین جنکو اُن کی فرزندی پر ناز ہے اسدرجہ غافل اور بے حس ہین کہ
دیگر اقوام کے دردمند چلا چلا کے جگاتے ہین اور نہین جاگتے۔ ہائے اے ہمارے سکوت
تو نے ہمین کہین کا نہ رکہا۔ اے ہماری بے زبانی تو ہماری بڑی دشمن نکلی۔
آج ہماری سکوت کا یہ عالم ہے کہ ہم اپنی بے زبانی کی وجہ سے کسی سوسائٹی کے قابل
نہین ہین۔ ہماری صحبتین سست پڑی ہین۔ ہماری انجمنون مین سناٹا چہایا ہوا ہے
اگر ترقی اور باہمی تبادلۂ خیالات یا اصلاح زندگی کے لیے کوئی انجمن قرار دی جاتی ہے
تو ایسا ایک شخص بہی نہین ملتا جو اپنے عام اغراض کو اسیقدر زور کے ساتہہ بیان کرے

جسقدر وہ ضروری ہیں۔ دس بارہ آدمی اگر فراہم ہو جاتے ہیں تو یہ حالت ہوتی ہے کہ گویا چند مورتیں ایک دوسرے کی طرف رُخ کیے بیٹھی ہیں۔ نہ اُسکے مُنہ میں زبان ہے کہ مافی الضمیر ادا کرے۔ نہ اُس کو الفاظ ملتے ہیں کہ شائستگی کے ساتھ اُسکی تائید کر لی جائے۔ تائید ہو خواہ مخالفت سب قسم کے خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں مگر زبان تک نہیں آسکتے۔ اگر ایک معمولی رزولیوشن پیش کرنا ہوتا ہے تو ایک دوسرے کی صورت دیکھنے لگتا ہے اور ہر شخص اُس کا پیش کرنا دوسرے پر ٹالتا ہے۔ یہ صرف ہماری خموشی کا نتیجہ ہے اگر اس سے چند روز بیشتر کے علما و فضلا اور زمانہ شناس سرگروہان قوم خود نہ ساکت ہو جاتے اور ہر موقع پر تہذیب ـــــ کچھ کہدیا کرتے تو ان کے وہ قیمتی الفاظ ضائع نہ ہوتے۔ خود کہتے ہوتے تو کچھ ان سے بھی کہلا لیتے۔ یہ ہرگز نہ ہوتا جو ہوگیا۔ قوم برباد (?) ہوگئی۔ اپنی بے زبانی کی وجہ سے ہماری قوم کے نوجوان واقعی بُت ہیں۔ کیونکہ معشوقیت کے علاوہ بے زبانی اور سکوت کی ادائیں بھی بتوں سے ملتی ہوئی ہیں۔

ہمارے اہل اسلام اپنے آپ کو ہمیشہ نسل عرب سے ثابت کرتے ہیں اور اس امر کو اپنا فخر سمجھتے ہیں کہ اُس مبارک گروہ کی اولاد سے ہیں جو حضرت رسول علیہ السلام کا جان نثار رہتا اور جنہنے سرزمین عرب کے جمیع اطراف سے سمٹ کر خاص دست مبارک جناب رسالتمآب صلعم پر بیعت کی تھی۔ کاش کبھی یہ بھی خیال کیا جاتا کہ وہ لوگ کتنے بڑے پرگو اور اپنی فطری جہالت میں بھی کیسے جادو بیان اور طلیق اللسان تھے۔ واقعی اُن کی زبان کسی موقع پر نہیں رکتی تھی۔ جب کافر اور بُت پرست تھے تب بھی ہمیشہ اپنی زبان آوری اور معجز بیانی کا امتحان کھلے میدان میں کھڑے ہو ہو کے دیا کیے اور جب اسلام لائے اُسوقت اُنکے الفاظ پہلے سے زیادہ موثر اور دل پر فتح پانے والے ہوتے تھے۔

غرض کوئی ایسا زمانہ نہ نظر آئیگا کہ وہ موجود ہوں جوہر زبان دکھانے کا موقع آیا ہو اور ان سے چپکا رہا گیا ہو۔ کیا آزاد بیان تھے اور کیا جوش و خروش تھے۔ خلیفۂ ثانی حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجمع عام میں پوچھا "اگر میں خلاف احکام شرع کردم تو تم کیا کرو؟" ایک آزاد بیان تلوار سونت کے اُٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا "ہم سکلے کی طرح تیرا بل نکالدینگے" خلیفۂ ثالث حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پرتکلف اور مہین لباس پہنے ہوئے جمعہ کی نماز پڑھانیکو مسجد نبوی صلعم میں آئے ایک بہادر نے چلا کے کہدیا "ان امیرنا یلبس لباس الفساق (?)"